وَلِلّٰهِ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا

اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں پس اُنھیں ناموں سے اس کو پکارو

اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰى

یعنی

اللہ کے پیارے نام

تالیف

محمد ایوب سپرا

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ﴾

''اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں، پس انہی ناموں سے اس کو پکارو۔''

تالیف

محمد ایوب سپرا

نظرثانی

محمد اقبال عبدالعزیز

دار الکتب الاسلامیة دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرض ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم و بعد

اللہ رب العالمین جس طرح اپنی ذات میں اکیلا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی اکیلا اور تنہا ہے۔ اللہ ﷻ کی جو صفات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ میں بیان کی گئی ہیں ان کو بغیر کسی تعطیل، تحریف اور بلا تمثیل قبول اور تسلیم کرنا ضروری ہے کتاب وسنت میں اللہ ﷻ کے ننیانوے (99) صفاتی نام بیان کئے گئے ہیں۔ جیسا کہ بخاری ومسلم کی متفق علیہ حدیث میں موجود ہے۔

سورہ اعراف آیت نمبر ۱۸۰ میں فرمایا گیا وللہ الاسماء الحسنی فادعوہ بھا اللہ ﷻ کے اچھے اچھے نام ہیں پس انہی ناموں سے اس کو پکارو۔

زیر **اشاعت کتاب** میں اللہ ﷻ کے اسماء وصفات کا جامع ومختصر تعارف، ان کی اہمیت وافادیت، اسماء حسنی کی قسمیں اوران کے ذریعہ سے دعا کرنے کے طریقے کے علاوہ وسیلہ کے بارے میں مدلل بیان کیا گیا ہے۔ اللہ ﷻ اور اسکی توحید کی معرفت حاصل کرنے کے لئے یہ کتاب یقیناً نہایت مفید اور معاون ثابت ہوگی ان شاء اللہ

کتاب کے مؤلف جناب شیخ محمد ایوب سپرا صاحب حفظہ اللہ ہیں جو ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ ہیں موصوف نے عقیدہ توحید کے اس مسئلہ (اسماء وصفات باری تعالی) کو نہایت عمدہ اسلوب میں کتاب وسنت کے دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے۔

کتاب کی اہمیت وضرورت کے پیش نظر **دار الکتب الاسلامیہ** دہلی نے اسکی معیاری اور عمدہ اشاعت کا فیصلہ کیا، ہماری دعا ہے کہ رب العالمین اس کتب کے ذریعہ مسلمانوں کو عقیدہ توحید کی صحیح معرفت عطا فرمائے اور مؤلف وناشر کو اس کا اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

وصلی اللہ علی النبی

۲۱ جمادی الآخرۃ ۱۴۲۴ھ

20 اگست 2003ء

شکیل احمد میرٹھی

دار الکتب الاسلامیہ دہلی

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
عرض مؤلف	11
دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام	20
اللہ تعالیٰ سے دعا کس طرح کی جائے	27
وسیلہ کے مسائل	39
توحید کی اقسام	49
اسماء وصفات سے استفادہ کس طرح کیا جائے	54
اسماء وصفات سے متعلق اصول وضوابط	56
بعض اسماء حسنیٰ کے بارے میں محدثین کی رائے	61
اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی اقسام	63
اسماء وصفات پر ایمان لانا	65
اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ	67
الاسماء الحسنیٰ	
1. اللہ	71
2. الرحمٰن	74
3. الرحیم	76

4. الملک 78

5. القدوس 80

6. السلام 81

7. المؤمن 83

8. المھیمن 85

9. العزیز 86

10. الجبار 88

11. المتکبر 90

12. الخالق 91

13. الباری 94

14. المصور 96

15. الغفار 97

16. القہار 99

17. الوہاب 100

18. الرزاق 102

19. الفتاح 104

20. العلیم 106

21.القابض 107
22.الباسط 109
23.الخافض 111
24.الرافع 112
25.المعز 113
26.المذل 115
27.السمیع 117
28.البصیر 119
29.الحکم 120
30.العدل 122
31.اللطیف 123
32.الخبیر 125
33.الحلیم 126
34.العظیم 128
35.الغفور 129
36.الشکور 130
37.العلی 132
38.الکبیر 134
39.الحفیظ 135
40.المقیت 136

41. الحسیب 138
42. الجلیل 139
43. الکریم 140
44. الرقیب 142
45. المجیب 143
46. الواسع 145
47. الحکیم 146
48. الودود 148
49. المجید 149
50. الباعث 151
51. الشہید 152
52. الحق 154
53. الوکیل 155
54. القوی 157
55. المتین 158
56. الولی 160
57. الحمید 161
58. المحصی 163
59. المبدی 164
60. المعید 166
61. المحی 167
62. الممیت 169

63.الحی 171
64.القیوم 172
65.الواجد 174
66.الماجد 175
67.الواحد 177
68.الصمد 178
69.القادر 179
70.المقتدر 181
71.المقدم 184
72.المؤخر 185
73.الاوّل 186
74.الآخر 188
75.الظاہر 190
76.الباطن 192
77.الوالی 193
78.المتعالی 194
79.البر 195
80.التواب 196
81.المنتقم 197
82.العفو 199
83.الرؤوف 200
84. مالک الملک 202

85. ذوالجلال والاکرام 204
86. المقسط 205
87. الجامع 207
88. الغنی 208
89. المغنی 209
90. المانع 211
91. الضار 212
92. النافع 214
93. النور 216
94. الهادی 218
95. البدیع 220
96. الباقی 222
97. الوارث 223
98. الرشید 225
99. الصبور 227
اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق اسماء حسنیٰ 229
اللہ تعالیٰ کے تخلیق سے متعلق اسماء حسنیٰ 229
اللہ تعالیٰ کے محبت اور رحم سے متعلق اسماء حسنیٰ 229
قرآن کریم میں اسماء حسنیٰ 230
احادیث میں مذکور اسماء حسنیٰ 231
اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے متعلق اسماء حسنیٰ 231

عرض مؤلف

الحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِين وَ الصَّلاةُ وَ السَّلامُ عَلٰى أَشْرَفِ الأنبياءِ وَ الْمُرْسَلِين نَبِيِّنا مُحَمَّدٍ وَ عَلٰى آلِهِ وَ صَحْبِه حَمَلَةِ لِواءِ الدِّينِ ' وَ عَلٰى مَنْ تَبِعَهم بِإحْسَان مِنَ الائِمَّةِ وَ الهُداة وَ الدُّعاة وَالأتقِياء وَ الصَّالِحِين' وَ عَلٰى مَنْ سَلَكَ سَبِيلَهُمْ إلٰى يَومِ الدِّين .

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِۦ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴾

[آل عمران : ۱۰۲]

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تم کو موت نہیں آنی چاہیے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔ (آل عمران:102)

امابعد!

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو حکم دیا کہ وہ اپنے خالق و مالک کو کثرت سے صبح و شام یاد کریں۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱذْكُرُوا۟ ٱللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ○ وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ﴾

[الأحزاب : ٤١، ٤٢]

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرو' اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔ (الاحزاب:41-42)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ﴾ [الأحزاب : ٢١]

بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسول میں اسوہ حسنہ (خوبصورت طریقہ) ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور آخرت کے دن کا یقین رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرتا ہے۔ (الاحزاب:21)

مزید فرمایا:

﴿ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴾ [طه : ٨]

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔ (طہٰ:8)

اسماء حسنیٰ میں کجی کرنے والوں سے خبردار کیا:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ پس انہی ناموں سے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں۔ ہم ان کے کاموں کے بارے میں ان کو جلد ہی خبر دیں گے۔ (الاعراف:180)

اسلام دین فطرت ہے۔ اس فطری دین سے مکمل رہنمائی حاصل کرنے کا ذریعہ قرآن کریم اور حدیثِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ قرآن پاک اللہ تعالیٰ کے احکامات بیان کرتا ہے اور حدیثِ رسول ان کی عملی شکل ہمارے سامنے لاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴾ [الحشر : ٧]

جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں دیں وہ لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو' بے شک اللہ تعالیٰ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ (الحشر:7)

عمرو بن ابی عمرو' مطلب بن عبداللہ بن المطلب بن حنطب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((مَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا أَمَرَكُمُ اللّٰهُ بِهِ إِلَّا وَقَدْ أَمَرْتُكُمْ بِهِ ' وَلَا تَرَكْتُ شَيْئًا مِمَّا نَهَاكُمُ اللّٰهُ عَنْهُ إِلَّا وَقَدْ نَهَيْتُكُمْ عَنْه))

میں نے کوئی ایسا امر نہیں چھوڑا جس کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہو' مگر میں نے تمہیں اس کا حکم کر دیا ہے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی منع کردہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہیں چھوڑی' مگر میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے۔ (صحیح البخاری: 4/417' سنن البیہقی 7/76)

اور یہ حدیث تو بہت ہی معروف ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی گئی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِي فَحَفِظَهَا وَوَعَاهَا وَ أَدَّاهَا ' فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ غَيْرُ فَقِيهٍ ' وَ رُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَىٰ مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ))

اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری حدیث کو سنا' پھر اسے اچھی طرح یاد کیے رکھا اور پھر اس کو (دوسروں تک) پہنچایا' اگرچہ بعض حاملین فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں (ان میں بات سمجھنے کی گہرائی نہیں ہوتی) جب کہ وہ لوگ جن تک یہ حاملین پہنچاتے ہیں' زیادہ فقیہ ہوتے ہیں۔ (ترمذی و مسند احمد)

درج بالا اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا طریقہ بھی ہمیں قرآن و سنت ہی

میں تلاش کرنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن طریقوں سے عملی طور پر آگاہ فرمایا، ان میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، تلاوت قرآن کریم اور دعا کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات بھی ہیں جن کے ذریعہ فرض عبادات کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے، جس کے کچھ آداب ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس کی طرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے کا جو بھی مسنون طریقہ اپنایا جائے، اس میں اخلاص نیت ضروری ہے۔ یاد الٰہی میں اخفاء مستحب ہے، اس سے اخلاص پیدا ہوتا ہے اور ریا کاری راہ نہیں پاتی۔ اخفاء اس لئے بھی ضروری ہے کہ نمود ونمائش اور ریا کاری نیک عمل کو برباد کر دیتی ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کو خشوع وخضوع اور تضرع وزاری کے ساتھ یاد کیا جائے۔ غفلت اور بے یقینی عمل کو ضائع کرنے کا سبب بنتی ہے۔ عاجزی، انکساری، یقین محکم اور امید پیہم کے بغیر یاد الٰہی بے معنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ ٱدْعُوا۟ رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۚ إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُعْتَدِينَ ﴾

[الأعراف : ٥٥]

''تم اپنے پروردگار کو پکارو گڑگڑا کر اور آہستہ آہستہ، واقعی اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔'' (الاعراف:55)

☆ اللہ تعالیٰ کے بہت سے صفاتی نام ہیں جن کی ذریعے اسے پکارا جائے۔ جس قسم کی حاجت ہو اسی صفاتی نام سے پکارا جائے تو بہتر ہے لیکن نہ بہت بلند آواز سے پکارا جائے نہ بالکل پست آواز سے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ٱدْعُوا۟ ٱللَّهَ أَوِ ٱدْعُوا۟ ٱلرَّحْمَٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا۟ فَلَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ وَلَا تَجْهَرْ

بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا﴾ [بنی إسرائيل : ۱۱۰]

''(اے پیغمبر!) کہہ دیجئے کہ (اللہ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر' جس نام سے بھی پکارو' اس کے اچھے اچھے نام ہیں' نہ اپنی نماز بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت پست آواز سے اور اس کی درمیانی راہ اختیار کرو۔'' (بنی اسرائیل:110)

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''تم نہ کسی غائب کو پکارتے ہو اور نہ بہرے کو۔'' (صحیح بخاری)

☆ ہاں! بعض حالات میں بالکل آہستہ اور دل میں بھی اللہ تعالیٰ کو یاد کیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''جب میرا بندہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

☆ اللہ تعالیٰ سے کسی ایسی چیز کا سوال کرنا خلافِ ادب ہے' جو ناممکن ہو۔ مثلاً یہ کہ میں دنیا میں ہمیشہ زندہ رہوں' یا مجھے آخرت میں انبیاء کا مرتبہ حاصل ہو جائے' وغیرہ۔

☆ دعا میں حد سے تجاوز کرتے ہوئے چیخنا' چلانا' اللہ تعالیٰ کے چہرہ انور کے واسطے سے دنیا کی معمولی اشیاء طلب کرنا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سوال کرنا' کسی پیر فقیر کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہوئے یا ان کے واسطے سے سوال کرنا اور ادعیہ ماثورہ کو چھوڑ کر غیر شرعی کلام اور اشعار پڑھ کر دعا کرنا' وغیرہ خلافِ ادب کام ہیں۔ انہی جیسے مزید آداب کا ذکر قرآن وحدیث میں کثرت سے موجود ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً إِلا وَاحِدَةً مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ

الْجَنَّةَ))

اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں' ایک کم سو۔ جس نے ان کو یاد کیا' وہ جنت میں داخل ہوگا۔
(صحیح بخاری و مسلم)

اسماء حسنیٰ کی تفصیل کے بغیر یہ حدیث صحیح بخاری میں حدیث نمبر 2736 اور صحیح مسلم میں حدیث نمبر 2677 پر موجود ہے۔ امام ترمذی نے حدیث نمبر 3507 پر یہ حدیث سارے ناموں کی تفصیل کے ساتھ روایت کی ہے اور مختلف اقوال کی بنا پر اسماء و صفات والا حصہ موقوف اور مدرج (راویوں کا اضافہ) قرار دیا ہے۔ یعنی یہ نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی ایسی حدیث وارد نہیں جس میں ان اسماء و صفات کی ترتیب موجود ہو' تاہم ناموں کی تفصیل متعدد کتب حدیث میں موجود ہے۔ امام داودی نے کہا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تفصیل ثابت نہیں ہو سکی' تاہم امام بغوی نے شرح السنہ (5/35) میں کہا: یہ سب نام اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں متفرق طور پر نص یا دلالت کے ساتھ موجود ہیں۔ (دیکھئے حاشیہ احسان 808) واللہ اعلم۔ اس لئے مختلف ائمہ و محدثین نے مختلف اسماء گنوائے ہیں۔ ہم نے اس کتاب میں جامع ترمذی کی اسی حدیث میں وارد اسماء کی ترتیب کو ملحوظ خاطر رکھا ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

حدیث میں مذکور خوشخبری اتنی بڑی ہے کہ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ ان ناموں کا ذکر کرے' ان کا ورد کرے اور ان کا مفہوم سمجھے تاکہ وہ جنت کا مستحق ٹھہرے۔ حدیث میں احصاھا کے معنی ہیں ''ان کو شمار کیا'' لفظاً و عدداً' اور ان کے معنی و مفہوم کو سمجھا' پھر ان اسماء سے حمد و ثناء بیان کی اور ان کے ذریعے سے دعا مانگی۔ اللہ تعالیٰ کو ان اسماء کے توسط سے پکارنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ مختلف حاجات کے لئے مناسب اسماء تلاش کر کے ان کو وسیلہ بنایا جائے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے اسماء حسنیٰ کے ذریعے مانگی گئی دعاؤں کو رد نہیں کرتا۔

اتباع سنت کے عظیم اور بے شمار فوائد میں سے دو عظیم فوائد یہ ہیں کہ اتباع سے انسان کے

گناہ معاف ہوتے ہیں اور انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہی انسانیت کی معراج ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ہوتے ہیں۔ ہمیں اسی مرتبہ کی جستجو میں رہنا چاہیے۔

ہمارا موضوع اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مختصر تعارف' ان کی اہمیت وافادیت' اسماء حسنیٰ کی اقسام اور ان کے حوالے سے دعا کرنے کے طریقے کے علاوہ وسیلہ سے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔ ان اسماء حسنیٰ کی مکمل تعداد کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو آگاہ نہیں فرمایا' کچھ اسماء اس کے علم غیب میں ہیں۔ تاہم محدثین نے جن 99 اسماء کا ذکر کیا ہے۔ ان میں 81 کا ذکر قرآن کریم میں اور 18 کا ذکر احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہے۔

اسماء وصفات کے متعلق چھان بین کرنے کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب ایک صاحب نے سوال کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ کا نام 'حق ھو' بھی ہے یا صرف 'حق حق' ہے؟ جس سے کچھ لوگ اسے پکارتے ہیں۔ کچھ لوگ صرف 'اللّٰہ ھو' 'اللّٰہ ھو' کا ورد اس طرح کرتے ہیں کہ وہ اپنے حال سے بے حال ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ ناک کے ذریعے سانس اس طرح لیتے اور خارج کرتے ہیں کہ ایک مخصوص سی آواز پیدا ہوتی ہے' جسے 'ذکر' کا نام دیا جاتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا دل اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہے۔ اسی طرح بعض لوگ آسمان کی طرف منہ اٹھا کر اللہ اور پھر دائیں بائیں منہ پھیرتے ہوئے اس طرح سانس باہر نکالتے ہیں کہ ہلکی سی ھو کی آواز پیدا ہوتی ہے اور اس طرح وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارا دل اللہ کو یاد کر رہا ہے اور دل سے نکل کر جسم میں گردش کرنے والا خون بھی اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب یہ عمل پختہ ہو جاتا ہے تو پھر زبان سے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی' بلکہ جسم میں گردش کرنے والا خون ہی یہ عمل ہر وقت جاری وساری رکھتا ہے۔ اس عمل کو وہ دل پر اللہ کے نام کی ضربیں لگانا قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہمارے دل کی دھڑکن اللہ کے نام سے ہم آہنگ ہے' جو ہر وقت اللہ کو یاد کرتی ہے۔ اس لئے ہمیں زبان سے اس کو یاد کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایک گروہ صرف اللہ' اللہ کے کلمے کا ورد اس انداز سے کرتا ہے کہ وہ اپنے حواس پر قابو نہیں رکھ پاتا۔

اسی طرح صوفیاء کے مختلف طبقوں اور گروہوں نے اپنے لئے کچھ مخصوص ذکر' اذکار ایجاد کر لئے ہیں جن کو وہ فرائض سے بڑھ کر پابندی کے ساتھ کرتے ہیں۔ آج کل بعض فرقے ایسے پیدا ہو گئے ہیں جنھوں نے بعض خود ساختہ اذکار کو ہی عبادت سمجھ لیا ہے اور ایسے مراقبہ ہال تعمیر کر لئے گئے ہیں جہاں نماز کا اہتمام کم اور غیر مسنون اذکار کا اہتمام زیادہ ہوتا ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا یہ طریقہ درست ہے؟ اللہ تعالیٰ کو پکارنے کا یہ طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ اور کیا ان طرق کے اثبات میں کوئی معتبر دلیل ان کے پاس موجود ہے؟ اللہ تعالیٰ کے وہ کون کون سے اسماء ہیں جن کے ذریعے ہم اس کو پکار سکتے ہیں؟ ان اسماء کا ورد کرنے کا کوئی طریقہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے؟ کیا ان اسماء پر ایمان لانا ضروری ہے؟

ان سوالات کا جواب حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہم اسماء وصفات کے علوم سے آگاہ ہوں۔ اس سلسلے میں ہمیں ان سوالوں کے جواب معلوم ہونے چاہئیں۔

1. اللہ تعالیٰ کے صفاتی نام کتنے ہیں اور کیا ان صفات پر ایمان لانا دین کا حصہ ہے؟

2. قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کے کتنے ناموں کا ذکر ہے؟

3. کیا ان ناموں کے علاوہ اللہ تعالیٰ کو کسی اور صفاتی نام سے پکارا جاسکتا ہے؟

4. قرآن وحدیث میں ان اسماء وصفات کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کا کوئی طریقہ بیان ہوا ہے یا اس سلسلے میں ہماری رہنمائی کی گئی ہے؟

5. سلف صالحین کا اس سلسلے میں کیا طریقہ کار تھا؟

ان سوالوں کے جواب اگر قرآن وحدیث اور سلف صالحین کے اقوال میں تلاش کئے جائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عمل اور موجودہ دور کے صوفیاء کے اقوال اور طریقہ کار میں بعد المشرقین ہے۔ سنت کے تمام طرق چھوڑ کر خود ساختہ قلبی ذکر' غیر مسنون دعائیں' بدعات

پر مبنی وظائف اور اللہ کے ذکر کی ضربوں سے اللہ تعالیٰ کا جسم کے اندر سرایت کر جانے کا باطل عقیدہ وغیرہ ایسے انداز و افکار ہیں جن کا دین اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

اس مختصر کتاب میں اسماء وصفات سے متعلق پائے جانے والے الحاد کا ازالہ اور جویائے حق کے لئے ان تمام سوالوں کے جواب کا احاطہ کیا گیا ہے' جن سے توحید الوہیت' توحید ربوبیت اور توحید اسماء وصفات کے بارے میں پائے جانے والے شکوک وشبہات اور عقیدہ توحید کی درستی کی امید ہے۔ دعا کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکام اور مجمل شرح کے ساتھ ساتھ اسماء و صفات کے واسطہ سے دعا کرنے کا طریقہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ کتاب کے مطالعہ کے بعد ان شاء اللہ صوفیاء اور مبتدعین کے وضع کردہ ان طریقوں کی ضرورت باقی نہیں رہے گی جن میں رطب ویابس جمع کر دیا گیا ہے جن کی کوئی دلیل قرآن وسنت میں موجود نہیں۔

کتاب کا مسودہ اس نیت سے ناشر کے حوالے کر رہا ہوں کہ اُمت اسلامیہ اس سے فائدہ اٹھائے اور قرآن وحدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے عمل سے آشنا ہو۔

میں برادرم محمد اقبال عبدالعزیز حفظ اللہ کا خصوصی طور پر شکر گزار ہوں جنہوں نے کتاب کی تصحیح میں میرے ساتھ بھرپور تعاون کیا اور خاص طور پر احادیث اور دعاؤں کی تصحیح پر خصوصی توجہ دی۔

میں ذات باری تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ وہ اپنے لاتعداد اسماء اور ان میں پائی جانے والی صفات کے ذریعے مجھے' میرے ساتھ اس کتاب کی تیاری میں شریک ساتھیوں اور تمام مسلمانوں کو اس عمل سے محفوظ رکھے جو قرآن وسنت سے ماخوذ نہ ہو اور ہر اس عمل کی توفیق عطا فرمائے جو قرآن وسنت سے ثابت ہو۔ آمین یارب العالمین۔

محمد ایوب سپرا

ریاض' سعودی عرب۔ فون: 4010166

دعا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے احکام

گزشتہ اوراق میں ہم عرض کر آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی کئی اقسام ہیں۔ ان میں دعا مانگنا بھی ایک مستقل عبادت ہے۔ دعا خواہ ذاتی اور دنیاوی مقاصد کے لئے مانگی جائے یا آخرت کی کامیابیوں اور کامرانیوں کے لئے' عبادت شمار ہوتی ہے اور اس پر ثواب ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا کہ مجھ سے دعا کرو' میں قبول کروں گا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ٱدْعُونِىٓ أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن : ٦٠]

''اور تمہارے رب کا یہ حکم ہے کہ مجھے پکارو' میں تمہاری پکار کا جواب دوں گا۔'' (المؤمن:60)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِى عَنِّى فَإِنِّى قَرِيبٌ ۖ أُجِيبُ دَعْوَةَ ٱلدَّاعِ إِذَا دَعَانِ ۖ فَلْيَسْتَجِيبُوا۟ لِى وَلْيُؤْمِنُوا۟ بِى ﴾ [البقرة : ١٨٦]

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب بھی وہ مجھے پکارے' قبول کرتا ہوں' اس لئے لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں۔'' (البقرہ:186)

مزید فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ۖ ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

''اور اللہ ہی کے لئے اچھے اچھے نام ہیں' سو ان کے ذریعہ اس کو پکارا کرو۔'' (الاعراف:180)

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [المائدة : ٣٥]

اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔ (المائدہ:35)

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دعا مانگنے کا ایک اور انداز بھی سکھایا:

﴿ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذۡنَآ إِن نَّسِينَآ أَوۡ أَخۡطَأۡنَاۚ رَبَّنَا وَلَا تَحۡمِلۡ عَلَيۡنَآ إِصۡرٗا كَمَا حَمَلۡتَهُۥ عَلَى ٱلَّذِينَ مِن قَبۡلِنَاۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلۡنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِۦۖ وَٱعۡفُ عَنَّا وَٱغۡفِرۡ لَنَا وَٱرۡحَمۡنَآۚ أَنتَ مَوۡلَىٰنَا فَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾

[البقرة: ٢٨٦]

اے پروردگار! اگر ہم سے بھول چوک ہو گئی ہو تو ہم سے مواخذہ نہ کیجئے' اے پروردگار! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا تھا' اے پروردگار! جتنا بوجھ ہم میں اٹھانے کی طاقت نہیں' اتنا ہمارے سر پر نہ رکھ اور اے پروردگار! ہمارے گناہوں سے درگزر فرما' اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما' تو ہی ہمارا مالک ہے اور ہمیں کافروں پر غالب کر۔ (البقرہ:286)

اللہ تعالیٰ نے دعا نہ مانگنے والوں کو سخت وعید بھی سنائی۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ إِنَّ ٱلَّذِينَ يَسۡتَكۡبِرُونَ عَنۡ عِبَادَتِي سَيَدۡخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ﴾

[المؤمن: ٦٠]

یقین رکھو جو لوگ میری عبادت سے خودسری کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔ (المؤمن:60)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنَّه مَنْ لَمْ يَسأَلِ اللّٰه يَغْضَبْ عَلَيْه))

جو شخص اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں مانگتا' اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔(ترمذی)

اللہ تعالیٰ نے ذکر کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ ﴾ [الرعد : ٢٨]

خبردار(آگاہ رہو)! دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے۔(الرعد:28)

اللہ تعالیٰ نہ صرف دعا مانگنے کا حکم دیتا ہے بلکہ دعا کرنے کا طریقہ وسلیقہ بھی سکھاتا ہے اور ان لوگوں کے بارے میں تعجب کا اظہار کرتے ہوئے سوال کرتا ہے کہ اس کے علاوہ اور کون ہے جس سے لوگ اُمیدیں وابستہ کئے ہوئے ہیں؟

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ﴾ [النمل : ٦٢]

بے کس کی پکار کو جب وہ پکارے' کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے' کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور معبود ہے؟(النمل:62)

چونکہ دوزخ کا عذاب چمٹ جانے والا ہے' اس لئے اس سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی اشد ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو قرآن کریم میں دعا کرنا یوں سکھائی:

﴿ وَٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا ٱصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ [الفرقان : ٦٥]

اور وہ لوگ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار! ہم سے دوزخ کا عذاب پھیر دے' بے شک اس کا عذاب لازم ہو جانے والا ہے۔(الفرقان:65)

اگر کوئی شخص اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لانے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس سے دعا نہ کرے' تو اللہ تعالیٰ کو اس کی کوئی پرواہ نہیں:

﴿ قُلْ مَا يَعْبَؤُا۟ بِكُمْ رَبِّى لَوْلَا دُعَآؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ

لِزَامًا﴾[الفرقان : ۷۷]

(اے پیغمبر! ان لوگوں سے) کہہ دو اگر تم اللہ کو نہ پکارتے رہتے تو میرے مالک کو کچھ تمہاری پرواہ نہ ہوتی' اب تم تو اس کے پیغمبر اور اس کی آیتوں کو جھٹلا چکے اب عنقریب اس کی سزا تمہیں چمٹ جانے والی ہوگی۔(الفرقان:77)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَرُدُّ الْقَضَاءَ إلاالدُّعاءُ وَلَا یَزِیدُ فِی الْعُمْرِ إلا الْبِرُّ))

تقدیر کو دعا کے علاوہ کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور عمر میں نیکی کے علاوہ کوئی چیز اضافہ نہیں کرتی۔(ترمذی)

مذکورہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا: مجھے کثرت سے یاد کرو کیونکہ میں رب العالمین ہوں' احسن الخالقین ہوں' سمیع ہوں' بصیر ہوں' قریب ہوں' مجیب ہوں' الحی القیوم ہوں' غفور ورحیم ہوں' تواب اور رحیم ہوں' اور کون ومکان کی قیود سے ماوراء ہوں۔اس لئے جب بھی پکارو گے فوراً جواب دوں گا' مجھے اپنے قریب پاؤ گے۔اب رہا معاملہ کہ پکارنا کس طرح ہے؟ تو فرمایا: ''میرے اچھے اچھے نام ہیں سوان کے ذریعہ مجھے پکارو۔''

اللہ تعالیٰ کو اچھے اچھے ناموں سے پکارنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ان اچھے ناموں میں جس قدر صفات عالیہ ہیں' ان کو دل ودماغ میں محسوس کرتے ہوئے' ان کا اقرار اور یقین کرتے ہوئے اور ان کو واسطہ بناتے ہوئے دعا کی جائے۔نیز ان لوگوں سے بالکل الگ تھلک رہا جائے جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں الحاد (کجی) کرتے ہیں کیونکہ الحاد فی الاسماء کا معنی اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کرنا بھی ہے۔بعض لوگ اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات میں ایسے ناموں کا اضافہ کر لیتے ہیں جو حقیقت میں اس کے نام نہیں مثلاً ھُو' ھُو یاھَا' ھَا اور بعض لوگ اس کے بعض ناموں اور صفات سے انکار کر دیتے ہیں۔اسی طرح بعض لوگ ان اسماء کا ایسا

مفہوم لیتے ہیں جس کی شرعی طور پر قطعاً اجازت نہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے سخت وعید ہے۔ دعا کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ)) دعا (پکار) ہی عبادت ہے۔ (رواہ احمد)

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِسْمُ اللّٰهِ الْأَعْظَمُ فِي هَاتَيْنِ الْآيَتَيْنِ: ﴿وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ﴾ وَ فَاتِحَةِ آلِ عِمْرَانَ ﴿الٓمّٓ ☆ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ﴾))

اللہ کا اسم اعظم (بڑا نام) ان دو آیتوں میں ہے۔

(i) تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بہت رحم کرنے والا اور بہت مہربان ہے۔ (سورہ البقرۃ:163)

(ii) سورہ آل عمران کی شروع کی آیت جس کا ترجمہ ہے: الم' اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا اور دنیا کو قائم رکھنے والا ہے۔ (آل عمران:1-2)

گویا عبادت ایسا جامع اسم ہے جس میں ہر وہ کام شمار ہے جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے قول' عمل یا مال کے ذریعہ کیا جائے۔ دعا ایک ایسی عبادت ہے جو مومن کی حالت کی ترجمان ہوتی ہے جس میں خشوع وخضوع' انکساری صرف اللہ عزوجل کے لئے خاص ہونی چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تمہارا رب بڑا حیا کرنے والا ہے۔ وہ سخی ہے' جب بندہ اس سے دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو انہیں خالی لوٹاتے ہوئے اسے حیا آتی ہے۔ (ابن ماجہ)

دعا کا عمل خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ اس لئے ہر اس آدمی سے منہ موڑ لینا چاہئے جو اس طرح کا عمل غیر اللہ کے لئے سرانجام دیتا ہے۔ غیر اللہ کی عبادت شرک اکبر ہے اور شرک اکبر کسی بھی کلمہ گو کو ملت اسلامیہ سے نکال باہر کرتا ہے۔

اس لئے جو لوگ تقرب کی نیت سے قبروں کا طواف کرتے ہیں' ان کو ہاتھ لگاتے ہیں یا ان کے پاس باادب کھڑے ہوتے ہیں اور ان کو محبت و تعظیم کے ساتھ چھوتے' چومتے یا سجدہ کرتے ہیں تو ایسے تمام اعمال کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِن دُونِ اللَّهِ مَن لَّا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَن دُعَائِهِمْ غَافِلُونَ ﴾ [الأحقاف : ٥]

اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کرسکیں بلکہ ان کے پکارنے سے بھی بے خبر ہوں۔ (الاحقاف:5)

﴿ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ﴾ [القصص : ٨٨]

اور اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکارو اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ (القصص:88)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس کو اس حال میں موت آئی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو بھی پکارتا ہے' وہ آگ میں داخل ہوگا۔ (صحیح البخاری)

قرآن پاک اور احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑی تفصیل کے ساتھ تقرب الٰہی کے وہ تمام اعمال بتا دیئے گئے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور ان اعمال کی نشاندہی بھی کر دی گئی ہے جو غیر مشروع ہیں اور جن سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صرف اتباع سنت کا حکم دیا ہے۔ وہ اپنے بندوں کی بار بار اپنی بخشش اور رحمت کی طرف توجہ مبذول کراتا ہے' حتیٰ کہ فرمایا:

﴿ أَلَيْسَ اللَّهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِن دُونِهِ ﴾ [الزمر : ٣٦]

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کافی نہیں ہے! اور یہ لوگ تم کو اللہ کے سوا اوروں سے ڈرا رہے ہیں!'' (الزمر:36)

مزید فرمایا:

﴿وَأَنَّ هَٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ ۖ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ۚ﴾ [الأنعام: ۱۵۳]

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی۔'' (الانعام:153)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا ما تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا : كتابَ اللهِ وَ سُنَّةَ رَسُولِه))

''میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو گمراہ نہیں ہو گے (اور وہ ہیں) کتاب اللہ اور میری سنت۔'' (رواہ مالک والحاکم)

چنانچہ ہمارے لئے ضروری ہے کہ ہم دعا مانگنے کے لئے وہی طریقہ اختیار کریں جس کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری رہنمائی فرمائی ہے۔ قرآن و حدیث میں بے شمار دعاؤں کا ذکر موجود ہے اور ایسے مشروع وظائف احادیث سے ثابت ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کے لئے دعا کی جا سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جا بجا دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کو عبادت اور عبادت کا مغز قرار دیا ہے' جس کے مشروع طریقے قرآن و حدیث میں موجود ہیں۔ صرف انہی پر عمل کرتے ہوئے اور اللہ کی خوشنودی کی امید رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے' بے شک وہ سننے والا ہے' جاننے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا کس طرح کی جائے

یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ دعا مانگنا فرض ہے اور اس کا قرآن کریم میں کثرت سے حکم فرمایا گیا ہے' سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کس طرح کی جائے؟ دعا کی شرائط و آداب اور ان کی نوعیت کیا ہونی چاہیے؟

انسان عموماً اپنی دعا کے بارے میں بہت ہی ناشکرا اور جلد باز واقع ہوا ہے۔ وہ ہر دعا کا فوری اثر اور نتیجہ دیکھنے کا خواہاں ہوتا ہے۔ چنانچہ فوری نتیجہ نہ ملنے پر جلد ہی مایوسی کا شکار ہو کر دنیاوی اسباب سے بے نیازی اور دعا سے پہلوتہی کرتے ہوئے غیر اللہ سے امید باندھے در در کے چکر لگانے شروع کر دیتا ہے' حالانکہ مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> ''دعا کبھی رائیگاں نہیں جاتی' ضرور قبول ہوتی ہے' خواہ فوری طور پر اس کا نتیجہ سامنے آئے یا مابعد' حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی دعا کو آخرت تک مؤخر کر دیتا ہے' اس طرح وہ اپنی دعا کا اثر قیامت کے روز تو دیکھ ہی لے گا۔'' (مسند احمد)

دعا مانگنے کے آداب اور شرائط:

وضو کر کے قبلہ رو ہو کر دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھا کر زبان سے دعا مانگی جائے۔ دعا مانگنے سے پہلے حمد و ثناء اور درود شریف پڑھا جائے لیکن اگر موقع نہ ہو تو اس کے بغیر بھی دعا کرنا جائز ہے۔ جامع الفاظ میں گناہوں کا اعتراف اور ندامت کا اظہار کرتے ہوئے مسنون اور ماثور دعائیں کیجئے۔ ہر دعا تین بار کیجئے' عاجزی و انکساری کے تمام تر جذبات کے ساتھ پر امید اور یقین کے ساتھ دعا کیجئے۔ اپنی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی خواہش کے اظہار کے لئے صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے دستِ سوال دراز کیجئے۔ اپنی دعا میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو

شریک نہ ٹھہرائیں' مشروط دعا نہ کیجئے۔ دعا مانگنا ایک عظیم عمل ہے جو تقدیر بدلتا اور آفات کو ٹال دیتا ہے۔ اس لئے بار بار دعا کیجئے' مخفی اور کثرت سے دعائیں کیجئے۔ اپنی اولاد کے حق میں دعا کیجئے کہ آپ کی دعا آپ کے بیٹے کے حق میں جلد قبول ہوگی۔

دعا کی قبولیت کے اوقات:

دعا ایک ایسی عبادت ہے جو ہر وقت اور ہر آن فوائد لاتی ہے۔ تاہم احادیث و آثار کی روشنی میں ذیل کے اوقات میں دعا جلد قبول ہوتی ہے۔

حالتِ سجدہ' رات کی ایک مخصوص گھڑی' آدھی رات کے وقت' سحری کے وقت بوقت اذان' بوقت اقامت' اذان و اقامت کے مابین وقت' لیلۃ القدر' گھمسان کی جنگ' بوقت صف بندی برائے جہاد' بارش' جمعہ' جمعرات و جمعہ کی درمیانی رات' فرض نمازوں کے آخر میں' تلاوت کے بعد' دینی اجتماع میں' یوم عرفہ' رات کا آخری تہائی حصہ' جب امام ولا الضالین کہے' مرغ کی بانگ سنتے وقت' روزہ افطار کرتے وقت اور آب زم زم پیتے وقت۔

دعا کے چند فوائد:

دعا کی قبولیت سے مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ ہر دعا کرنے پر اجر و ثواب ملتا ہے نیز دعا کی کثرت سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق میں اضافہ ہوتا ہے۔ اچھے اخلاق' بردباری' حوصلہ اور توکل میں اضافہ ہوتا ہے۔ قناعت اور صبر و شکر کی نعمت میسر آتی ہے۔

ذیل میں ان احوال کا ذکر جن میں دعا جلد قبول ہونے کے امکانات بڑھ جاتے ہیں۔

☆ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کو وسیلہ بناتے ہوئے:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ فَٱدْعُوهُ بِهَا ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

اور اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں تم ان کے وسیلے سے اللہ کو پکارو۔ (الاعراف:180)

اللہ تعالیٰ نے اہل تقویٰ کے انداز دعا کا تذکرہ قرآن پاک میں یوں فرمایا:

﴿ ٱلَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَآ إِنَّنَآ ءَامَنَّا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾

[آل عمران:١٦]

جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لا چکے‘ اس لئے ہمارے گناہ معاف فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔ (آل عمران:16)

دعا کی جلد قبولیت کے لئے دیگر آداب کی رعایت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے صرف اچھے اور مشروع ناموں کو ہی وسیلہ بنانا چاہیے۔ مثلاً یوں دعا کیجئے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ بِأَنَّکَ أَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أن تُعَافِيَنِي))

اے اللہ! میں تجھ سے اس ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمٰن و رحیم اور لطیف و خبیر ہے کہ مجھے سلامتی نصیب فرما۔ (التوسل وانواعہ از البانی)

((اَللّٰهُمَّ أَسْأَلُکَ بِرَحْمَتِکَ الَّتِي وَسِعَتْ کُلَّ شَيْءٍ أَنْ تَرْحَمَنِي وَتَغْفِرَلِي))

اے اللہ میں تیری رحمت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں جو ہر چیز سے وسیع ہے کہ تو مجھ پر رحم فرما اور مجھے بخش دے۔ (التوسل وانواعہ از البانی)

اسم اعظم کے وسیلے سے دعا کرنا:

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو سنا

کہ وہ نماز میں اس طرح دعا کر رہا تھا:

((اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ يَا اللهُ الْوَاحِدُ الأَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ أَنْ تَغْفِرَلِي ذُنُوبِي إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ))

اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اے اکیلے اور یکتا اور بے نیاز اللہ' جو نہ جنا گیا اور نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے' کہ تو میرے گناہ بخش دے تو بخشنے والا مہربان ہے۔ (ابوداود' النسائی' احمد)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اس شخص نے اسمِ اعظم کے وسیلے سے دعا مانگی ہے' اور اسمِ اعظم کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے جو کچھ مانگا جائے' وہ عطا فرماتا ہے اور جب اس سے دعا کی جاتی ہے تو وہ قبول فرماتا ہے۔ (ابن ماجہ)

حسن بصری بیان کرتے ہیں: ایک مرتبہ ایک انصاری کو ڈاکو نے جنگل میں گھیر لیا۔ ڈاکو ہر صورت اس کو قتل کرنا چاہتا تھا تاکہ اس کے مال و متاع پر بآسانی قبضہ کر سکے تو انصاری نے یوں دعا کی:

((يَا وَدُودُ يا ذَاالْعَرْشِ الْمَجِيدِ يا فَعَّالُ لِمَا يُرِيدُ أَسْأَلُكَ بِعِزَّتِكَ الَّتِى لا تُرَامُ وَ بِمُلْكِكَ الَّذِي لا يُضَامُ وَ بِنُورِكَ الَّذِي مَلا أَرْكَانَ عَرْشِكَ أَنْ تَكْفِيَنِي شَرَّ هَذَا اللِّصِّ يَا مُغِيثُ أَغِثْنِي))

اے محبت کرنے والے! بزرگ عرش والے! اے جو چاہے سو کرنے والے! میں تیری ہمیشہ رہنے والی عزت اور بادشاہی کے وسیلے سے اور تیرے عرش کے ارکان کو بھرنے والے نور کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس چور (ڈاکو) سے بچا' اے فریاد رس!

میری مدد فرما۔

تو اس نے دیکھا کہ سفید کپڑوں میں ملبوس کوئی گھوڑ سوار آیا اور اس نے ڈاکو کے سینے میں نیزہ مارا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔(الاصابہ جلد 4 صفحہ 184)

چنانچہ یہ بات ثبوت کو پہنچی کہ اللہ تعالیٰ اپنے اسماء حسنیٰ اور صفات جمیلہ و عالیہ کے وسیلے کو پسند فرماتا ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء حسنیٰ کو وسیلہ بنانے کا حکم دیا۔ تمام انبیاء ورسل بھی اپنی حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی کلمات سے پکارا کرتے تھے۔

حضرت ایوب علیہ السلام کی دعا قرآن پاک نے یوں بیان کی:

﴿ ۞ وَأَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥٓ أَنِّي مَسَّنِيَ ٱلضُّرُّ وَأَنتَ أَرْحَمُ ٱلرَّٰحِمِينَ ﴾
[الأنبياء : ٨٣]

اور ایوب کی اس حالت کو یاد کرو جب کہ اس نے اپنے پروردگار کو پکارا کہ مجھے یہ بیماری لگ گئی ہے اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ (الانبیاء:83)

حضرت یونس علیہ السلام نے یوں دعا کی:

﴿ أَن لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّي كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾
[الأنبياء : ٨٧]

بے شک الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود برحق نہیں، تو پاک ہے۔ بے شک میں ظالموں میں ہو گیا۔(الانبیاء:87)

حضرت زکریا علیہ السلام جب بہت بوڑھے ہو گئے اور اولاد پیدا ہونے کی فطری عمر سے گزر گئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ترک کر دیا لیکن مریم علیہا السلام کے سامنے بے موسم پھل دیکھے تو فوراً

خیال آیا کہ اگر اللہ تعالیٰ مریم کو بغیر کسی وسیلے کے بے موسم پھل دے سکتا ہے تو میں بڑھاپے کی وجہ سے اولاد کا سوال کرنا کیوں چھوڑ دوں' چنانچہ یہ خیال آتے ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور کہا:

﴿ رَبِّ هَبْ لِي مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً إِنَّكَ سَمِيعُ الدُّعَاءِ﴾ [آل عمران: ٣٨]

اے پروردگار! مجھے اپنی جناب سے اولاد صالح عطا فرما' بے شک تو دعا سننے اور قبول کرنے والا ہے۔(آل عمران:38)

اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا کے کلمات کا دوسرے مقام پر یوں ذکر فرمایا ہے:

﴿ وَزَكَرِيَّا إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴾ [الأنبياء: ٨٩]

اور زکریا کو یاد کرو جب اس نے اپنے رب سے دعا کی کہ اے میرے پروردگار! مجھے تنہا نہ چھوڑ' تو سب سے بہتر وارث ہے۔(الانبیاء:89)

وہ کھڑے ابھی نماز پڑھ ہی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کو بھیج دیا اور بیٹے یحییٰ کی خوشخبری سنا دی۔اسی طرح حضرت یعقوب' حضرت یوسف' حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی اسماء حسنیٰ کے وسیلے سے دعائیں قرآن پاک میں مذکور ہیں۔

بزرگان دین کی دعاؤں کا راز بھی یہی ہے کہ وہ حلال کمانے اور حلال کھانے کے ساتھ ساتھ اسماء وصفات کے وسیلہ سے دعا کرتے تھے۔

ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے انہی اسماء حسنیٰ کے وسیلے سے دعا کرنی چاہئے۔اللہ تعالیٰ سے سوال اس یقین سے کیجئے کہ دل گواہی دے کہ جو کچھ آپ مانگ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرنے کی کامل قدرت رکھتا ہے۔ایسی رقت طاری کیجئے جس طرح ایک نہایت مجبور' بے بس و بے کس' بھوکا پیاسا' بیمار اور لاغر انسان تمام تر دنیاوی وسائل سے محروم اور ناامید ہو کر اللہ کے حضور اپنی التجا لے کر آخری سہارے کے طور پر کھڑا ہوتا ہے۔

☆ نیک اعمال کو وسیلہ بناتے ہوئے:

نیک اعمال کو وسیلہ بنانا بھی جائز اور مشروع ہے کہ بندہ یوں کہے:

اے اللہ! میں تجھ پر ایمان رکھتا ہوں اور تیرے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں اور ان کا تابعدار ہوں' تو میرے فلاں فلاں نیک عمل کی بدولت میرے گناہ معاف کردے' مجھے معاف کردے' میری حاجت پوری کردے اور میری مشکل حل کردے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دعا کرنا یوں سکھایا:

﴿ رَبَّنَآ إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَـٰنِ أَنْ ءَامِنُوا۟ بِرَبِّكُمْ فَـَٔامَنَّا ۚ رَبَّنَا فَٱغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّـَٔاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ ٱلْأَبْرَارِ ﴾ [آل عمران: ١٩٣]

''اے ہمارے رب! ہم نے ایک منادی کو سنا کہ وہ ایمان کی طرف ندا دے رہا ہے کہ تم اپنے رب پر ایمان لاؤ' پس ہم ایمان لائے۔ اے ہمارے رب! پس تو ہمارے گناہ معاف فرما اور ہماری برائیوں کو ہم سے مٹا دے اور ہماری موت نیک کاروں کے ساتھ کر۔'' (آل عمران:193)

اللہ تعالیٰ اس قسم کے وسیلے بھی پسند فرماتا ہے جو خود اس نے سکھائے:

﴿ رَبَّنَآ ءَامَنَّا بِمَآ أَنزَلْتَ وَٱتَّبَعْنَا ٱلرَّسُولَ فَٱكْتُبْنَا مَعَ ٱلشَّـٰهِدِينَ ﴾

[آل عمران: ٥٣]

''اے ہمارے رب! ہم تیری نازل کردہ کتاب پر ایمان لائے اور تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تابعداری کی۔ (اس وسیلے سے) ہمیں بھی (اپنی وحدانیت کے) گواہوں میں لکھ لے۔'' (آل عمران:53)

اس طرح کی اور بھی بہت سی قرآنی دعائیں معروف ہیں۔

اور وہ حدیث معروف ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تین آدمیوں کا ذکر کیا جو سفر کے دوران بارش سے بچنے کے لئے ایک غار میں جا بیٹھے تھے کہ اچانک اس غار کے دہانے پر ایک بھاری پتھر آن گرا جس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور تینوں مسافر غار میں پھنس کر رہ گئے۔ انہوں نے پتھر کو ہٹانے کی بھرپور کوشش کی لیکن پتھر بہت وزنی تھا' اپنی جگہ سے نہ سرکا۔ لاچار ہو کر آپس میں کہنے لگے کہ پتھر اتنا بھاری ہے کہ اب اللہ کے سوا کوئی ہمیں یہاں سے نکال نہیں سکتا۔ لہٰذا اپنے اپنے صالح اعمال یاد کرو اور انہیں اللہ کے ہاں وسیلہ بناؤ شاید کہ اللہ ہمیں نجات دے دے۔ چنانچہ سب نے باری باری اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی۔

پہلے نے کہا:

اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں بکریاں چراتا تھا ہر شام میں گھر واپس آ کر سب سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ دیتا تھا پھر اپنے بچوں کو دودھ پلاتا تھا اور جب تک والدین دودھ نہ پی لیتے' بچوں کو دودھ نہیں دیتا تھا۔ ایک دن میں بکریاں دور لے گیا' شام کو دیر سے گھر پہنچا تو والدین سو چکے تھے۔ میرے بچے بھوکے میرا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے دودھ دوہا اور پیالہ بھر کر والدین کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ میرے بچے میرے قدموں میں رو رہے تھے لیکن میں نے انہیں اس وقت تک دودھ نہ پلایا جب تک میرے بوڑھے والدین خود بیدار نہ ہوئے اور دودھ پی کر دوبارہ سو نہ گئے۔ اے اللہ! اگر تو سمجھتا ہے کہ میں نے یہ عمل خالص تیری رضا کے لئے کیا ہے تو تو ہم سے پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر تھوڑا سا سرک گیا لیکن وہ نکل نہ سکتے تھے۔

دوسرے نے کہا:

اے اللہ! میں اپنے چچا کی بیٹی کو دنیا و مافیہا سے زیادہ چاہتا تھا لیکن وہ کسی طرح بھی میرے دام فریب میں نہ پھنستی تھی۔ ایک سال اسے بے پناہ غربت نے گھیر لیا' وہ مجبور ہو کر میرے پاس آئی تو میں نے دیناروں کے عوض اسے حرام کاری پر آمادہ کر لیا لیکن جب میں نے قصد کر لیا تو اس نے کانپتے ہوئے کہا کہ اللہ کے بندے! اللہ سے ڈر اور بغیر حق کے مُہر نہ توڑ۔ اے اللہ! میں

تیری ذات سے ڈر گیا اور گناہ سے باز آ گیا اور سارے دینار اسے بخش دیئے۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ گناہ تیرے خوف سے چھوڑا تھا۔ اے اللہ! اس نیک عمل کے ذریعے اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر تھوڑا سا اور سرک گیا لیکن اب بھی وہ باہر نہیں نکل سکتے تھے۔

اب تیسرے نے دعا کرنا شروع کی۔ اس نے کہا:

اے اللہ! میرے ہاں کسی مزدور نے کام کیا۔ میں نے مزدوری دی لیکن اس نے کم سمجھ کر نہ لی اور ناراض ہو کر چلا گیا۔ میں نے اس کی مزدوری کو اپنی تجارت میں شامل کر لیا۔ اس طرح وہ مال بڑھتا رہا۔ کئی سال بعد اس مزدور کو کسی مجبوری نے گھیر لیا تو وہ میرے پاس آیا اور مزدوری مانگنے لگا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے بندے! یہ سب اونٹ' گائیں اور بھیڑ بکریاں جو جنگل میں چر رہی ہیں' تیری ہیں۔ وہ غریب آدمی کہنے لگا۔ ''اللہ کے بندے! مجھ غریب سے مذاق نہ کر۔'' میں نے اس سے کہا: اے اللہ کے بندے' اللہ کی قسم! یہ مذاق نہیں ہے بلکہ یہ تیرا ہی مال ہے جو میں نے تجارت کر کے بڑھایا ہے۔ چنانچہ اس نے سارے کے سارے جانور ہانک لئے اور مجھے کچھ نہ دیا۔ اے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے یہ عمل خالص تیرے لئے کیا ہے۔ تو پتھر ہٹا دے۔ چنانچہ پتھر ہٹ گیا اور تینوں مسافر صحیح سلامت باہر نکل آئے۔ (یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے)

اس صحیح روایت سے معلوم ہوا کہ نیک اعمال کا وسیلہ بھی جائز ہے اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پسند فرمایا ہے۔

☆ نیک آدمی سے دعا کروانا:

نیک آدمی سے دعا کروانا بھی مشروع وسیلہ ہے۔

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک وفد آیا اور کہا کہ اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! خشک سالی نے ہمیں پریشان کر دیا ہے۔ دعا فرمائیں کہ بارش ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے اللہ انہیں بارش عطا فرما۔'' وفد کے رئیس نے کہا: اے اللہ

کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ! اپنے ہاتھ بھی اٹھائیے کیونکہ یہ بہترین اور اعلیٰ طریقہ ہے۔ آپ نے مسکراتے ہوئے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی۔ چنانچہ انہیں واپس جا کر خبر ملی کہ ٹھیک اس وقت یہاں بارش ہوگئی تھی۔ (زادالمعاد)

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمرہ ادا کرنے کے لئے رخصت ہونے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((لَا تَنْسَنَا يَا أخَيَّ فِي دُعَائِکَ))

''اے میرے بھائی! مجھے اپنی دعا میں نہ بھولنا۔'' (ابوداؤد، ترمذی)

اس طرح صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بوقت خشک سالی اور قحط سالی میں آپ سے دعا کے لئے کہتے تو آپ ان کے لئے دعا فرماتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب بھی قحط (خشک سالی) پڑتا۔ آپ حضرت عباس بن عبدالمطلب سے دعا کرواتے اور ان کو منبر پر ساتھ لے جاتے اور کہتے:

((اللّٰهُمَّ إنَّا كُنَّا نَتَوَسَّلُ إلَيْکَ بِنَبِيِّنَا صلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّم فَتَسْقِيَنَا و إنا نَتَوَسَّلُ إليک بِعَمِّ نَبِيِّنَا فَاسْقِنَا))

''اے اللہ! ہم بارش طلب کرنے کے لئے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے تھے تو تو ہمیں بارش عطا کرتا تھا اور اب تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعے تیری طرف وسیلہ پکڑتے ہیں تو ہمیں بارش عطا فرما۔'' (صحیح بخاری)

ایک مرتبہ انہوں نے ان الفاظ میں دعا فرمائی:

((اللّٰهُمَّ إنَّه لَايَنْزِلُ بَلاءٌ إلا بِذَنْبٍ وَلَمْ يُكْشَفْ إلا بِتَوْبَةٍ وَ قَدْ تَوَجَّهَ الْقَوْمُ بِي إليک لِمَكانِي مِنْ نَبِيِّکَ، وَ هٰذِهِ أيْدِينا إلَيْکَ بِالذُّنُوبِ وَ

نَوَاصِینا بِالتَّوْبَةِ فَاسْقِنا الْغَيْثَ)) (فتح الباری جلد 2 ص399)

اے اللہ! کوئی آفت نازل نہیں ہوتی مگر گناہوں کی وجہ سے اور نہیں دور ہوتی مگر توبہ کے ساتھ۔ یہ لوگ مجھے تیرے سامنے (توبہ واستغفار کے لئے) لائے ہیں کیونکہ میں تیرے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا قرابت دار ہوں۔ یہ ہمارے گنہگار ہاتھ تیری طرف بلند ہیں اور ہماری پیشانیاں تیری طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ اے اللہ! ہمیں بارش عطا فرما۔

اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی حضرت یزید بن اسود جرشی مستجاب الدعوات تابعی سے دعا کرواتے اور لوگ بھی ان کے ساتھ ہاتھ اٹھاتے تو فوراً بارش ہو جاتی۔ (ابن عساکر جلد 8 از سلیم بن عامر خبائری)

چنانچہ ہمیں بھی اپنی حاجات کے لئے ان جیسے نیک باعمل علماء دین اور متقی لوگوں سے دعا کے لئے کہنا چاہئے جو قرآن وسنت پر گامزن ہوں۔ یار لوگوں نے ان احادیث اور آثار سے مختلف مفہوم اخذ کئے اور گمراہی کی راہ پر گامزن ہو گئے۔ کم علمی اور جہالت نے ان کو گھیر لیا اور اندھی تقلید میں انہوں نے شریعت گم کر دی۔ حالانکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح اور سیدھی راہ پر گامزن کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

دعا کے اثرات:

انسان عموماً اپنی حاجات کے لئے دعا کرتا ہے اور اس کے فوری نتیجہ کا متمنی ہوتا ہے۔ جب فوری نتیجہ سامنے نہیں آتا تو بے یقینی کا شکار ہو جاتا ہے اور مایوسی کے عالم میں دعا مانگنا ترک کر دیتا ہے' حالانکہ دعا کے بارے میں مسند احمد میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' انسان جب بھی دعا کرتا ہے تو اس کی تین صورتیں ہوتی ہیں:

1. انسان کی حاجت فوری طور پر پوری کر دی جاتی ہے۔
2. دعا کی وجہ سے کوئی آنے والی مصیبت ٹال دی جاتی ہے۔

3. اس کا اجر و ثواب آخرت کے لئے ذخیرہ کر دیا جاتا ہے۔

وہ دعا کیسی جس میں ایمان کا اظہار نہ ہو' جہنم کا خوف اور معافی کی طلب نہ ہو۔ خشوع و خضوع کے بغیر دعا کا کیا مزا ہے؟ بوقت سحر سر بسجود ہو کر استغفار کیجئے۔ اس وقت فضا خوشگوار اور پرسکون ہوتی ہے۔ نفس کے جذبات لطیف ہوتے ہیں۔ استغفار کی صورت میں نفس پاکیزہ اور ضمیر روشن ہوتا ہے۔ روح انسانی اور روح کائنات ہم آہنگ ہوتے ہیں۔ نفس کی محبوس الجھنیں دور ہوتی ہیں۔ صبر کرنے والے' عبادت کرنے والے' صدقہ کرنے والے اور صبح کے وقت استغفار کرنے والے اللہ کی رضا سے سرفراز ہوتے ہیں۔ شدتِ غم میں آنسو بہانا دل کے غسل کا باعث بنتا ہے۔ نالہ نیم شبی اور آہ سحر گاہی سے تاریک دل نور آشنا ہوتے ہیں اور یہی لوگ فی الحقیقت رضائے الٰہی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔

ایک مومن کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ کبھی بھی دعا کے سلسلے میں مایوسی کا شکار نہ ہو۔ دعا ایک عبادت ہے' جو کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے' وہ جانتا ہے کہ اس کے بندے کے لئے کیا چیز فائدہ مند ہے اور کیا نقصان دہ۔ وہ بعض اوقات کچھ عرصہ تک دعا کی قبولیت کو مؤخر کر کے انسان کو موقع فراہم کرتا ہے کہ وہ اور زیادہ دعا کرے۔ اس کی حمد و ثناء اور زیادہ خشوع و خضوع کے ساتھ کرے کیونکہ وہ اپنے بندوں کی ایسی اداؤں کو پسند کرتا ہے۔

وسیلہ کے مسائل

توسل کے لغوی معنی:

ابن الاثیر اپنی کتاب ''النهاية في غريب الحديث والأثر'' میں فرماتے ہیں:

دراصل جس ذریعہ سے کسی شے کا تقرب مقصود ہو، وہ توسل ہے اور اس کی جمع وسائل ہے۔ کہا جاتا ہے: (وَسَلَ إِلَيْهِ وَسِيلَةً وَ تَوَسَّلَ)

اصطلاحی یا شرعی معنی:

توسل کے معنی ہیں وسیلہ۔ جس چیز یا کام کے ذریعے کسی چیز کا حصول ممکن ہو' اسے 'وسیلہ' کہتے ہیں۔ شریعت میں ہر وہ فعل جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کا قرب مقصود ہو' وسیلہ کہلاتا ہے۔

اردو زبان میں 'وسیلہ' کے لئے واسطہ' ذریعہ وغیرہ جیسے ہم معنی الفاظ مستعمل ہیں' جو ہم عام طور پر استعمال کرتے ہیں۔ جب کہ دین اسلام میں لفظ 'توسل' اصطلاحاً استعمال کیا جاتا ہے۔ جس کے معنی ذریعہ' واسطہ اور رابطہ پیدا کر دینے والا' کے طور پر آتے ہیں۔ منہیات ومحرمات کے اجتناب سے اللہ کا قرب حاصل ہوتا ہے' اس لئے منہیات ومحرمات کا ترک قربِ الٰہی کا 'وسیلہ' کہلاتا ہے۔

وسیلہ ایک اہم لفظ ہے لیکن عام طور پر اس کے معنی اور مفہوم کو صحیح طور پر سمجھنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے ایک بہت ہی بنیادی عقیدے کو سمجھنے میں لوگ عموماً غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس لفظ کی اس لئے بھی خاص اہمیت ہے کہ اس کا تعلق عبادت سے ہے۔ عبادت کے سارے کام اللہ تعالیٰ کے لئے ہونے چاہئیں اور اس طریقے کے مطابق ہونے چاہئیں' جن کی طرف

ہماری رہنمائی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ ہمیں یقین رکھنا چاہئے کہ ہماری تمام تر رہنمائی صحیح طور پر صرف قرآن وسنت کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ یہ دونوں حق ہیں۔ اگر ان کو چھوڑ کر کسی اور چیز میں حق کی تلاش کرنے کی کوشش کی جائے گی تو گمراہی میں دور سے دور تر تو نکل سکتے ہیں لیکن حق کا ملنا مشکل ہے۔ ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں وسیلہ اور اس کی مبادیات کی وضاحت پیش خدمت ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَـٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴾ [المائدة : ٣٥]

''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ کی تلاش کرو اور اس کے راستے میں جہاد کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' (المائدہ:35)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو پہلا حکم یہ دیا ہے کہ وہ تقویٰ کی روش اختیار کریں اور تقویٰ یہ ہے کہ احکام بجالائے جائیں اور منکرات کو ترک کر دیا جائے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ ﴾ اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ تلاش کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہی تقرب ہے اور مجاہد رحمہ اللہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ تقرب اسی سے حاصل ہوتا ہے کہ احکام پر اس طرح عمل کیا جائے جس طرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے اور اس سلسلے میں مفسرین کے درمیان کوئی اختلاف رائے نہیں ہے لیکن مشرکین مکہ نے عبادت کا اور ہی طریقہ اختیار کر رکھا تھا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ أُو۟لَـٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ ٱلْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُۥ

وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ﴾ [بنی إسرائيل : ٥٧]

”جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔“ (بنی اسرائیل:57)

امام مسلم اپنی صحیح میں فرماتے ہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا:

”عرب میں ایسے لوگ تھے جو بعض بندوں اور جنوں کی عبادت کرتے تھے اور جو لوگ یہ کام کرتے تھے وہ حقیقتِ حال سے واقف نہیں تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ﴾ (شرح صحیح مسلم، امام نووی) اور امام بخاری نے بھی اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی ہے۔“ (فتح الباری شرح صحیح البخاری)

حافظ ابن حجر عسقلانی مزید فرماتے ہیں:

((فَأَسْلَمَ الْجِنُّ وَ تَمَسَّكَ هٰؤُلاءِ بِدِينِهِمْ))

”جن تو مسلمان ہو گئے مگر ان کے عبادت گذار اپنی روش پر قائم رہے۔“

جو لوگ جنوں کی عبادت کرنے کی روش اپنائے ہوئے تھے۔ (حالانکہ جن اس سے راضی نہ تھے) ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ ہم ان کو اپنے رب کی طرف وسیلہ بناتے ہیں۔

امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((إِنَّ الْوَسِيلَةَ الَّتِي هِيَ الْقُرْبَة تَصْدُقُ عَلَى التَّقْوىٰ وَ عَلَى غَيْرِهَا مِن خِصَالِ الْخَيْرِ التي يَتَقَرَّبُ العِبَادُ بِهَا إِلَىٰ رَبِّهِم))

''وسیلہ جو قرب کے معنی میں ہے تقویٰ اور دیگر خصال پر صادق آتا ہے۔ جن کے ذریعے سے بندہ اپنے رب کا قرب حاصل کرتا ہے۔''

ان تمام روایات سے معلوم ہوا کہ اہل مکہ تقرب الٰہی کے لئے انسانوں اور جنوں کو وسیلہ بناتے تھے' اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ﴿یَبْتَغُونَ﴾ کا لفظ استعمال کیا۔ وہ اپنی دانست میں ان اعمال کو عمل صالح قرار دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا تقرب تلاش کرتے تھے جس طرح قتادہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے۔ (أي: تقربوا... یرضیه) یعنی وہ تقرب حاصل کرنے کی کوشش کرتے یعنی اللہ کو راضی کرتے۔

اسی طرح دوسری آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بعض لوگ عبادت کی بعض قسمیں (مثلاً دعا' ذبیحہ وغیرہ غیر اللہ کے لئے) اس طرح کرتے ہیں کہ وہ ان سے ڈرتے ہیں اور ان سے امید رکھتے ہیں اور ان کی عبادت اس طرح کرتے ہیں کہ گویا وہ عبودیت میں شریک ہیں۔

اہل ایمان ہر نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں۔ جس میں اللہ ہی کی عبادت اور اسی سے مدد مانگنے کا اقرار کرتے ہوئے کہتے ہیں ﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ یعنی ہم صرف تیری (اللہ) ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

اس لئے کسی بھی قسم کی عبادت اللہ کے سوا جائز نہیں۔ یہاں تک کہ تقرب الٰہی مقصود ہو تب بھی نہیں۔ جس طرح مشرکین کا عقیدہ تھا کہ بتوں کی عبادت سے قربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ ﴿مَا نَعْبُدُهم إلاَّ لِيُقَرِّبُونَا إِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ ہم ان کی عبادت صرف اس لئے کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اللہ سے قریب کر دیں۔

دعا بھی وسیلہ ہے:

قربِ الٰہی حاصل کرنے اور اپنی حاجات اپنے رب کے حضور پیش کرنے کا ایک بہترین وسیلہ دعا ہے' جو انتہائی سہل اور ہر وقت ممکن ہے۔ یہی وسیلہ انبیاء و رسل نے اختیار کیا اور اللہ

تعالیٰ کو براہ راست پکارا، جس کی گواہی قرآن وحدیث میں موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ نے زکریا علیہ السلام کی پکار کا قرآن پاک میں یوں ذکر فرمایا:

﴿ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُۥ نِدَآءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّى وَهَنَ ٱلْعَظْمُ مِنِّى وَٱشْتَعَلَ ٱلرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا ﴾ [مريم : ٣، ٤]

''جس وقت اس نے اپنے رب سے خفیہ خفیہ دعا کی تھی کہ اے میرے رب! میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور سر بڑھاپے کی وجہ سے بھڑک اٹھا ہے (یعنی بال سفید ہو گئے ہیں) لیکن میں کبھی بھی تجھ سے دعا کر کے محروم نہیں رہا۔'' (مریم:3-4)

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کو یوں پکارا:

﴿ وَقَالَ إِنِّى ذَاهِبٌ إِلَىٰ رَبِّى سَيَهْدِينِ ۝ رَبِّ هَبْ لِى مِنَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ [الصافات : ٩٩، ١٠٠]

''اور (ابراہیم نے) کہا کہ میں تو ہجرت کر کے اپنے پروردگار کی طرف جانے والا ہوں، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا۔ اے میرے رب! مجھے نیک بخت اولاد عطا فرما۔'' (الصافات:99-100)

یونس علیہ السلام نے اپنے رب کو یوں پکارا:

﴿ لَّآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنتَ سُبْحَٰنَكَ إِنِّى كُنتُ مِنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾ [الأنبياء : ٨٧]

''الٰہی! تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے۔ بیشک میں ظالموں میں ہو گیا۔'' (الانبیاء:87)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں دن میں ستر مرتبہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتا ہوں۔'' (الصحیحۃ:436/3)

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کو یہی تعلیم دے رہے تھے کہ تم بھی یہی عمل کرو۔ چنانچہ یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچی کہ خشوع وخضوع اور احادیث سے ماثور دعاؤں کے الفاظ میں' دعا کو وسیلہ بناتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہئے۔ علاوہ ازیں دعا سے قبل صدقہ و خیرات بھی دعا جلد قبول ہونے کا بڑا وسیلہ بنتے ہیں۔

عصر حاضر میں فرائض کی طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ لوگ حلال حرام کی تمیز بھولتے چلے جا رہے ہیں (الا ما شاء اللہ)' اس لئے وہ دارین کی فلاح کے لئے شارٹ کٹ کی تلاش میں رہتے ہیں کہ خود کچھ کرنا بھی نہ پڑے اور دنیا و آخرت کی کامیابی بھی میسر آ جائے لیکن دین اسلام میں ایسا ہونا ممکن نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی! عمل کر کے آنا' عمل کر کے آنا' آخرت میں میں تیرے کسی کام نہیں آ سکوں گا۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

ایک صحیح حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد مروی ہے:

''جب تم موذن کی اذان سنو تو موذن جیسے کہتا ہے ویسے ہی تم بھی کہو' پھر مجھ پر درود پڑھو' کیونکہ جو مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت بھیجتا ہے' اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ مانگو۔ وسیلہ جنت میں ایک مقام کا نام ہے جو اللہ تعالیٰ کے کسی ایک بندے کو ملے گا' اور مجھے امید ہے کہ میں ہی وہ بندہ ہوں گا۔ پس جس نے میرے لئے وسیلہ کی دعا مانگی وہ میری سفارش کا مستحق ہو گیا۔''

اس حدیث میں جس 'وسیلہ' کا ذکر ہے' وہ اس سے مختلف ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔ مقامِ محمود شفاعت کا وہ اعلیٰ ترین مقام ہے جس پر قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوں گے۔ اسی مقامِ محمود کے حصول کے بعد ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے شفاعت

کی درخواست کریں گے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی بزرگ ہستی کو اللہ کے ہاں بطور وسیلہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس حدیث میں مذکور وسیلہ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ایک مقام اور مرتبہ کا نام ہے جو اب تک کسی کو حاصل نہیں ہوا حتیٰ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نہیں' ہاں آپ کو قوی امید ہے کہ وہ آپ کو ملے گا۔ اسی لئے امت سے فرمایا: کہ تم دعا کرو کہ وہ مقام و مرتبہ مجھے ملے۔

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کسی بزرگ ہستی کو وسیلہ بناتے ہوئے نہیں کرنی چاہئے' ہاں زندگی میں ان سے دعا کی درخواست کی جا سکتی ہے بلکہ ایک عام آدمی سے بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے ہر فرد سے فرما رہے ہیں کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے 'وسیلہ' عطا کئے جانے کی دعا کرنا حالانکہ وہ تو خود کائنات کے تمام انسانوں بلکہ دیگر تمام انبیاء و رسل میں سب سے زیادہ اعلیٰ و ارفع ہیں اور شفیع المذنبین ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی کسی بھی موقع پر کسی پیغمبر کو اپنی دعا میں وسیلہ نہیں بنایا۔ کسی صحابی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہوئے دعا نہیں کی اور نہ کسی صحابی کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس کھڑے ہو کر آپ کے وسیلے سے دعا مانگنے کا ثبوت ہے۔

وسیلہ سے متعلق ائمہ اور بزرگان دین کا موقف:

امام ابن القیم رحمہ اللہ تبعید الشیطان میں فرماتے ہیں:

''عام آدمی پہلے تو بزرگان دین کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتا ہے۔ پھر اگلا مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان سے فریاد کرتا ہے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو۔ مابعد مرحلہ یہ ہوتا ہے کہ یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خزانے اس کے سپرد کر رکھے ہیں' وہ ان سے

فریاد کرکے' ان کے نام کے نذرانے دے کر اسی شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے جس میں ابوجہل اور دیگر مشرکین مکہ گرفتار تھے۔"

امام ابوحنیفہ' امام ابویوسف اور امام محمد بن حسن شیبانی رحمہم فرماتے ہیں:

((يُكْرَه أن يَقُولَ الرَّجُلُ أسْأَلُكَ بِحَقِّ فُلانٍ أو بِحَقِّ أنْبِيَائِكَ وَ رُسُلِكَ وَ بِحَقِّ بَيتِ الْحَرامِ وَ الْمَشْعَرِ الْحَرَام إذْ لَيْسَ لِاحَدٍ عَلَى اللّٰهِ حَقٌّ))

"کسی آدمی کا اس طرح دعا مانگنا مکروہ ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے فلاں کے وسیلے یا انبیاء ورسل کے وسیلے سے اور بیت اللہ یا مشعر الحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر (حتمی اجابت کا) کوئی حق نہیں۔" (شرح فقہ اکبر: ص 61)

کتاب الہدایہ میں ہے:

"اور کسی آدمی کا اپنی دعا میں یہ کہنا مکروہ ہے کہ فلاں کے وسیلے سے یا نبیوں اور رسولوں کے وسیلے سے یہ سوال کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر (حتمی اجابت کا) کوئی حق نہیں۔" (الہدایہ: 473)

فقہ حنفی کی مبسوط کتاب البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں امام ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((لا يَجُوزُ أنْ يَقُولَ بِحَقِّ فُلانٍ وَ كَذا بِحَقِّ أنْبِيَائِكَ وَ أوْلِيائِكَ وَ رُسُلِكَ وَ الْبَيْتِ الْحَرامِ وَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ لِانَّه لا حَقَّ لِلْمَخْلُوقِ عَلَى الْخالِقِ وَ إنَّمَا يَخُصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشاءُ مِنْ غَيْرِ وُجوبٍ عَلَيه))

"اس طرح کہنا جائز نہیں کہ میں فلاں کے وسیلے سے' اس طرح تیرے رسول اور تیرے ولیوں اور رسولوں' بیت اللہ اور مشعر الحرام کے وسیلے سے دعا کرتا ہوں کیونکہ مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں۔ وہ اپنی رحمت سے بغیر کسی وجوب کے جس کو چاہے (اجابت دعا کے لئے) خاص کر لے۔" (البحر الرائق جلد 8 ص 20)

فقہ حنفی کی مایہ ناز کتاب الدر مختار میں حنفی بزرگوں کا ارشاد ملاحظہ ہو:

((وَ اعْلَمْ اَنَّ النَّذر الّذِی یَقَعُ إلَی الأمْواتِ مِنْ أکْثَرِ الْعَوامِّ وَمَا یُؤْخَذُ مِنَ الدَّراھِم وَ الشَّمْع وَ الزَّیت وَ نَحْوِھَا إلی ضَرائح الأوْلِیاء الْکِرام تَقَرُّبًا إلَیْھِم فَھُوَ بَاطِلٌ وَ حَرامٌ بِالإجْماع))

''جان لو کہ عوام کی وہ نذریں اور نیازیں جو فوت شدہ بزرگوں کے نام پر دیتے ہیں اور درہم، شمع، تیل اور اسی طرح کے دیگر نذرانے جو وہ اولیاء کرام کے آستانوں پر دیتے ہیں وہ بالاتفاق باطل اور حرام ہیں۔'' (الدرالمختار، ص: 131)

اس عبارت کی شرح میں علامہ ابن عابدین حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان کے باطل اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ:

1. وہ نذرانے مخلوق کے نام پر نذریں ہیں اور مخلوق کے نام پر نذر جائز نہیں کیونکہ نذر عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کے لئے ہے، مخلوق کے لئے نہیں۔
2. جس کے نام پر نذر دی گئی، وہ فوت شدہ ہے جو کسی چیز کا مالک نہیں ہوتا۔
3. نذر دینے والوں نے یہ سمجھ کر دی ہے کہ یہ بزرگ نفع ونقصان کا اختیار رکھتے ہیں اور یہ اعتقاد کفر ہے۔ (الدرالمختار، ص: 131)

الدرالمختار جلد دوم میں ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اللہ کو اس کے (اسماء وصفات کے سوا) کسی کی ذات کے واسطہ سے پکارے۔ جس چیز کا حکم ہے وہ صرف اللہ کے اس قول سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ کے اچھے اچھے نام ہیں تم ان کے وسیلے سے اللہ کو پکارو۔''

ان مختصر حوالہ جات سے یہ بتانا مقصود تھا کہ اکثر لوگ 'وسیلہ' کے مفہوم میں غلط فہمی کا شکار ہیں اور وسیلہ سے مراد جو لیا جاتا ہے' وہ یقیناً غلط ہے۔ وہ اس تلاش میں رہتے ہیں کہ کوئی آسان راستہ میسر آ جائے' خود عمل نہ کرنا پڑے۔ اپنے معمولات سے بھی نہ ہٹنا پڑے اور کام بھی بن جائے۔ ایسے لوگوں کو اس مسئلہ پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنا چاہئے۔ جنت کا وعدہ یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے کر رکھا ہے لیکن اس کی شرط یہ ہے کہ اتباع سنت میں زندگی بسر کی جائے۔ دین کے تمام معاملات کے لئے صرف اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف دیکھا جائے کہ وہ کیا ارشاد فرما رہے ہیں۔ جب دین کے معاملے میں دوسروں کو بھی اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام پر لا کھڑا کریں گے تو پھر کام کیسے بنے گا؟ جنت تو اللہ تعالیٰ کی ہے' وہ صرف اسے ہی ملے گی' جس کی سفارش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ جب رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی قیامت کے روز سفارش کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ: ''اے فرشتو! ان کو دور لے جاؤ' ان کو دور لے جاؤ' انہوں نے دین میں بدعات جاری کر دی تھیں۔'' تو پھر کیا بنے گا؟ صرف اس وقت سے اور اس مقام سے ڈرنا ہے۔ جو شخص اس وقت سے ڈر گیا' ان شاء اللہ کامیابی حاصل کر لے گا' شرط صرف یہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کے مقام کے ساتھ کسی اور کو مد مقابل کھڑا نہ کیا جائے۔ ان کی عزت و توقیر اسی میں ہے۔ محبت کا دعویٰ وہی سچا ہے جو اتباع کے ساتھ ہو۔

توحید کی اقسام

توحید کا لغوی معنی کسی چیز کو ایک بنانا اور اس کا شرعی مفہوم اللہ تعالیٰ کو اپنی ذات وصفات میں یکتا سمجھنا ہے۔توحید کی ضد 'الإشراک باللّٰہ' یعنی اللہ کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو بھی حصہ دار سمجھنا ہے۔'الإشراک باللّٰہ' کو مختصر الفاظ میں 'شرک' بھی کہا جاتا ہے۔توحید کے اثبات سے شرک کا رد از خود ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے احکامات کو دل و جان سے تسلیم کرنا' ان کی اتباع اور تعظیم کرنا توحید کے بنیادی تقاضے ہیں۔توحید اور اس کی اقسام کو سمجھے بغیر دین کے ان بنیادی تقاضوں کو پورا نہیں کیا جا سکتا' اس لئے ضروری ہے کہ ان کا علم حاصل کیا جائے۔

توحید کی عام طور پر تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔

1. توحید الوہیت 2. توحید ربوبیت 3. توحید اسماء وصفات

1۔ توحید الوہیت:

توحید الوہیت یہ ہے کہ بندے کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کے لئے خالص کر دیئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات عبودیت وعظمت اور تقدس و کمال میں یکتا شمار کیا جائے۔عبودیت' اطاعت اور عجز و نیاز کے جتنے کام ہیں' سب اللہ وحدہ لاشریک کے لئے خاص کئے جائیں۔جن میں سجدہ و رکوع' نذر و نیاز' ذبیحہ و قربانی اور دعا و استغاثہ غرض تمام امور عبادت اس کے لئے مختص ہوں' اس کے سوا کسی پر اعتماد اور توکل کا شائبہ بھی نہ آنے پائے۔اسی ذات باری کو نفع و نقصان کا واحد مدبر اور تمام عالم اسباب کا موجد مانا جائے۔وہ ہر عیب سے پاک ہے۔وہ جو چاہے' کرتا ہے۔اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔وہ سب سے پوچھ سکتا ہے' اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔وہ ہر کام میں رکاوٹ ڈال سکتا ہے' اس کے کام میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اور اس

کی اس جیسی بے شمار صفات ہیں۔

2۔ توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس کے تمام افعال میں ایک مانا جائے۔اس کے تمام افعال میں کسی کو شریک نہ مانا جائے۔اللہ تعالیٰ کے افعال دو چیزوں میں کارفرما ہوتے ہیں۔ایک تخلیق میں اور دوسرے تدبیر میں۔یعنی یہ ایمان رکھنا کہ یہ جس قدر کائنات ہے' اس کی تخلیق اور اس کا نظام چلانے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔اللہ تعالیٰ جو رب کائنات ہے' یعنی وہ پیدا کرنے والا' پرورش کرنے والا اور نظام کائنات کو چلانے والا ہے۔علماءِ عقیدہ توحید ربوبیت میں تخلیق اور تدبیر کو ایک ساتھ اکٹھا بیان کرتے ہیں کیونکہ لوگ اللہ تعالیٰ کو خالق کائنات تو تسلیم کرتے ہیں لیکن تدبیر اور اس نظام کار کو چلانے کا معاملہ وہ غیر اللہ میں تقسیم کر دیتے ہیں۔

3۔ توحید اسماء وصفات:

توحید اسماء وصفات سے مراد اللہ تبارک وتعالیٰ کے وہ تمام بابرکت نام اور صفات جو قرآن مجید سے ثابت ہیں۔جیسے چہرہ' آنکھ' ہاتھ' پنڈلی' آنا جانا' عرش پر استوی ہونا یا جنہیں اللہ تعالیٰ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) نے بیان فرمایا ہے۔جیسے اللہ تعالیٰ کا آسمانِ دنیا پر اترنا اور ہنسا وغیرہ' بغیر کسی تحریف وتعطیل اور تشبیہ وتمثیل کے تسلیم کی جائیں۔اس کی کوئی مثل ہے نہ مثال اور نہ اس کی ذات سے کسی کو تشبیہ دی جا سکتی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَيْسَ كَمِثْلِهِۦ شَىْءٌ ۖ وَهُوَ ٱلسَّمِيعُ ٱلْبَصِيرُ ﴾ [الشوریٰ: ۱۱]

کوئی چیز اس کی مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔(الشوریٰ:11)

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر رات آسمان دنیا پر نازل ہوتا ہے۔یعنی اس طریقے سے نازل ہوتا ہے جو اس کے شایان شان ہے۔(لیکن اس کے نازل ہونے کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی)۔

قرآن پاک کے آغاز میں سورۃ الفاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اسماء حسنیٰ کا تذکرہ یوں فرمایا:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴾ [الفاتحة: ٢-٤]

تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں جو رحم کرنے والا ہے' نہایت مہربان ہے' قیامت کے دن کا مالک ہے۔ (الفاتحہ: 2۔4)

اللہ تعالیٰ نے سورۃ الفاتحہ میں اپنی حمد وثناء کے بعد اپنی ربوبیت کا ذکر فرمایا اور پھر رحیم ورحمٰن ہونے کے ذکر کے ساتھ ساتھ دنیا میں جن کے ساتھ ظلم وزیادتی ہوئی ان کی تسلی وتشفی کے لئے فرمایا: میں ﴿مَـٰلِكِ يَـوْمِ الـدِّيـن﴾ ہوں۔ اس دن میں ہر ایک کے ساتھ پورا پورا انصاف کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی معاش اور معیشت کا بندوبست کیا اور ہر قسم کے نفع ونقصان کو اپنے ہاتھ میں رکھا اور اس صفت میں وہ بالکل یکتا ہے۔ وہ رحمٰن اور رحیم ہے۔ اس کی رحمت سے بارش ہوتی ہے۔ اس کی رحمت سے پانی بہتا ہے جس پر تمام مخلوقات کی حیات کا دارومدار ہے۔

اس ذات نے اپنے نام کو متعارف کرانے کے لئے رسالت قائم کی' انبیاء ورسل مبعوث کئے جنہوں نے ہمیں اس ذات کا تعارف کرایا۔ اللہ تعالیٰ کے ہر صفاتی نام میں اس کی مکمل قدرت پنہاں ہے' جس طرح کا صفاتی نام ہو اسی طرح کی توحید میں وہ مکمل صفت کے ساتھ جلوہ گر بھی ہے' گویا وہ تمام اسماء اپنے اندر ایک جامع نظام رکھتے ہیں۔

احادیث میں توحید اسماء وصفات کی دلیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي اَعُوذُ بِرِضَاکَ مِنْ سَخَطِکَ وَ بِمُعَافَاتِکَ مِنْ عَقُوْبَتِکَ وَبِکَ مِنْکَ لَا اُحْصِي ثَنَاءً عَلَيْکَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِکَ))

اے اللہ! میں تیری رضا کے وسیلے سے تیرے غصہ سے پناہ مانگتا ہوں۔ تیری بخشش کے وسیلے سے تیرے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔ اور (میں ہر معاملے میں) تجھ سے ہی پناہ

مانگتا ہوں۔ میں تیری حمد وثناء کرنے کی طاقت نہیں رکھتا' تیری تعریف ویسی ہی ہے جیسی تو نے خود اپنی تعریف کی۔ (مسلم)

اُم المومنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا: کیا میں تجھے چند کلمات نہ سکھاؤں جو تم کہہ لیا کرو' وہ تمہارے لئے کافی ہوں گے۔ وہ کلمات یہ ہیں۔

((سُبْحَانَ اللّٰهِ عَدَدَ خَلْقِهِ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰهِ رِضَا نَفْسِهِ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰهِ زِنَةَ عَرْشِهِ)) تین بار

((سُبْحَانَ اللّٰهِ مِدَادَ كَلِمَاتِهِ)) تین بار

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات والے کلمات کو بہت تھکا دینے والے درود و وظائف کی مقابلے میں کافی قرار دیا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو دیکھا جسے صفات الٰہی کے بارے میں ایک حدیث سن کر یوں کپکپی آ گئی کہ گویا اسے یہ حدیث اچھی نہیں لگی اور وہ اسے اجنبی سا محسوس کر رہا ہے (گویا انکار کر رہا ہے) یہ منظر دیکھ کر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا:

''ان لوگوں کا ڈر عجیب ہے کہ اللہ کی محکم آیات سن کر ان پر رقت طاری ہو جاتی ہے اور متشابہ آیات سن کر (اور نہ مان کر) ہلاکت میں پڑتے جا رہے ہیں۔''

اس شخص نے اس حدیث کو اجنبی سا محسوس کیا اور سن کر کانپ گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے یہ سمجھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں مخلوق کے ساتھ مماثلت اور تشبیہ پائی جاتی ہے۔ اسی مماثلت اور تشبیہ کا تصور اس کے ذہن میں آنے سے اس کے دل میں اس صفت الٰہی کا خوف اور ڈر پیدا ہو گیا' حالانکہ ہر مسلمان مرد وعورت پر واجب ہے کہ وہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت' قرآن وحدیث میں پڑھے یا سنے تو اس کا وہی مفہوم لے جو دیگر صفات کا لیا جاتا ہے۔

اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات کو اس طرح سے ثابت کیا جائے کہ اس میں مخلوق کے ساتھ کسی طرح سے کوئی تشبیہ اور تمثیل نہ دی جائے اور نہ ہی اس کی کوئی کیفیت بیان کی جائے۔

(صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوما ... رقم 127) میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس بات کی دلیل ہے کہ بعض علمی باتیں ہر کسی کو بتانے کے قابل نہیں ہوتیں۔ مثلاً وہ دقیق مسائل جنہیں سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہ ہو، ان کے بارے میں عوام سے یہی کہا جائے گا کہ وہ ان پر اجمالی طور پر ایمان رکھیں۔ ہر مسلمان خصوصاً اہل علم پر واجب اور ضروری ہے کہ وہ لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کے منکر نہ بنائیں۔ یعنی لوگوں سے ایسی باتیں ہرگز بیان نہ کریں جنہیں سمجھنے سے وہ بالکل قاصر ہوں اور ان کی علمی استطاعت وہاں تک رسائی نہ کر سکتی ہو، جس کے نتیجہ میں وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو جھٹلانے والے اور ان کی تکذیب کرنے والے بن جائیں۔

☆☆☆☆☆

اسماء وصفات سے استفادہ کس طرح کیا جائے

1. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبری کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اسماء کا ذکر کیا جائے۔

2. ان اسماء کے معانی یاد کیے جائیں اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

3. اللہ تعالیٰ کے ان اسماء وصفات کے واسطہ سے دعا کی جائے۔

4. قرآن پاک میں انبیاء کے حوالے سے بہت سی دعاؤں کا ذکر ہے' جو انہوں نے اپنی حاجات کے لئے مانگیں۔اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف قبولیت اس طرح بخشا کہ ان کا ذکر قرآن کریم میں بھی کر دیا۔ہمیں چاہیے کہ قرآن کریم کے انہی الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کریں جو اسماء وصفات والے ہیں۔

5. رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ماثور اسماء وصفات والی دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے۔غیر شرعی درود اور وظائف سے اجتناب کیا جائے' اسی طرح غیر شرعی حلقہ جات اور محافل میں شرکت سے اجتناب کرنا چاہیے۔

الحاد فی الاسماء والصفات

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا ایسا مفہوم مراد لینا جو حقیقت کے برعکس اور اللہ تعالیٰ کے حق میں نامناسب ہو' الحاد فی الاسماء والصفات کہلاتا ہے۔

الحاد فی الاسماء والصفات کی مختلف صورتیں:

الحاد فی الاسماء والصفات کی چار مختلف صورتیں ہیں۔ان میں سے بعض کفر ہیں اور بعض بدعت۔

1. باطل معبودوں کے نام اللہ تعالیٰ کے ناموں جیسے رکھنا۔جیسے الٰہ سے لات اور العزیز سے العزیٰ وغیرہ۔

2. یوں کہنا کہ اللہ تعالیٰ بھی صاحبِ اولاد ہے۔ جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا قرار دے دیا۔

3. اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء وصفات کا یا ان میں سے بعض کا انکار کرنا۔ جس طرح غالی جہمیہ اللہ تعالیٰ کے لئے اس کے نام 'اللہ' کے علاوہ کسی بھی نام یا صفت کو نہیں مانتے۔

4. اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے بارے میں مسلک حق سے عدول واعراض کر کے ان کا ایسا مفہوم مراد لینا جس کی شرعی طور پر قطعاً اجازت نہیں۔

اسماءِ حسنیٰ کا احترام:

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کا مکمل احترام کرنا لازم اور ایمانی تقاضا ہے۔ اگر چہ یہ نام دوسروں کے لئے استعمال کرتے وقت ان کا معنی مقصود نہ بھی ہو۔ جیسے کسی شخص کے نام عبدالرحمٰن کو مہمل نام مانی اور عبدالرزاق کو 'رزاقی' وغیرہ کہنا۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کے احترام کے پیش نظر اگر غلط اور شرکیہ نام یا کنیت رکھ لی گئی ہو تو اسے تبدیل کر دینا چاہئے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوالحکم کی کنیت تبدیل کر کے ابوشریح رکھی۔

اسماء وصفات کا احترام بسا اوقات مستحب اور بعض صورتوں میں واجب ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء کے احترام کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی بے حرمتی نہ کی جائے اور وہ نام مخلوق میں سے کسی کے نہ رکھے جائیں۔ جیسے کسی کو یہ لائق نہیں کہ وہ اپنا نام 'رب' رکھے۔ ہاں عبدالرب نام رکھا جا سکتا ہے۔ اسی طرح نام عبدالرحمٰن یا عبدالرزاق کو بعض لوگ صرف رحمٰن، رحمٰن یا رزاق، رزاق کہتے رہتے ہیں، یہ کہنا غلط ہے بلکہ پورا نام عبدالرحمٰن، عبدالرزاق کہنا چاہئے۔ اسی طرح کے اور بھی بعض نام ہیں جنہیں پکارتے ہوئے احتیاط سے کام لینا چاہئے۔

اسماء وصفات سے متعلق اصول وضوابط

ذیل میں ان اصول وضوابط کا تذکرہ ہے جو اسماء وصفات سے متعلق قرآن وسنت سے ثابت ہیں۔

پہلا اصول: اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات موجود ہیں:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ﴾ [الأعراف : ١٨٠]

اور اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں تو اس کو انہی ناموں سے پکارو۔(الاعراف:180)

﴿ قُلِ ادْعُوا اللَّهَ أَوِ ادْعُوا الرَّحْمَٰنَ أَيًّا مَا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴾

[الإسراء : ١١٠]

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ تم اللہ تعالیٰ کو اللہ کہہ کر پکارو یا رحمٰن کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اس کے تو سب نام اچھے ہیں۔ (الاسراء:110)

﴿ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴾ [طه : ٨]

اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اس کے اچھے اچھے نام ہیں۔(طہ:8)

مذکورہ آیات کی روشنی میں یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے نام ہیں اور ہمیں اس ذات باری تعالیٰ کو ان ناموں سے پکارنے کا حکم ملا ہے۔

دوسرا اصول: اللہ تعالیٰ کے تمام نام توقیفی ہیں:

توقیفی سے مراد وہ امور جو انسانی عقل سے ماوراء ہوں اور جن کی خبر قرآن وحدیث کے بغیر

ممکن نہ ہو۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے تمام نام صرف اور صرف قرآن و حدیث میں بیان کردہ ہی صحیح ہیں۔ باقی نام شرکیہ اور بدعات پر مشتمل ہوں گے۔

انسانی شعور میں وہی باتیں آ سکتی ہیں جن کا علم قرآن وحدیث کے ذریعے اس تک پہنچا' یا وہ اپنے مشاہدے اور احساسات سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کا مشاہدہ اور اس کی ہیئت کا ادراک انسانی شعور سے ماوراء ہے۔ اس لئے اس کے توقیفی ناموں کا ادراک بھی انسانی فہم کی حدود سے باہر ہے۔ جس کی گواہی قرآن یوں دیتا ہے:

﴿ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِۦ عِلْمٌ ﴾ [الإسراء: ٣٦]

جس بات کی تجھے خبر ہی نہ ہو اس کے پیچھے مت جا۔ (الاسراء:36)

﴿ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ ٱلْفَوَٰحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَٱلْإِثْمَ وَٱلْبَغْيَ بِغَيْرِ ٱلْحَقِّ وَأَن تُشْرِكُوا۟ بِٱللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِۦ سُلْطَٰنًا وَأَن تَقُولُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [الأعراف: ٣٣]

آپ فرما دیجئے کہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے ان تمام فحش باتوں کو جو علانیہ ہیں اور جو پوشیدہ ہیں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو' کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔ (الاعراف:33)

مزید فرمایا:

﴿ قُلْ ءَأَنتُمْ أَعْلَمُ أَمِ ٱللَّهُ ﴾ [البقرة: ١٤٠] کیا تم زیادہ جانتے ہو یا اللہ تعالیٰ؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ہمیں صرف ان ناموں سے آگاہ فرمایا جو آپ تک وحی کی کسی بھی شکل میں پہنچے اور حقیقت میں:

﴿ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ﴾ [النجم : ۳-٤]

''اور وہ (اپنے دل کی) خواہش سے (کبھی) بات نہیں کرتا اس کی تو ہر بات وحی ہے جو اس کی طرف اتاری جاتی ہے۔''(النجم:4,3)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہی نہیں کہ وہ ایسی بات کہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ کہی گئی ہو۔ جس کی قرآن نے بھی گواہی دی ہے۔ چنانچہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں' جو ان کے سوا ہوں گے' وہ باطل ہیں۔

تیسرا اصول: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء کی تعداد 99 بیان فرمائی:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسماء کی تعداد 99 بیان فرمائی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِينَ اسْمًا مِائَةً غيرَ وَاحِدَةٍ مَنْ أحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ))

''بیشک اللہ تعالیٰ کے 99 نام ہیں ایک کم سو۔ جو ان کی حفاظت کرے گا' جنت میں داخل ہوگا۔''(جامع ترمذی)

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے صرف اس قدر ہی نام ہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا ذکر کرنے کی خاطر یہ تعداد بیان فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور دعا یوں ہے:

((أسألُکَ بِکُلِّ اسم هُوَلَکَ سَمَّيْتَ بِهِ نفسَکَ او أنزَلتهَ فِي كِتَابِکَ اوعلَّمتَه احدا منْ خَلقِکَ او استَأثرتَ بِه فِي عِلْمِ الغَيْبِ عِنْدَکَ))

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو نام تو نے اپنی ذات کے

بیان کر دیئے یا اپنی کتاب میں نازل فرما دیئے یا اپنے کسی بندے کو بطور خاص سکھا دیئے یا جن ناموں کو تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔'' (احمد ابن حبان والحاکم)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ لا تعداد ہیں، جن سے اس کی مخلوق اس کو پکارتی ہے۔ البتہ بعض نام اللہ تعالیٰ نے اپنے بعض خاص بندوں کو ہی بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۚ ﴾

[الأعراف: ١٨٠]

''اللہ تعالیٰ کے اچھے اچھے نام ہیں۔ پس انہی ناموں سے اس کو پکارو اور ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اللہ کے ناموں میں کجروی اختیار کرتے ہیں۔'' (الاعراف:180)

چوتھا اصول: اللہ تعالیٰ کے تمام ناموں کا علم نہیں دیا گیا:

کنز العمال میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث ہے، جس میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دعا سنی تھی:

((اللّٰهُمَ إنّی اسألُکَ بِاسْمائکَ الْحُسْنٰی، مَا عَلِمْتُ مِنْهَاوَمَالَمْ أعلَمْ، وَبِاسْمِکَ الْعَظِیمِ الأعظم، وَ بِاسْمِکَ الکَبیرِالأکْبَر))

''اے اللہ! میں تجھ سے تیرے ناموں کے واسطے سے، جو سب پیارے ہیں، سوال کرتی ہوں۔ جن ناموں کو ہم جانتے ہیں اور جن ناموں کو ہم نہیں جانتے (ان کے واسطے سے بھی) اور تیرے سب سے عظیم اور سب سے بڑے نام کے واسطے سے۔'' (کنز العمال)

ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دعا فرمائی:

((أسألُکَ بِکُلِّ اسمٍ هُوَلَکَ سَمَّیْتَ بِهِ نفسَکَ او انْزَلْتَهَ فِی کِتَابِکَ اوعلَّمتَه أحدا منْ خَلْقِکَ او اسْتَأثَرْتَ بِهِ فِی عِلْمِ الغَیْبِ عِنْدَکَ))

''یا اللہ! میں تجھ سے تیرے ہر نام کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں جو نام تو نے اپنی ذات کے بیان کر دیے یا اپنی کتاب میں نازل فرما دیے یا اپنے کسی بندے کو بطور خاص سکھا دیے یا جن ناموں کو تو نے اپنے خزانہ غیب میں محفوظ رکھا ہوا ہے۔'' (احمد والحاکم)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے تھے:

((لَا يُوصَفُ اللّٰهُ إلا بِمَا وَصَفَ بِهِ نَفْسَهُ أوْ وَصَفَهُ بِهِ رَسُولُهُ لَا يُتجاوَزُ الْقُرآنُ وَ الْحَدِيثُ))

''اللہ تعالیٰ کی صرف وہی صفات بیان کی جائیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے بیان کر دی ہیں اور اس سلسلہ میں قرآن و حدیث سے بالکل تجاوز نہ کیا جائے۔'' (شرح العقیدہ الواسطیہ ص 20)

ان احادیث و آثار کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات محض 99 کے عدد میں محصور نہیں ہیں بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں جن کی خبر ہمیں نہیں دی گئی۔

شیخ محمد الامین الشنقیطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((اعْلَمْ أنَّ كَثْرَةَ الْخَوْضِ وَ التَّعَمُّقِ فِي الْبَحْثِ فِي آيات الصِّفاتِ وَ كَثْرَةِ الأسْئِلَةِ فِي ذٰلِكَ الْمَوْضُوعِ مِن الْبِدَعِ الَّتِي يَكْرَهُهَا السَّلَفُ))

''بے شک جان لو کہ اللہ تعالیٰ کی صفات پر مشتمل آیات کریمہ میں بہت زیادہ غور و خوض کرنا اور گہرائی میں جانے کی کوشش کرنا اور اس سلسلے میں سوال و جواب کرنا ان بدعات میں سے ہے جسے سلف صالحین نے ناپسند فرمایا ہے۔'' (منہج و دراسات آیات الاسماء والصفات ص 9)

چنانچہ ضروری ہے کہ ہم صرف انہی ناموں کو پڑھنے اور سمجھنے پر اکتفا کریں جو قرآن و حدیث کے ذریعے سے معلوم ہوئے۔

بعض اسماء حسنیٰ کے بارے میں محدثین کی رائے

جیسا کہ ہم نے 'عرض مؤلف' میں واضح کیا تھا کہ ترمذی شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں جو اسماء حسنیٰ دیئے گئے ہیں' وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں اور نہ ان کی اسناد صحیح ہیں۔ ہاں محدثین نے قرآن کریم اور احادیث میں سے متفرق ناموں کو یکجا کر دیا ہے۔ اسی بنا پر بعض محدثین نے اسے قوی تسلیم نہیں کیا۔ کسی نے کہا کہ اس کی روایات میں اضطراب ہے۔ کسی نے ان روایات کے الفاظ میں اختلاف کیا اور کہا کہ یہ بعد کی باتیں ہیں۔ انہیں ائمہ میں سے:

1. امام ترمذی رحمہ اللہ ہیں۔ جنہوں نے سنن (3507) میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ ان (اسماء) کی اسناد صحیح نہیں ہے۔

2. بیہقی نے الاعتقاد میں کہا کہ اس میں شدید اختلاف ہے۔ اس احتمال کی بنا پر امام بخاری اور مسلم نے ان (اسماء) کو ترک کر دیا۔

3. ابن حزم نے ''المحلی'' (31/8) میں کہا کہ 99 اسماء والی حدیث میں اضطراب ہے۔ ان میں سے کوئی چیز حقیقتاً ثابت نہیں۔

4. الداودی نے ''فتح الباری'' (217/11) کے حوالہ سے کہا: یہ بات پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مذکورہ اسماء کی تعیین کی ہو۔

5. دیکھئے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا فتاویٰ (3؟2/6)(96/8)(482/22)

6. دیکھئے ''تفسیر ابن کثیر'' (269/2)

7. دیکھئے ابن حجر کی ''فتح الباری'' (215/11-217)

8۔الجونی کا ایک قول ''الارشاد'' میں ہے جسے شیخ سلیمان بن عبداللہ نے ''تیسیر العزیز الحمید'' (ص:643) میں نقل کیا ہے اور شیخ عبداللہ بن عبدالعزیز بن باز نے اپنی بعض کتب میں' شیخ البانی نے ''المشکاۃ'' کے حاشیہ (708/2) میں' شیخ صالح العثیمین نے'' قواعد المثلی'' (ص18) میں عبدالقادر الارناؤوط نے'' جامع ابن الاثیر'' (185,184/4) کے حاشیہ میں لکھا کہ ان اسماء کی گنتی صحیح نہیں' چنانچہ ان اسماء کو ان اشیاء میں شامل کرنا چاہئے جو صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ بعض لوگ ان اسماء کے علاوہ بھی بعض ایسے اسماء شمار کرتے ہیں جن کی اصل معدوم ہے۔

شیخ صالح بن عبداللہ العصیمی نے اس موضوع پر ایک کتاب ''الإنبـاء إلـى مـا لـيـس من أسـماء الله ''لکھی جس میں 92 اسماء کا ذکر کیا اور جنہیں ائمہ' مفسرین' محدثین اور لغات کے حوالہ جات سے ثابت کیا کہ یہ اسماء صحیح نہیں ہیں۔ ذیل میں ہم ان اسماء کی فہرست دے رہے ہیں' جنہیں شیخ صالح بن عبداللہ العصیمی نے اپنی کتاب میں شمار کیا۔

آتی ۔ آخذ ۔ أب ۔ أبد۔ ازلی ۔ باطش ۔ الباقی ۔ التام ۔ الجائی ۔ الجسم ۔ الجوہر ۔ حابس الفیل ۔ الحنان ۔ حنین ۔ الدائم ۔ الداری ۔ دلیل ۔ الدھر ۔ دیموی ۔ رحوم ۔ الرشید ۔ ساتر ۔ ستار ۔ السامع ۔ السریع ۔ الشائی ۔ الشیء ۔ الصاحب ۔ الصانع ۔ الضار ۔ الطالب ۔ عارف ۔ العاطی ۔ العالم ۔ العال ۔ عقل ۔ علۃ فاعلۃ ۔ عوین ۔ فاعل ۔ الفاتن ۔ الفالق ۔ فرد ۔ الفضیل ۔ فعال ۔ القائم ۔ القدیم ۔ الکامل ۔ ماجد ۔ الماکر ۔ المبدی ۔ المتحیز ۔ المتوفی ۔ المتولی ۔ المثل الاعلی ۔ محدود ۔ المخادع ۔ المخرج ۔ المدبر ۔ المربی ۔ المرسل ۔ المرکب ۔ المرید ۔ المستولی ۔ المستوی ۔ المضل ۔ المعبود ۔ المعلم الاول ۔ المعین ۔ المغیر ۔ المغیث ۔ المفتی ۔ المقصود ۔ الممسک ۔ المنتقم ۔ المنعم ۔ المنیع ۔ الموجب ۔ الموجود ۔ المیسر ۔ النازل ۔ الناصر ۔ الناظر ۔ النافع ۔ النور ۔ الھادی ۔ ھو ۔ الھوی ۔ واجب الوجود ۔ الواجد ۔ الواقی ۔ الوحید ۔

☆☆☆

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی اقسام

اللہ تعالیٰ کے کچھ اسماء لازم ہیں اور کچھ متعدی۔ ان اسماء وصفات کو سمجھنے کے لئے کچھ بنیادی قواعد بیان کئے جاتے ہیں تاکہ معنی ومفہوم سمجھنے میں آسانی ہو۔

اللہ تعالیٰ کے لازم نام:

لازم وہ چیز کہلاتی ہے جو ایک شخصیت تک محدود ہے۔ مثلاً زید نے کھانا کھایا.... کھانا کھایا جانا زید تک محدود ہے اور اس کے اثرات زید تک رہیں گے۔

متعدی وہ چیز ہے جس کا اثر ایک شخصیت سے دوسری شخصیت تک پہنچے۔ مثلا زید نے خالد کو مارا.... یہاں مارنے کا عمل مذکور ہے جو زید کی طرف سے خالد تک پہنچا۔

اللہ تعالیٰ کے جو اسماء لازم ہیں مثلاً الحی (زندہ) العظیم (بڑا' بڑی عظمت والا) ان پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ ان اسماء کو مانا جائے اور ان میں موجود صفت حیات اور اس کی عظمت کو بھی مانا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے متعدی نام:

متعدی اسماء جیسے الرحمٰن (رحم کرنے والا) الرزاق (بہت رزق دینے والا) پر ایمان لانے کے تین مراحل ہیں:

1. ان اسماء کو تسلیم کیا جائے یعنی ان تمام صفات پر ایمان لایا جائے اور کسی بھی صفت سے انکار نہ کیا جائے۔ جس طرح بعض گمراہ فرقوں نے روش اختیار کی' جیسے معتزلہ' معطلہ اور مشبہ وغیرہ۔

2. ان اسماء میں جو صفات ہیں انہیں تسلیم بھی کیا جائے۔ یعنی الرحمٰن میں رحمت اور الرزاق میں رزاقیت کی صفت کو تسلیم کیا جائے۔

3. ان اسماء کے اثر کا مخلوقات تک پہنچنا بھی تسلیم کیا جائے۔ چنانچہ صفت رحمٰن یا رحیم میں جو رحمت پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ صفت رزاق میں جو رزاقیت کا وصف پنہاں ہے اس کا اثر بندوں تک پہنچتا ہے۔ چنانچہ اس بات پر ایمان لایا جائے کہ تمام بندے اس کی رحمت اور رزق سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔

ثبوتی صفات:

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت 'ثبوتی' ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت ہے۔ مثلاً ﴿وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ ﴿اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ....﴾ چنانچہ ﴿السَّمِيعُ، الْبَصِيرُ، الْحَيُّ، الْقَيُّومُ﴾ یہ سب وہ صفات ہیں جو اس ذات باری تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ ان میں کوئی تبدیلی، تاویل، تشبیہ یا تعطیل سے یکسر گریز کیا جائے۔

سلبی صفات:

اس سے مراد وہ صفات ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے نفی کی گئی ہے۔ جیسے ﴿وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾ اور تیرا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ یہاں اللہ تعالیٰ سے ظلم کی نفی ہے۔ یہ سلبی صفت کہلاتی ہے۔ اس پر ایمان لانے کا طریقہ یہ ہے کہ جس چیز کی اللہ تعالیٰ سے نفی کی گئی ہو اسے من وعن تسلیم کیا جائے۔ اور اس نفی کی ضد کو اللہ تعالیٰ کے لئے ثابت کیا جائے۔ جیسے اس سلبی صفت سے ایک مثبت صفت 'صفتِ عدل ثابت ہوتی ہے۔

جلالی و جمالی صفات:

اللہ تعالیٰ کی بعض صفات جلالی ہیں اور بعض جمالی۔ جلالی صفات کی بناء پر دلوں میں اللہ تعالیٰ کا ڈر، خوف اور رعب پیدا ہوتا ہے۔ ایسی صفات بنیادی طور پر صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں کیونکہ وہ اپنی صفات کے لحاظ سے کامل اور مکمل ہے۔ دوسری صفات جمالی ہیں۔ جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان رحمت کا ظہور ہوتا ہے۔

اسماء وصفات پر ایمان لانا

اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان لانے کے لئے ضروری ہے کہ:

1۔اس کے ناموں پر ایمان لایا جائے۔

2۔اس کے ناموں کے معنی پر ایمان لایا جائے۔

3۔ان کے ناموں کے متعلق جو آثار ہیں ان پر ایمان لایا جائے۔

اللہ تعالیٰ کے ان اچھے ناموں سے مراد اللہ تعالیٰ کے وہ نام ہیں جن سے اس کی مختلف صفات' اس کی عظمت و جلالت اور اس کی قدرت و طاقت کا اظہار ہوتا ہے۔یعنی اس بات پر ایمان لایا جائے کہ اگر وہ رحیم ہے تو اس کی رحمت ہر چیز پر ہے۔اسی طرح اگر وہ غفور ہے تو وہ اپنے بندوں کے ہر طرح کے گناہ معاف کرتا ہے اور وہ قدیر ہے تو اپنی تمام تر قدرت کے ساتھ ہر چیز پر قادر ہے۔اس کے اسماء حسنیٰ میں اس کا کوئی شریک نہیں۔وہ جس طرح اپنی ذات میں یکتا ہے اسی طرح اپنی صفات میں بھی یکتا ہے۔

اس مسئلہ میں دو گروہ گمراہی کا شکار ہوئے۔

معطلہ:

اس گروہ نے اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات یا ان میں سے بعض صفات کا انکار کیا۔ان کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے ان اسماء وصفات کا اثبات حقیقت میں تشبیہ (یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوق کے مشابہ بنا دیتا) ہے لیکن یہ دعویٰ بالکل لغو اور باطل ہے کیونکہ یہ دعویٰ اللہ تعالیٰ کے کلام میں باہمی تضاد جیسے جھوٹے الزامات پر مشتمل ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لئے ان اسماء وصفات کے اثبات کے ساتھ ساتھ کسی اور چیز کے اپنے ہم مثل ہونے کی نفی بھی

فرمائی ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ اسم یا صفت میں سے کسی بھی دو چیزوں کے اتفاق سے باہم ہو جانے سے' ایک جیسا ہونا لازم نہیں لاتا۔ جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دو آدمیوں کے درمیان اس لحاظ سے اتفاق پایا جاتا ہے کہ وہ دونوں آدمی ہیں' سنتے' دیکھتے اور بولتے ہیں لیکن اس سے یہ ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ انسانی مزاج یا سننے اور دیکھنے اور بولنے کے اعتبار سے بھی ایک دوسرے کے ساتھ کلی موافقت رکھتے ہوں۔

پس جب مخلوقات کے درمیان اسماء و صفات میں اتفاق کے باوجود اختلاف واضح ہے' تو خالق و مخلوق کے درمیان اختلاف تو اس سے بھی زیادہ واضح اور بڑا ہوا۔

مشبہہ:

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا اثبات مخلوق کے ساتھ اس کی تشبیہ سے کرتے ہیں' ان کا گمان ہے کہ یہی نصوص کی دلالت کا تقاضا ہے' کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے اسی طرح مخاطب ہوتا ہے جس طرح وہ سمجھ سکیں لیکن یہ گمان بھی جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنی مخلوق کے ساتھ مشابہت ایک ایسا امر ہے جو عقل و شریعت' دونوں کے ہاں باطل اور مردود ہے' جب کہ یہ بات قطعاً ناممکن ہے کہ کتاب و سنت کی دلالت اور تقاضا غلط اور باطل ہو۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اسی طرح خطاب فرمایا جس طرح کہ وہ اسے اصل معنی کے حیثیت سے سمجھتے ہیں لیکن اس کے خطاب کے معانی کا جو حصہ اس کی ذات یا صفات سے متعلق ہے' اس کی حقیقت کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔

☆☆☆☆☆

اسماء وصفات کے بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ

سلف صالحین کا عقیدہ یہ ہے کہ اسماء وصفات پر بلاتحریف' بلاتعطیل' بلاتکیف' بلاتمثیل ایمان لایا جائے اور اس سلسلے میں غیر ضروری سوالوں سے اجتناب کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت کا انکار کرنا یا اپنی مرضی اور قیاس سے اس کی توجیہہ وتاویل پیش کرنا یا ان کے مجازی معانی مراد لینا جائز نہیں۔ اسی طرح کسی صفت میں کمی بیشی کرنا یا شریک ٹھہرانا ایمان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کی کیفیت بیان کرتے ہوئے بعض لوگ گمراہی کی راہ پر چل پڑتے ہیں اور اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں۔ ہمارا ایمان اور عقیدہ یہ ہونا چاہئے کہ ہم صاف صاف کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے اسماء وصفات اسی طرح کی ہیں جو اس کے شایان شان ہیں' ہم اپنی طرف سے کچھ بیان نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کو انسانی صفات سے تشبیہ دے کر سمجھنے یا سمجھانے کی کوشش بھی نہیں کرنی چاہئے۔ ﴿لیس کمثله شیء﴾ کے مطابق بے شک اس کا سننا' دیکھنا انسان یا کسی بھی اور مخلوق کے دیکھنے' سننے' سمجھنے اور محسوس کرنے سے بالکل مختلف ہے۔

اسماء وصفات پر ایمان لانے کے چند فوائد:

1. عقیدہ توحید پختہ ہوتا ہے۔ ایک مسلمان غیر اللہ سے امیدیں وابستہ نہیں کرتا' کسی سے خوفزدہ نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی دوسرے کی عبادت کرتا ہے۔

2. صفات کے تقاضوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی عظمت اور تعظیم وتکریم اور اس سے کمال درجے کی محبت پیدا ہوتی ہے۔

3. عبادات کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے جس چیز کا حکم دیا ہے' وہ بجا لاتے ہیں اور جس چیز

سے منع کیا ہے‘ اس سے رک جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ﴿لیس کمثله شيء﴾ فرما کر اپنی صفات اور انسان کی صفات کو الگ الگ کر دیا۔ ان کی آپس میں کوئی مشابہت نہیں۔ کچھ لوگ زبردستی مشابہت کا اندیشہ پیدا کرتے ہیں اور پھر اس اندیشہ کو طرح طرح کی تاویلوں سے رفع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اہل سنت کا نہیں بلکہ ان کا طریقہ اس باب میں ہے کہ جب آیت ﴿لیس کمثله شيء﴾ کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات اور مخلوقات کی صفات میں کچھ مشابہت نہیں ہے تو پھر صفات کی آیتوں اور حدیثوں کو ان کے ظاہری معنی پر چھوڑ کر ان کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپا جائے۔

ابی بن کعب‘ عبداللہ بن مسعود‘ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کے صحیح اقوال کے مطابق ﴿وما یعلم تاویله إلا الله﴾ پر وقف ضروری ہے۔ اس لئے متقدمین مفسرین آیات صفات کی تاویل کو اللہ تعالیٰ کے علم پر سونپتے ہیں کیونکہ جب آیت ﴿یا أیها الرسول بلغ ما أنزل إلیک من ربک﴾ کی تعمیل کے طور پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آیات صفات کی تاویل کا کوئی طریقہ اُمت کو نہیں پہنچایا تو اس کو اللہ تعالیٰ کے علم غیب پر سونپنا‘ ایمان کی نشانی ہے۔ اس لئے جب تک اس معاملے کو علم الٰہی پر نہ سونپا جائے‘ تاویل پر اصرار کیا جائے گا‘ اور صفات الٰہیہ اور صفات مخلوق میں مشابہت کا دخل باقی رہے گا‘ جو اللہ تعالیٰ کی صفات میں شرک کا ایک خوفناک باب کھولے گا۔

☆☆☆☆☆

الأسماء الحسنیٰ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

1. اللّٰہ (اسم ذات یا ذاتی نام)

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص ذاتی نام ہے جو سب سے بڑا اور جامع نام ہے۔ یہ اسم تمام اسماء حسنٰی میں سب سے زیادہ شان والا ہے' اس لئے اس کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔ مخلوق میں اس جیسا کسی کا نام نہیں۔ اسی لئے نہ تو اس اسم کی کوئی تثنیہ یا جمع ہے اور نہ ہی اس کی تانیث ہے۔ یہ اسم اسی طرح مستعمل ہے۔ دوسری زبانوں میں جو الفاظ اس اسم کے لئے استعمال ہوتے ہیں' وہ سب معبود یعنی الٰہ کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اللہ واجب الوجود ہے یعنی جس کا ازل سے ابد تک رہنا ضروری ہے' وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ قرآن پاک میں اللہ کا لفظ بہت دفعہ استعمال ہوا ہے:

﴿ إِنَّنِيٓ أَنَا ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱعۡبُدۡنِي وَأَقِمِ ٱلصَّلَوٰةَ لِذِكۡرِيٓ ﴾ [طه : ١٤]

بیشک میں ہی اللہ ہوں' میرے سوا عبادت کے لائق اور کوئی نہیں' پس تو میری ہی عبادت کر اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ (طٰہٰ: 14)

اللہ تعالیٰ کی صفات جمال و جلال' قدرت و عظمت اور بلند و بالا شان پر مبنی نہایت جامع آیت ملاحظہ فرمائیں:

﴿ ٱللَّهُ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلۡحَيُّ ٱلۡقَيُّومُۚ لَا تَأۡخُذُهُۥ سِنَةٞ وَلَا نَوۡمٞۚ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلۡأَرۡضِۗ مَن ذَا ٱلَّذِي يَشۡفَعُ عِندَهُۥٓ إِلَّا بِإِذۡنِهِۦۚ يَعۡلَمُ مَا بَيۡنَ أَيۡدِيهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡۖ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيۡءٖ مِّنۡ عِلۡمِهِۦٓ إِلَّا بِمَا شَآءَۚ وَسِعَ كُرۡسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضَۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفۡظُهُمَاۚ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ ﴾ [البقرة : ٢٥٥]

اللہ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کو تھامنے والا ہے' جسے نہ اونگھ آئے نہ نیند' اس کی ملکیت میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں' کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے شفاعت کر سکے' وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے' اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے' وہ تو بہت بلند مرتبہ اور بہت بڑا ہے۔(البقرہ:255)

﴿ أَلَا بِذِكْرِ ٱللَّهِ تَطْمَئِنُّ ٱلْقُلُوبُ﴾ [الرعد : ٢٨]

خبردار! دلوں کو اطمینان اللہ کے ذکر ہی سے ملتا ہے۔(الرعد:28)

﴿ لَّا تَجْعَلْ مَعَ ٱللَّهِ إِلَٰهًا ءَاخَرَ﴾ [بنی إسرائیل : ٢٢]

اللہ کے ساتھ کسی اور کو شریک مت بنا۔(بنی اسرائیل:22)

اللہ تعالیٰ جو الٰہ اور معبود ہے' تمام خلق کو پیدا کرنے والا ہے۔ اس جیسا کسی کا نام نہیں اور نہ اس جیسی صفات کسی اور میں ہیں۔ اس کی صفات لاتعداد ہیں۔ وہ اپنی صفات میں کامل ہے۔ اس کو اپنی صفات میں کسی کی مدد کی ضرورت نہیں' وہ ﴿لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُو لَدْ ☆ وَ لَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا اَحَدٌ ﴾ ہے۔

اللہ' اسم علم خاص اور جامد ہے' جس کا کوئی اشتقاق نہیں۔ اس پر حرف نداء داخل ہوتا ہے۔ جیسے یا اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے کسی دوسرے صفاتی اسم کے ساتھ معرف باللام ہونے کی صورت میں حرف ندا داخل نہیں ہوتا۔ مثلاً یا الرحمٰن' یا القدوس وغیرہ نہیں بلکہ یا رحمٰن' یا قدوس پڑھا جائے گا۔ بعض لوگ صرف اللہ اللہ کا ورد اس طرح کرتے ہیں کہ وہ حال سے بے حال ہو جاتے ہیں۔ یہ طریقہ غلط ہے' اس عمل کی سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی صحابہ کرام اور سلف صالحین میں اس کا کوئی عملی ثبوت ملتا ہے۔ لفظ اللہ کوئی کلمہ ملائے بغیر نہ آسمانوں (یعنی فرشتوں میں) اور

نہ زمین والوں کے نزدیک مفید ہے۔ یہ لفظ اکیلا جہاں بھی استعمال ہوا ہے' وہاں اس کے ساتھ کلمہ مضمر ضرور ہے یا کسی جملے کی طرف تنبیہہ یا اشارہ کی صورت میں استعمال ہوگا۔ اللہ کا جب بھی نام لیا جائے' اس کی کم از کم ایک صفت ضرور بیان کی جائے۔ جیسے اللہ تعالیٰ' اللہ عزوجل یا اللہ سبحانہ وتعالیٰ وغیرہ۔ علماء کرام نے صوفیوں کے عام ذکر ''اللہ اللہ'' کو جملہ ملائے بغیر کہنا بدعت شمار کیا ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ مکمل جملوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثلاً:

((سُبْحَانَ اللّٰهِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَ لَا إِلٰهَ إِلَا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلَا بِاللّٰه ' لَا إِلٰهَ إِلَا اللّٰه وَ حْدَه لَا شَرِيكَ لَهُ.))

یعنی جس جملے کا کوئی معنی یا مفہوم ظاہر ہوتا ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہی اچھا ذکر اور اللہ تعالیٰ کے ہاں عمدہ کلمہ کہا ہے۔

شرک سے بچنے کی مختصر دعا:

((اَللّٰهُ رَبِّى لَا اُشْرِكُ بِه شَيْئاً))

اللہ! میرا رب ہے اور میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا۔ (ابوداود' ابن ماجہ)

نماز شروع کرنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَ بَاعِدْ بَيْنِيْ وَ بَيْنَ خَطَايَایَ كَمَا بَاعَدْتَ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِب' اَللّٰهُمَ نَقِّنِى مِنْ خَطَايَایَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَس اَللّٰهُمَّ اغْسِلْنِى مِنْ خَطَايَایَ بِالثَّلْجِ وَ الْمَاءِ وَ الْبَرَدِ))

اے اللہ! میرے اور میرے گناہوں کے درمیان دوری ڈال دے جس طرح تو نے مشرق و مغرب کے درمیان دوری ڈالی ہے' اے اللہ میرے گناہوں سے مجھے اس طرح صاف کر دے جس طرح سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے۔ اے اللہ! مجھے میرے

گناہوں سے برف' پانی اور اولوں کے ساتھ دھو ڈال۔ (بخاری و مسلم)

2. الرَّحمٰن (نہایت رحم والا)

رحمان بروزن فعلان ہے۔ اس کا مصدر رحمت ہے' جس کے معنی ہیں بہت زیادہ رحم کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ میں اس صفت کی کثرت پائی جاتی ہے۔ یہ خاص اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور کسی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اپنے آپ کو محض اس نام سے پکارے یا پکارا جانا پسند کرے۔ بعض محدثین نے کہا کہ دنیا میں عموماً رحمت کے اعتبار سے رحمٰن ہے' اور یہ رحمت مومن اور کافر' دونوں کے لئے عام ہے لیکن آخرت میں خاص طور پر اپنے فرمانبردار بندوں پر رحمت کے اعتبار سے رحیم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں بے مثال ہے۔ رحمت لفظ کے معنی تو معلوم ہیں لیکن کیفیت کے ادارک سے مخلوق عاجز ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾[الفاتحة : ۲ , ۳]

سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا (رب) پالنے والا ہے۔ بہت بخشش کرنے والا بڑا مہربان۔ (الفاتحہ:2۔3)

یہ صفات جو رحمت کے تمام معانی اور رحم کی جملہ کیفیات کو بیان کرتی ہیں' اللہ تعالیٰ نے دوبار ایک مستقل آیت کی صورت میں بیان فرمائی ہیں تاکہ ان صفات کے ذریعہ مکمل ربوبیت کی ایک واضح صفت کی تاکید ہو اور خالق و مخلوق کے درمیان دائمی تعلق ظاہر ہو جائے۔ یہ رحمت و رعایت کا ایسا تعلق ہے' جو حمد و ثناء کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندے کے ساتھ ایک مستقل تعلق ہے جو مودت پر قائم ہے کیونکہ اس کی حمد' بے کراں رحمت کا فطری ردِ عمل ہے۔ کفار مکہ نے اللہ تعالیٰ کے اس اسم کا انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۚ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ﴾ [الرعد : ۳۰]

''اور یہ لوگ رحمٰن کو نہیں مانتے' آپ (ان سے) کہہ دیں کہ وہی (رحمٰن) میرا رب ہے' اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میرا اسی پر بھروسہ اور وہی میری پناہ گاہ ہے۔'' (الرعد:30)

گویا اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا صفت کے انکار سے ایمان بالکل ختم ہو جاتا ہے اور انسان کفر کے درجے میں پہنچ جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی اسم یا صفت کا انکار ہلاکت و تباہی کا سبب ہے۔ تفسیر ابن جریر الطبری میں ہے کہ جب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رحمٰن کا ذکر سنا تو انہوں نے رحمٰن کا انکار کیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ وَهُمۡ يَكۡفُرُونَ بِٱلرَّحۡمَٰنِۚ ﴾ [الرعد: ٣٠]

''اور وہ رحمٰن (کو نہیں مانتے بلکہ اس) کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔'' (الرعد:30)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ' كَتَبَ فِي كِتَابٍ فَهُوَ عِنْدَه فَوقَ الْعَرْشِ: إِنَّ رَحْمَتِيْ تَغْلِبُ غَضَبِي))

''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو اس نے اپنی خاص کتاب میں جو اس کے پاس عرش پر ہے' لکھ دیا کہ میری رحمت' میرے غصے پر غالب ہوگی۔'' (اسے بخاری نے روایت کیا)

اللہ تعالیٰ نے یہاں اسم 'الرحمٰن' کو اپنے ذاتی نام سے تعبیر کیا ہے جس میں اور کوئی شریک نہیں۔ مسیلمہ کذاب کو اس کے پیروکار 'رحمان الیمامہ' کہہ کر پکارتے تھے مگر محض اسلام سے مذاق اور استہزاء کی خاطر' جو اتنا بڑا جھوٹ تھا کہ اس کے نام کے ساتھ ہمیشہ کے لئے لفظ کذاب (جھوٹا) لگ گیا۔

سلامتی کے لئے دعا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُکَ بِأَنَّکَ أَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَنْ

تُعَافِيَنِی))

''اے اللہ میں تجھ سے اس ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمٰن اور رحیم ہے اور لطیف و خبیر ہے کہ مجھے سلامتی نصیب فرما۔'' (التوسل والنواعہ از البانی' ص:28)

3. الرحیم (بہت بڑا مہربان' ہمیشہ رحم کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الرحیم ہے۔ الرحمٰن اور الرحیم دونوں نام رحمت مصدر سے مشتق ہیں۔ رحیم بروزن فعیل ہے۔ جس میں دوام کے معنی پائے جاتے ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ بہت رحم کرنے والا اور ہمیشہ رحم کرنے والا ہے۔ رحیم اور راحم (رحم کرنے والا) ہم معنی ہیں۔ جیسے علیم اور عالم بمعنی علم رکھنے والا یا جاننے والا۔

اللہ تعالیٰ کا ہر اسم اس کی کسی نہ کسی صفت پر ضرور دلالت کرتا ہے بلکہ ہر اسم بیک وقت دو چیزوں پر دلالت کرتا ہے: ایک تو ذات باری تعالیٰ پر اور دوسری وہ صفت جس کا مفہوم' یہ نام ادا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسم الرحیم میں یہ صفت پنہاں ہے کہ وہ ایسی ذات باری تعالیٰ ہے جو ہر عامل کو اس کے عمل پر پورا پورا اجر عطا فرمائے اور کسی کا عمل ضائع نہ کرے اور نہ اس کی کوششوں کو ختم کرے' بلکہ اپنی رحمت سے درجات دوگنا بلند کرے۔

قرآن پاک کی ہر سورت کا ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ سے شروع ہونا' اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں تمام احکام مہربان اور رحم کرنے والے بادشاہ کے ہیں۔ اس کے تمام تر قوانین رحم پر مبنی ہیں اور اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو انصاف پر مبنی نہ ہو۔ اسی لئے ہر قاری قرآن کریم کو شوق و محبت سے پڑھتا ہے۔

شیخ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت اور علم کی بناء پر ہر کسی کے ساتھ رحم فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَوٰةَ وَالَّذِينَ هُم بِـَٔايَٰتِنَا يُؤْمِنُونَ ﴾ [الأعراف : ١٥٦]

''اور میری رحمت تمام اشیاء پر محیط ہے' میں اپنی رحمت ان لوگوں کے نام ضرور لکھوں گا جو اللہ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔''(الاعراف:156)

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے انعامات' احسانات' برکتیں اور جود و کرم جس قدر دینی اور دنیاوی معاملات میں نظر آتے ہیں' وہ اس کی صفت رحمت کی بدولت ہیں۔ ورنہ انسان اگر اپنی کارگزاری پر نظر دوڑائے تو اس کو اپنی بداعمالیوں اور خطاؤں کے سوا کچھ نظر نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں' برکتوں اور مہربانیوں کا سلسلہ کافروں اور مومنوں پر یکساں جاری و ساری رکھتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں کو چند لمحوں کے لئے بھی روک لے تو دنیا کا قائم رہنا محال ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''(قیامت کے روز) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: فرشتے بھی سفارش کر چکے' انبیاء بھی سفارش کر چکے' اہل ایمان بھی سفارش کر چکے' اب کوئی باقی نہیں رہا سوائے الرحمٰن الرحیم کے' چنانچہ اللہ تعالیٰ جہنم سے اپنی مٹھی بھر کر لوگوں کو نکالے گا۔ یہ موحد لوگ ہوں گے۔''(مسلم/183)

اللہ تعالیٰ کے عرش کو اٹھانے والے فرشتے اہل ایمان کے لئے یوں دعا کرتے ہیں:

﴿ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ﴾ [غافر : ٧]

''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہر چیز کو اپنی بخشش اور علم سے گھیر رکھا ہے۔ پس تو انہیں بخش دے جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور تو انہیں دوزخ کے عذاب سے بھی بچالے۔''(غافر:7)

4. المَلِک (حقیقی بادشاہ)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ الملک ہے یعنی حقیقی بادشاہ ہے۔ جو اپنے ہر حکم کو عملی طور پر نافذ کرانے کی صفت اور طاقت رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مالک الملک (بادشاہوں کا بادشاہ) ہے' وہ دونوں جہانوں کا ہمیشہ سے اور ہمیشہ کے لئے بادشاہ ہے۔ اس کی بادشاہی کو زوال نہیں۔ اللہ تعالیٰ وہ واحد ذات ہے جو تمام مصلحتوں اور کمی کوتاہیوں سے ماوراء ہے۔ اس کا ایک لفظ (کُــنْ) تمام قوتوں اور صلاحیتوں کے ساتھ نافذ العمل ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَتَعَـٰلَى ٱللَّهُ ٱلْمَلِكُ ٱلْحَقُّ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ ٱلْعَرْشِ ٱلْكَرِيمِ ﴾

[المؤمنون: ١١٦]

اللہ تعالیٰ سچا بادشاہ ہے' وہ بڑی بلندی والا ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہی بزرگ عرش کا مالک ہے۔ (المؤمنون: 116)

اللہ تعالیٰ جس عرش پر مستوی ہے اس کی صفت کریم بیان فرمائی کہ وہاں سے رحمتوں اور برکتوں کا نزول ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر حکمتوں اور مصلحتوں کے مطابق ایک مکمل نظام چلاتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک لفظ کن کہنے سے ہر عمل کو مکمل کرنے کی پوری قدرت رکھتا ہے لیکن اس کے باوجود اس نے ہر کام کو ایک کامل نظام کے تحت مکمل کیا اور زمین و آسمان اور کائنات کی ہر چیز کو ایک مقررہ مدت کے اندر مکمل کیا اور پھر اس کو اسی طرح ایک خاص طریقہ کار کے تحت ختم بھی کر دے گا۔ اور وہ ان تمام امور پر مکمل گرفت اور قدرت رکھتا ہے کیونکہ وہ الملک ہے۔ قرآن کریم نے اس کی گواہی یوں دی:

﴿ لِلَّهِ مُلْكُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌۢ ﴾ [المائدة : ١٢٠]

''اللہ ہی کی سلطنت ہے' آسمانوں میں اور زمین میں اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔'' (المائدہ:120)

(صحیح بخاری/7513) میں روایت ہے:

((وَالْجِبَالَ وَ الشَّجَر علی أُصْبُعٍ ثُمَّ يُهَزِّهُنَّ فَيَقُولُ : انا الْمَلِک ' أَنَا اللّٰهُ))

''قیامت کے روز اللہ تعالیٰ تمام پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر رکھے گا' پھر ان کو ہلا ہلا کر کہے گا۔ میں ہی بادشاہ ہوں' اور میں ہی اللہ ہوں۔''

اللہ تبارک وتعالیٰ نہ صرف مالک الملک ہے بلکہ اس نظام کے چلانے میں کسی کا محتاج بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دنیا کی بادشاہت عارضی طور پر کسی شخص کے حوالے کرتا ہے تو وہ ظلم وستم کرنے لگتا ہے' حالانکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہے۔ ان بادشاہوں کی کمزوری کا یہ عالم ہے کہ وہ خود قانون بناتے ہیں لیکن اکثر اس پر عمل درآمد کروانے سے قاصر رہتے ہیں۔ بعض اوقات انتظامی صلاحیتوں کا فقدان ہوتا ہے تو بعض دفعہ وسائل کی عدم دستیابی سد راہ ہوتی ہے لیکن اللہ عزوجل اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ ہر کسی سے پوچھ سکتا ہے اور پوچھے گا' لیکن اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ اس کے نظام میں نہ کوئی رکاوٹ ہے' نہ کوئی رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔

قرآن کی زبان میں اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کرنا چاہئے:

﴿ قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلْمُلْكِ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ ۖ بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ ۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴾
[آل عمران : ٢٦]

''آپ کہہ دیجئے اے میرے معبود ! اے تمام جہانوں کے مالک !تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے' عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (آل عمران:26)

5. اَلْقُدُّوْسُ (بہت زیادہ پاکیزگی والا' خامیوں سے پاک ذات)

القدوس کا مصدر قدس ہے جس کے معنی ہیں 'وہ ذات جو ہر نقص سے پاک ہے'۔ اس کی مماثلت میں کوئی خلق نہیں اور اس کی صفات میں بھی کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس تمام دنیاوی عیوب اور نواقص سے پاک ہے۔ ایسی پاکی جو انسانی تصور سے بالاتر ہے۔ القدوس کے ایک معنی برکت والا کے بھی ہیں۔ (الغزالی/الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ ﴾ [الحشر : ٢٣]

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بادشاہ' نہایت پاک' سب عیبوں سے صاف' امن دینے والا' نگہبان' غالب زورآور اور بڑائی والا۔'' (الحشر:23)

اللہ تعالیٰ بہت زیادہ پاکیزگی والا اور ہر قسم کی تشبیہ سے پاک ہے۔ وہ نہ کسی جیسا ہے' نہ کوئی اس جیسا ہے۔ اس کی صفات کی دنیا و آخرت میں کوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی۔ جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے فرشتوں کو قدسی کہا جاتا ہے کیونکہ وہ گناہوں سے پاک ہیں۔ اس لئے کہ ان میں گناہ کرنے کا مادہ ہی نہیں لیکن اللہ تعالیٰ 'القدوس' ہے کیونکہ وہ تمام تر قوتیں رکھنے کے باوجود ہر قسم کی کمزوریوں اور عیوب سے پاک ہے۔

نماز وتر کے بعد تین دفعہ یہ دعا کی جائے:

((سُبْحَانَ المَلِکِ القُدُّوسِ))

(اے اللہ) تو پاک ہے، ہر چیز کا مالک ہے اور تیری ذات ہر نقص سے پاک ہے۔ (نسائی، مشکوٰۃ)

((سُبُّوحٌ ، قُدُّوسٌ ، رَبُّ المَلائِکَةِ وَالرّوحِ))

(اے اللہ ہم تیری) تسبیح بیان کرتے ہیں، پاکیزگی بیان کرتے ہیں، اے فرشتوں کے رب اور روح الامین کے رب۔ (صحیح مسلم)

6. السّلامُ (سلامتی والا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کا ایک اسم گرامی السلام ہے۔ جس کے معنی ہیں سلامتی اور مکمل حفاظت کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات تمام عیوب سے پاک ہے، اس کی صفات نقائص سے اور اپنے افعال میں مطلقاً برائی سے پاک ہیں۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ کی ذات سلامتی دینے والی ہے۔ اس میں سلامتی ہی سلامتی ہے۔ (البیہقی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْمَلِكُ ٱلْقُدُّوسُ ٱلسَّلَٰمُ ٱلْمُؤْمِنُ ٱلْمُهَيْمِنُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْجَبَّارُ ٱلْمُتَكَبِّرُ﴾ [الحشر : ٢٣]

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، زور آور، اور بڑائی والا۔ (الحشر: 23)

السلام' اللہ تعالیٰ کا اسم ذات ہے۔ جس کے معنی ہیں 'مکمل حفاظت کرنے والا'۔ متقی لوگ اپنے تمام امور اللہ کے حوالے کرتے ہوئے اس سے حفاظت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔ السلام نیک بندوں کی حفاظت اور سیدھی راہ دکھاتا ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ رحیم ہے۔ اپنے دین کے دشمنوں کی بھی اسی طرح حفاظت کرتا ہے جس طرح اپنے متقی لوگوں کی حفاظت کرتا ہے۔ اس صفت کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ ذات ہر قسم کے نقصان سے سالم (محفوظ) ہے۔ کوئی چیز اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

ایک مرتبہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام اُم المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو پہنچا دیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو سلام کہتا ہے۔ جس کے جواب میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ہم بھی اپنے آپ کو صرف اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور سلامتی کے حوالے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ خود السلام ہے' وہ سلامتی دینے والا ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے حضور تحیہ تعظیم وتہنیت ان الفاظ میں کہو: ((التَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَ الصَّلَوَاتُ وَالطَّيِّبَاتُ))

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک پڑھے یا سنے' آپ پر درود وسلام بھیجے۔ درود شریف پڑھنے کے بے شمار فوائد ہیں۔ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس شخص پر لعنت فرمائی ہے جس کے سامنے آپ کا نام نامی اسم گرامی لیا جائے اور وہ آپ پر درود نہ بھیجے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین' دین اسلام ہے۔ اس دین کا نام اسی ذات باری تعالیٰ نے اسلام رکھا ہے۔ اسلامی اصولوں پر چلتے ہوئے پکے سچے مسلمان بنئے اور اپنے آپ کو مسلمان کہلانے میں فخر محسوس کیجئے۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہو وہ سلامتی کا علمبردار ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حقوق ہیں۔ ان میں ایک یہ ہے کہ وہ جب کسی مسلمان سے ملے تو اسے السلام علیکم کہے اور سننے والا اس کا جواب وعلیکم السلام کہہ کر دے۔

اللہ تعالیٰ سے سلامتی کے لئے دعا:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْکَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ یَا ذَاالْجَلَالِ وَالْاِکْرَام))

''اے اللہ! تو سلامتی والا ہے' اور تجھی سے سلامتی ہے' تو بابرکت ہے۔ اے بزرگی اور کرم والے!'' (صحیح مسلم)

7. الــمُــؤمِــنْ (امن دینے والا)

اللہ تعالیٰ امن دینے والا اور امن کی ضمانت فراہم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں امن ہی امن ہے۔ چونکہ وہ ذات باری تعالیٰ امن کو پیدا کرنے والی ہے' اس لئے اس سے امن طلب کیا جاتا ہے۔ ایسا امن جو اس کی ذات کے علاوہ کسی اور سے متصور نہیں۔ امن سے بڑھ کر روئے زمین پر کوئی نعمت نہیں۔ امن کا مترادف خوف ہے جس سے ہر کوئی پناہ مانگتا ہے۔

المؤمن کی ذات میں امن و سلامتی ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے انبیاء کو مبعوث کیا اور کتب نازل فرمائیں۔ اس کے انبیاء دنیا میں امن کا پیغام لے کر آئے' جن کے براہان میں سچائی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَأَيُّ ٱلْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِٱلْأَمْنِ إِن كُنتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَلَمْ يَلْبِسُوٓا۟ إِيمَـٰنَهُم بِظُلْمٍ أُو۟لَـٰٓئِكَ لَهُمُ ٱلْأَمْنُ وَهُم مُّهْتَدُونَ﴾ [الأنعام: ٨١-٨٢]

''سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے' اگر تم خبر رکھتے ہو۔ جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے' ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ راست پر چل رہے ہیں۔'' (الانعام: 82,81)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا دعوت فکر دی کہ غور کرو امن کا مستحق کون ہو سکتا ہے؟ ایک وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہوئے اس کے ساتھ شرک کرتا ہے یا وہ شخص جو اس کی توحید کا قائل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل توحید کو امن کی ضمانت دی جس سے ان کے دلوں کو سکینت حاصل ہوتی ہے۔ امن کا مترادف خوف ہے' اللہ تعالیٰ نے سورہ قریش میں اہل قریش پر بہت بڑا احسان جتلایا اور فرمایا:

''ہم نے تم کو خوف میں امن عطا فرمایا''۔ (یہ خانہ کعبہ اور حاجیوں کی خدمت کا صلہ تھا)

جب کسی قوم کی بداعمالیوں کی مقدار بڑھ جاتی ہے' امن وامان کی صورتحال ابتر ہو جاتی ہے اور اہل زمین پر ظلم وتعدی سے لوگ عاجز آ جاتے ہیں' کمزور اور ناتواں مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ذریعے امن وامان قائم کرتا ہے۔ ظالم وجابر لوگوں کو نیست کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے جہاد کا حکم دیا۔ جہاد کو امن کا پیامبر کہا گیا۔ جہاد سے امن کا دور دورہ ہوتا ہے اور باطل قوتیں دب جاتی ہیں۔

مومن کے ایک معنی ایمان لانے والا اور تصدیق کرنا بھی ہیں۔ اہل ایمان امن کے علمبردار اور دنیا کے لئے امن وسلامتی اور بھائی چارے کی فضا قائم کرنے والے ہیں۔ امن قائم کرنے کے لئے جہاد اور جہاد کی تیاری کے سلسلے میں اسلحہ کا حصول اور اس کی تربیت حاصل کرنا اللہ تعالیٰ نے اسی لئے ضروری قرار دیا کہ یہ چیزیں امن کی ضمانت ہیں۔

امن وسلامتی کے لئے ہر روز تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَیْءٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ))

''اللہ کے نام کے ساتھ جس کے نام کے ساتھ زمین وآسمان میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی اور وہی سننے والا اور جاننے والا ہے۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

8. المھیمن (نگہبان اور محافظ)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے تمام امور پر محافظ ہے۔ وہ ہر بھید سے واقف ہے۔

وہ اپنے بندوں کی نگرانی کرتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے جس طرح نگرانی اور حفاظت کرنے کا حق ہے۔ (امام بغوی)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی حیات' موت' عمل' رزق اور اجل وغیرہ پر گواہ اور محافظ ہے۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ آخرت میں تمام نیک و بد اعمال کے بدلے میں اجر و ثواب اور عذاب دینے پر نگہبان ہے۔ وہ نہ تو کسی نیک عمل کا بدلہ کم کرے گا اور نہ کسی گناہ گار کو اس کے عمل سے زیادہ سزا دے گا۔ (البیہقی)

اللہ تعالیٰ تمام دنیاوی و اخروی عمل کا پورا پورا بدلہ دینے والا ہے جو نہایت انصاف پر مبنی ہو گا۔ وہ تمام خفیہ امور سے مطلع ہے' وہ سینوں کے بھید جانتا ہے اور اس کے علم نے ہر چیز کو گھیر رکھا ہے اور وہ اپنی مخلوق کے ہر عمل کا محافظ اور نگہبان ہے۔ خلوص نیت کے ساتھ عمل کیجئے اور اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے تمام معاملات المھیمن کے سپرد کر دیجئے۔

﴿ وَأَنزَلْنَآ إِلَيْكَ ٱلْكِتَٰبَ بِٱلْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ ٱلْكِتَٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ ﴾ [المائدة: ٤٨]

''اور ہم نے آپ کی طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔'' (المائدہ: 48)

ہر الہامی کتاب اپنے سے ماقبل کی تصدیق کرنے والی رہی ہے۔ قرآن کریم بھی ماقبل الہامی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے لیکن قرآن کریم مصدق ہونے کے ساتھ ساتھ مھیمن (محافظ' امین' شاہد' اور حاکم) بھی ہے۔ یعنی قرآن مجید کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہو گا۔ اس سے قبل

کتابوں میں تحریف ہو چکی ہے لیکن قرآن کریم تمام تر تحریفات سے پاک ہے کیونکہ اس کی حفاظت المھیمن نے اپنے ذمہ لے لی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا یہ بہت بڑا ثبوت ہے کہ وہ جس چیز کی حفاظت کا ذمہ لے لے' اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا۔ عصر حاضر میں کفار نے بہت کوشش کر لی کہ وہ قرآن کریم میں تحریف کر لیں لیکن اس میں ان کی کامیابی ممکن نہیں۔

سورہ حشر کی یہ آیت نہایت اہمیت کی حامل ہے:

﴿هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْمَلِكُ ٱلْقُدُّوسُ ٱلسَّلَٰمُ ٱلْمُؤْمِنُ ٱلْمُهَيْمِنُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْجَبَّارُ ٱلْمُتَكَبِّرُ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ [الحشر : ٢٣]

''وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بادشاہ' نہایت پاک' سب عیبوں سے صاف' امن دینے والا' نگہبان' غالب زور آور' بڑائی والا' پاک ہے ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔'' (الحشر:23)

9. العزیز (غالب' قابل عزت' صاحب مرتبہ)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ صاحب عز و شرف اور ہر کام بخوبی انجام دینے میں کامل قدرت رکھتا ہے۔ کوئی چیز اس کی گرفت سے باہر نہیں۔ مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح تک اس آیت کو پڑھتے رہے:

﴿إِن تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِن تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنتَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ﴾ [المائدة : ١١٨]

''اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو معاف فرما دے تو تو بے

شک ہر چیز پر غالب حکمت والا ہے۔'' (المائدہ:118)

تو میں نے صبح آپ سے ایک ہی آیت کو نماز میں پڑھنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اس آیت کو بار بار پڑھ کر میں نے اللہ سے شفاعت کی التجا کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے میری التجا قبول کر لی ہے۔ انشاء اللہ میری امت میں سے جو شخص بغیر شرک کئے مرے گا' اس کو میری شفاعت نصیب ہو گی۔ (تفسیر ابن کثیر ج 2)

اصل عزت اور غلبہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزت اور غلبہ کا منبع اور سرچشمہ ہے۔ اس کی عزت اور غلبے کی کوئی مثال نہیں۔ وہ جسے چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے' عزت اور دوسری قوموں پر غلبہ عطا فرماتا ہے اور جسے ذلت سے دوچار کرنا چاہے' اسے کوئی ذلت سے بچا نہیں سکتا۔ دنیا میں ہر عزت والا اور غالب اس کی ذات سے عطا شدہ عز و شرف اور طاقت و غلبہ کا مرہون منت ہے۔ دنیاوی طور پر سب سے زیادہ عزت اور غالب انسان بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے بے بس و بے کس اور ہیچ ہے۔ اس کے عزیز ہونے کی کسی سے مشابہت نہیں۔ العزیز نے اپنی رضا مندی کو اپنی اطاعت میں چھپا رکھا ہے۔ لہٰذا کسی عمل کو چھوٹا نہ سمجھا جائے' نامعلوم اللہ تعالیٰ کی رضا مندی اس عمل میں چھپی ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مندرجہ بالا دعا میں (جو اللہ تعالیٰ نے خود سکھائی) اپنی طرف سے انکساری اور عاجزی اور اللہ تعالیٰ کی محبت' عزت و مرتبہ' غلبہ اور حکمت پنہاں ہے۔ انسان کو اپنے تمام تر معاملات العزیز کی مشیت کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ کی عظمت کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو دعا کے الفاظ بھی خود سکھاتا ہے اور پھر ان کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں بھی رسوائی سے بچاتا ہے اور آخرت میں بھی رسوائی سے بچائے گا۔ اللہ تعالیٰ ایسا غالب ہے کہ اس کو زیر کرنا یا اس تک برائی پہنچانا ناممکن ہے۔ اس کی طاقت اور رسائی ہمیشہ سے قائم ہے اور ہمیشہ قائم رہے گی جس طرح وہ تمام کائنات کو پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے' اسی طرح وہ تمام کائنات کو ختم کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہے اور پھر

اس مخلوق کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے دربار میں حاضر کرنے پر بھی مکمل قدرت رکھتا ہے۔ اس کی اس صفت سے کوئی سرمو انحراف نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے چھوٹی جماعت کو بڑی جماعت پر غلبہ عطا فرما دیتا ہے اور جب چاہتا ہے بڑی جماعت کو چھوٹی جماعت پر غلبہ عطا فرماتا ہے اور کوئی سرکش اس کو غلبہ پانے میں عاجز نہیں کر سکتا۔ تمام مخلوق زبان حال سے اس کی حمد و ثناء اور قبضہ قدرت کی تعریف بیان کرتی ہے۔

آزمائشوں سے بچنے کی دعا:

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَآ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾
[الممتحنة : ٥]

''اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں ان لوگوں کی آزمائش میں نہ ڈال جنہوں نے کفر کیا' اور ہمیں بخش دے' اے ہمارے رب! بے شک تو ہی غالب' حکمت والا ہے۔'' (الممتحنۃ:5)

10. الجَبَّارُ (زبردست)

جبار کے معنی کمزور اور ٹوٹے ہوئے دلوں کو آپس میں ملانے والے اور زور آور کے ہیں۔

اللہ تعالیٰ صاحب جبروت وعظمت ہے۔ جبر کے معنی قہر اور بلندی کے بھی ہیں۔ (کھجور کے بلند و بالا درخت کو جبارہ کہا جاتا ہے) ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴾ [الحشر : ٢٣]

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بادشاہ' نہایت پاک' سب عیبوں سے پاک' امن دینے والا' نگہبان' غالب زور آور اور بڑائی والا' پاک ہے اللہ تعالیٰ ان چیزوں

سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ (الحشر: 23)

امام بیہقی امام خطابی سے نقل کرتے ہیں کہ الجبار کے معنی اپنی مخلوق کو اپنے ارادہ‘ امر و نہی کے آگے مجبور کرنے والا اور فقراء اور محتاجوں کے اسباب معاش کو جمع کرنے والا کے ہیں۔

اس کے دوسرے معنی یہ بھی ہیں کہ وہ ذات باری تعالیٰ ہر چیز پر قہار ہے۔کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر نہیں ہے اور اس کے تیسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ہر چیز سے بلند و برتر اور بے نیاز ہے‘ وہ اپنے شریکوں سے بے نیاز‘ بلند تر اور ہر مماثلت سے پاک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت جباریت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ حقیقت میں اپنے بندے کی اصلاح کرنا چاہتا ہے اور اس سے بُرائی کے حالات دور کرنا چاہتا ہے۔آدم علیہ السلام سے لے کر جب بھی دنیا میں شیطانی طاقتوں نے زمین میں فساد پھیلایا‘ اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کے ذریعے اس فتنے اور ظلم و ستم کو رفع کیا۔حتیٰ کہ آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کامل ترین تعلیمات کے ساتھ آخری پیغمبر بنا کر دنیا میں بھیجا۔آپ نے ہر طاغوت کا علاج بتا دیا اور اپنے بعد ہر دور میں ایک ایسی جماعت کی خوشخبری سنا دی جو برائی‘ ظلم و ستم کا مقابلہ کرتی رہے گی۔ یہ سب اس کی قدرت اور جباریت کا مظہر ہے کہ کمزور ترین مخلوق بھی کشاں کشاں زندگی گزار لیتی ہے۔اللہ تعالیٰ طاقتور اور کمزور کو ایک گھاٹ پر اکٹھا کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ نا چاکی اور لڑائی جھگڑے کے بعد میاں بیوی میں مؤدت کے اسباب پیدا کرنے پر قادر ہے۔وہ صبر کی توفیق عطا فرماتا ہے۔اس کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اس کی بخشش جباریت پر غالب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مدد کے لئے دعا:

((اَللّٰھُمَّ یَا جَبَّارُ یَا عَزِیزُ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَ شُکْرِکَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِکَ))

اے اللہ ! اے زبردست اور قوت و طاقت والے تجھے یاد کرنے میں‘ تیرا شکر ادا کرنے

میں، اور تیری احسن طریقے سے عبادت کرنے میں، تو ہماری مدد فرما۔ (احمد، ابوداود)

11. المُتَكَبِّرُ (بڑائی والا)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کے لئے عظمت اور کبریائی ہے۔ وہ ہر چیز سے بلند و بالا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں (ت) تخصیص اور تفرد کے لئے ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اس قدر افضل و اکبر ہے کہ اس کے سامنے ہر چیز حقیر نظر آتی ہے۔ ایسی بڑائی صرف اسی کی شان ہے۔ (الغزالی)

تکبر کسی کام سے باز رہنے اور فرمانبرداری نہ کرنے کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے کسی مخلوق کے لئے تکبر روا نہیں، بلکہ مخلوق کے لائق تو اس وحدہ لاشریک کے سامنے عجز و انکساری اور بندگی کرنا ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ توحید کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان اپنے رب کے حضور اپنی احتیاج کا اظہار کرتا رہے کیونکہ بندہ ایک لمحہ کے لئے بھی اس سے مستغنی نہیں ہو سکتا۔ انسان ہر وقت اس کی مغفرت، عفو و درگزر اور اس کے فضل کا محتاج ہے۔ کبر اللہ تعالیٰ کی صفات میں تعریف اس لئے ہے کہ عز و شرف، بزرگی، بڑائی اور بلند و بالا سب صفات اسی ذات باری تعالیٰ کے لئے ثابت ہیں۔ اس لئے اگر وہ اس کو ظاہر کرے تو یہ کمال کے ساتھ ملاتا ہے لیکن اگر مخلوق میں سے کوئی متکبر ہو تو یہ قابلِ مذمت ہے، اس لئے کہ متکبر وہ ہوتا ہے جو اپنے نفس سے بڑائی کا اظہار کرے۔ ہر طاغوت اپنے نفس میں تکبر محسوس کرتا ہے، اس لئے وہ قابل مذمت ہے۔

اللہ تعالیٰ انسان پر عنایات کرتا ہے، اسے مال و دولت، اولاد اور حکومت و سلطنت سے نوازتا ہے تو وہ اکثر اترانے اور تکبر کرنے لگتا ہے۔ جب تک کسی انسان میں تکبر کی بدخصلت دفع نہ ہو جائے، اس کی اصلاح کی توقع نہیں کی جاسکتی، لہٰذا اس مرض کے علاج کی جلد فکر کرنی چاہیے۔

اے انسان! تکبر تو صرف اس اللہ کے لئے ہے جس نے تجھے حقیر پانی سے پیدا کیا۔ اس حقیر

پانی کو پہلے نطفہ میں تبدیل کیا۔ پھر نطفہ کو جما ہوا خون بنایا' پھر خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا بنایا۔ پھر اس گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں بنائیں اور پھر ان ہڈیوں پر گوشت چڑھایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس مجسمے کو بہت سی قوتیں عطا فرما کر اس میں روح پھونک دی۔ یہ تمام تر کام اس متکبر کے ہیں جس کا کوئی شریک نہیں۔ اس لئے تمام تر تکبر اسی ذات باری تعالیٰ کے لائق ہے۔

اے انسان! تجھے کسی لمحے موت سے مفر نہیں' کسی وقت تیری روح پرواز کر سکتی ہے۔ تجھے انجام کار موت کا شکار ہونا اور تنگ و تاریک گھاٹیوں کا سامنا کرنا ہے۔ حساب کتاب اور حشر نشر کا سامنا کرنا ہے۔ جنت و دوزخ میں دائمی زندگی کا فیصلہ اسی متکبر کو کرنا ہے۔ بھلا کوئی بتائے تو سہی! ایسے مصیبت زدہ اور ذلیل و ناکارہ غلام کو جبار و قہار شہنشاہ کی ہمسری کا خیال کیونکر زیب دے سکتا ہے؟ 'المتکبر' کو ایسے غلام کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے؟

اللہ تعالیٰ کی کبریائی یوں بیان کیجئے:

((اللّٰهُ اَكْبَر كَبِيراً ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيرًا ، وَ سُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَ اَصِيلًا))

اللہ بہت بڑا ہے' سب سے بڑا ہے' اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریفیں کثرت سے ہیں' اور اللہ ہر عیب سے پاک ہے' اور صبح و شام اسی کی پاکیزگی بیان کی جاتی ہے۔ (مسلم)

12. الخَالِقُ (پیدا کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے کہ وہ ہر چیز کا خالق ہے اور پیدا کرنے سے پہلے ہر چیز کا اندازہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے سے قبل اس کی تقدیر لکھنے والا ہے۔ وہ رب العالمین اپنے ارادہ و مشیئت کے مطابق اندازہ کرنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱللَّهُ ٱلْخَٰلِقُ ٱلْبَارِئُ ٱلْمُصَوِّرُ ۖ لَهُ ٱلْأَسْمَآءُ ٱلْحُسْنَىٰ ۚ يُسَبِّحُ لَهُۥ مَا فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [الحشر : ٢٤]

وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا' بنانے والا' صورت کھینچنے والا' اسی کے لئے نہایت اچھے اچھے نام ہیں' ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو' اس کی پاکی بیان کرتی ہے' اور وہی غالب حکمت والا ہے۔(الحشر:24)

خلق کے معنی تقدیر کے بھی ہیں۔قرآن پاک میں ہے:

﴿ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ أَوْثَٰنًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ ٱلَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَٱبْتَغُوا۟ عِندَ ٱللَّهِ ٱلرِّزْقَ وَٱعْبُدُوهُ وَٱشْكُرُوا۟ لَهُۥٓ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [العنكبوت : ١٧]

تم تو اللہ تعالیٰ کے سوا بتوں کی پوجا پاٹ کر رہے ہو اور جھوٹی باتیں دل سے بنا لیتے ہو۔سنو! جن جن کی تم اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا پاٹ کر رہے ہو وہ تو تمہاری روزی کے مالک نہیں' پس تمہیں چاہئے کہ تم اللہ تعالیٰ ہی سے روزیاں طلب کرو اور اس کی عبادت کرو اور اس کی شکر گزاری کرو' اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔(العنکبوت:17)

اللہ تعالیٰ خلق کا مقدر (اندازہ مقرر کرنے والا) پیدا کرنے والا' ابھارنے' مکمل کرنے اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿ ثُمَّ خَلَقْنَا ٱلنُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا ٱلْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا ٱلْمُضْغَةَ عِظَٰمًا فَكَسَوْنَا ٱلْعِظَٰمَ لَحْمًا ثُمَّ أَنشَأْنَٰهُ خَلْقًا ءَاخَرَ ۚ فَتَبَارَكَ ٱللَّهُ أَحْسَنُ ٱلْخَٰلِقِينَ ﴾

[المؤمنون : ١٤]

پھر نطفہ کو ہم نے جما ہوا خون بنا دیا' پھر اس خون کے لوتھڑے کو گوشت کا ٹکڑا کر دیا پھر

گوشت کے ٹکڑے میں ہڈیاں پیدا کر دیں' پھر ہڈیوں کو ہم نے گوشت پہنا دیا' پھر ایک اور ہی پیدائش میں پیدا کر دیا' برکتوں والا ہے وہ اللہ تعالیٰ جو سب سے بہتر پیدا کرنے والا ہے۔(المؤمنون:14)

اللہ تعالیٰ نے انسانی پیدائش کے تمام مراحل کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ہم ایک ایسے کام کو عملی جامہ پہناتے ہیں' جس میں ہمارا کوئی ہمسر نہیں۔ یہ کام صرف اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات ہی سے ممکن ہے۔ پھر بھی اگر کسی کو زعم ہے تو وہ ہم جیسی مخلوق پیدا کر کے دکھائے' بے شک ہم ہی سب سے بہتر انداز میں پیدا کرنے والے ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا:

اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراؤ' حالانکہ اس اکیلے نے تمہیں پیدا کیا۔ میں نے کہا: ہاں یقیناً یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ پھر میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا سب سے بڑا گناہ ہے؟ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اپنی اولاد کو اس لئے قتل کرنا کہ وہ تمہارے کھانے میں شریک ہو جائیں گے۔ میں نے پوچھا: اس کے بعد (کون سا سب سے بڑا گناہ ہے)؟ آپ نے فرمایا: اپنے ہمسائے کی بیوی کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کرنا۔ (صحیح البخاری' حدیث نمبر 4477)

سجدے کی دعا:

((اللّٰهُمَّ لَکَ سَجَدْتُ وَ بِکَ آمَنْتُ ' وَلَکَ أَسْلَمْتُ سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ' وَ صَوَّرَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ' فَتَبَارَکَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ))

اے اللہ! میں نے تیرے لئے ہی سجدہ کیا' تجھی پر ایمان لایا' تیرا ہی فرمانبردار بنا

میرے چہرے نے اس ہستی کے لئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا' اس کی صورت بنائی اور اس کے کانوں اور آنکھوں کے سوراخ بنائے' برکت والا ہے' اللہ جو تمام بنانے والوں سے اچھا ہے۔ (مسلم)

صبح وشام چار مرتبہ یہ دعا پڑھیں:

((اَللّٰھُمَّ ! اِنِّی اَصْبَحْتُ اُشْھِدُکَ' وَ اُشْھِدُ حَمَلَةَ عَرْشِکَ وَمَلَائِکَتَکَ' وَ جَمِیعَ خَلْقِکَ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُکَ وَرَسُوْلُکَ))

''اے اللہ ! میں نے اس حال میں صبح کی کہ میں تجھے گواہ بناتا ہوں اور تیرے عرش اٹھانے والوں کو' تیرے فرشتوں کو اور تیری تمام مخلوق کو گواہ بناتا ہوں کہ تو ہی اللہ ہے' یکتا ہے تیرا کوئی شریک نہیں اور بیشک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے بندے اور رسول ہیں۔'' (ابوداؤد)

13. البارئ (پیدا کرنے والا' صورت بنانے والا)

اللہ رب العالمین کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کو ایک اندازے کے مطابق پیدا کرنے والا ہے۔ براء کے معنی ہیں پیدا کرنا' گھڑنا' وجود میں لانا۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت اس حیثیت سے ہے کہ وہ ذات باری تعالیٰ موجد ہے۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَيُشْرِكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ○ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَآ أَنفُسَهُمْ يَنصُرُونَ ﴾ [الأعراف: ۱۹۱-۱۹۲]

کیا وہ ان کو اللہ تعالیٰ کے شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے کیونکہ وہ تو خود مخلوق

ہیں۔ وہ نہ تو اپنی مدد کر سکتے ہیں اور نہ کسی دوسرے کی۔ (الاعراف: 191-192)

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو پیدا کرنے والا اور بنانے والا ہے۔ وہ تمام کائنات کا رب ہے۔ اس نے کائنات کو تخلیق کیا اور پھر اس کے معاش کی تدبیر کی۔

انسان اگر اپنے وجود پر غور کرے تو اسے احساس ہو گا کہ وہ پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ وہ نہ اپنی مرضی سے اس دنیا میں آیا اور نہ ہی اسے معلوم تھا کہ وہ اس دنیا میں کیا کیا کارنامے سرانجام دے گا حتیٰ کہ ماں کے پیٹ سے باہر آنے تک کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ آنے والا بچہ کیسا ہو گا؟ دنیا میں کتنی مدت زندہ رہے گا اور کیا کیا کمالات دکھائے گا۔ دنیاوی طور پر کامیاب بھی ناکام ترین انسان کی طرح ہی پیدا ہوتا ہے اور اس میں کسی کو کچھ اختیار نہیں۔ انسان اس وقت کتنی نادانی کی بات کرتا ہے جب وہ ایک اللہ کو چھوڑ کر ان کو پکارتا ہے' جن کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ اس طرح کا مخلوق کا مخلوق پر کوئی حق نہیں' جب کہ خالق کے مخلوق پر بہت سے حقوق ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ حق کہ وہ صرف اسی کی عبادت کریں' ہر مصیبت میں اور ہر احتیاج کے لئے اسی کے سامنے دستِ سوال دراز کرے۔

اسلام نے انسانی پیدائش کے تمام مراحل سے آگاہ کر کے انسان کو ایک ایسا درس دیا جسے وہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ اسلام نے مرد اور عورت کو نفس واحدہ قرار دیا۔ ازدواج میں وہ سکون و راحت کی فضا پیدا کی جس میں نسل انسانی برقرار رہتی ہے۔ اسی طرح تمام مخلوقات ہیں جو استطاعت بھر اپنی نسل کو پروان چڑھاتی اور حفاظت کرتی ہیں۔ انسان نے جن چیزوں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہوئے خالق کا درجہ دیا ہے وہ تو خود اللہ تعالیٰ کی نہایت حقیر مخلوق ہیں۔

جن وشیطان کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا:

((اَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَأَ وَ بَرَأَ' وَ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ' وَ مِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا' وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيلِ وَ النَّهَارِ))

''میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں' اس کی ہر مخلوق کے شر سے اور ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی اور اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جو آسمان کی طرف چڑھتی ہے اور رات اور دن کے فتنوں سے۔'' (مسند احمد)

14. الْمُصَوِّرُ (صورت عطا کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر مخلوق کو ایک صورت عطا کرنے والا ہے۔

خوبصورت ترتیب دے کر بنانے والا۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى يُصَوِّرُكُمْ فِى ٱلْأَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۚ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [آل عمران: ٦]

''وہ ماں کے پیٹ میں تمہاری صورتیں جس طرح چاہتا ہے بناتا ہے' اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں' وہ غالب ہے' حکمت والا ہے۔'' (آل عمران: 6)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِي فَلْيَخْلُقُوا ذَرَّةً، اَوْ لِيَخْلُقُوا حَبَّةً، اَوْ لِيَخْلُقُوا شَعِيرَةً))

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اس سے بڑا ظالم کون ہوگا جو میرے جیسی مخلوق بنانے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ لوگ ایک ذرہ' ایک دانہ یا ایک جو ہی بنا کر دکھلائیں۔'' (صحیح البخاری)

اللہ تعالیٰ نے کائنات میں لاتعداد مخلوقات پیدا کی جو اپنے انداز میں سب ہی خوبصورت شکل و صورت والی ہیں۔ انسان صرف اپنی شکل و صورت پر غور کرے کہ اسے کس قدر احسن انداز میں بنایا گیا ہے۔ انسانی فزیالوجی کس قدر حساس اور اس کی پیدائش کے مراحل کتنے نازک ہیں جن

سے گزار کر اسے دنیا میں لایا گیا نیز ان تمام مراحل میں اس کی ضروریات کو مدنظر رکھا گیا۔ دنیا میں پہچان کے لئے اس کے مختلف نقوش بنائے' مختلف رنگ اور روپ بنائے' مختلف عادات واطوار اور موسموں کے لحاظ سے اس کے جسم کی پرورش کی۔ مختلف آوازیں بنائیں اور ہر انسان کے عقل و شعور کو مختلف درجات پر رکھ کر ہر ایک کی ضروریات پوری کی گئیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بیان کرنے کے بعد فرمایا: میرے لئے اچھے اچھے نام ہیں۔ کائنات میں تمام مخلوقات میری حمد وثناء بیان کرتی ہے' میں غالب ہوں اور حکمت والا ہوں' میرا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ اس لئے اے انسان! تو بھی صرف میری حمد وثناء بیان کر اور اپنی ہر احتیاج کے لئے مجھ سے دست سوال دراز کر۔

سجدہ تلاوت میں یوں دعا کیجئے:

((سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِي خَلَقَهُ وَ شَقَّ سَمْعَهُ وَ بَصَرَهُ ' بِحَوْلِهِ وَ قُوَّتِهِ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ))

میرے چہرے نے اس ذات کے لئے سجدہ کیا جس نے اسے پیدا کیا' اس میں کان اور آنکھ کے سوراخ نکالے اپنی طاقت اور قوت سے' پس برکت والا ہے اللہ تعالیٰ جو سب بنانے والوں سے اچھا ہے۔ (ابوداود' ترمذی اور نسائی)

15. الْغَفَّارُ (بڑا بخشنے والا۔ ڈھانپنے والا)

دنیا میں گناہوں اور برائیوں کو عمدہ طریقے سے ڈھانپنے والا اور آخرت میں عذاب دینے کے بجائے درگزر کرنے والا۔ (الغزالی)

یہ اسم مبارک فعال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ جس کے معنی ہیں' بار بار بڑے بڑے گناہ بخشنے والا۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ العفو' الغفور اور الغفار ایک جیسے ہی معنی میں آتے ہیں۔ ارشاد

باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ﴾ [نوح: ١٠]

''اور میں (نوح) نے کہا کہ اپنے رب سے اپنے گناہ بخشواؤ (اور معافی مانگو) وہ یقیناً بڑا بخشنے والا ہے۔'' (نوح:10)

﴿ وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴾ [طه: ٨٢]

''ہاں بے شک میں ان کو بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں' ایمان لائیں' نیک عمل کریں اور راہ راست پر بھی رہیں۔'' (طٰہٰ:82)

مغفرت الٰہی کا مستحق بننے کے لئے چار باتوں پر عمل کرنا ضروری ہے۔ کفر و شرک اور معاصی سے توبہ' ایمان اور عمل صالح کے ساتھ راہ راست پر چلتے رہنا' واجب الادا حقوق العباد ممکن حد تک ادا کرنا اور استقامت کے ساتھ توبہ پر قائم رہنا حتیٰ کہ ایمان کی حالت میں موت آئے۔ ان چار باتوں پر عمل کیا جائے تو ایسی توبہ' توبۃ النصوح کہلاتی ہے۔ اور ایسی توبہ ہی کام آنے والی ہے۔ توبہ صرف اسی صورت میں فائدہ پہنچائے گی' جب دوبارہ کفر و شرک کا راستہ نہ اختیار کیا جائے۔ زبانی جمع خرچ والی توبہ کسی کام نہیں آئے گی۔ اگر موت کفر و شرک کی حالت میں آ گئی تو مغفرت الٰہی کے بجائے عذاب کا مستحق ٹھہرے گا۔ ہمیشہ کے لئے شرک و کفر چھوڑ کر ایمان کا راستہ اپنانا ہوگا' ایمان کے بغیر جہنم کی آگ سے نجات نہیں مل سکتی۔ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کے لئے بڑا رحیم اور غفار ہے۔

گناہوں سے بخشش کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ إِلَّا أَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِنْ عِنْدِكَ وَ ارْحَمْنِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ))

''اے اللہ! میں نے اپنی جان پر بہت ظلم کیا اور تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا' پس مجھے اپنی خاص مغفرت سے بخش دے اور مجھ پر رحم کر' یقیناً تو ہی بخشنے والا بے حد رحم کرنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری)

16. اَلْقَهَّارُ (بڑا قہر کرنے والا' زبردست' غالب)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ زبردست طاقت وقوت رکھنے والی ذات اقدس ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ ٱلْوَٰحِدُ ٱلْقَهَّٰرُ ﴾ [الرعد: ١٦]

''کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے وہ اکیلا ہے اور زبردست غالب ہے۔'' (الرعد:16)

اللہ تعالیٰ کی صفت قہاریت یہ ہے کہ اس نے کائنات کو عدم سے وجود بخشا اور پھر وجود پر فنا و فساد طاری کرتا رہتا ہے۔ پس کائنات میں جس قدر بھی کون وفساد ہو رہا ہے' سب اللہ تعالیٰ کی صفت قہاریت کا مظہر ہے۔ قرآن پاک کی آیت ﴿قُلِ اللّٰهُمَّ مَالِكَ الْمُلْكِ...﴾ صفت قہاریت کی پوری طرح تشریح کر رہی ہے۔

جن وانس میں سے جو بھی القہار سے بغاوت کرتا ہے' وہ اتمامِ حجت کے بعد اپنی زبردست قوت سے اس کو پکڑ لیتا ہے اور پھر اس کی پکڑ سے کوئی اسے چھڑانے والا اور مدد کرنے والا نہیں ہوتا۔ تمام مخلوقات اس کے سامنے مجبور ومقہور اور بے بس ہیں۔ ہر شخص ذاتی اور مجموعی طور پر ان امور کا معترف ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کامل اور عظیم صفات سے متصف ہے۔ ہر صفت میں اسے کمال حاصل ہے۔ اس کے کسی اسم وصفت میں کوئی نقص یا کمی نہیں۔

دنیا کی تمام مخلوقات کو طاقتیں عطا کرنے والی وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ وہ جب چاہتا ہے

اور جس طرح چاہتا ہے' اپنی مخلوق سے یہ قوت واپس لے لیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اپنی دوسری مخلوق پر غلبہ عطا فرما دیتا ہے۔ دنیا کی تمام تر قوتیں اس کی زبردست قوت کے سامنے ہیچ ہیں۔ یہ دنیاوی طاقتیں تو ختم ہو جانے والی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی طاقت سب پر حاوی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ اس کی زبردست طاقت کبھی ختم ہونے والی نہیں۔ قیامت کے بعد بھی وہ زبردست طاقت والا رب موجود رہے گا۔ وہ زبردست قوت رکھنے والے ہاتھی کو چیونٹی سے ہلاک کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ اس کے دین کا ہر دشمن اس کی زبردست قوت کے سامنے عاجز و بے بس ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کو زبردست قوت رکھنے والے دین کے دشمنوں پر فتح نصیب فرماتا ہے۔ وہ باری تعالیٰ اپنی مخلوق میں سے جس مخلوق سے چاہے' کام لے کر اپنی صفت قہاریت کا مظاہرہ کرتا ہے' وہ دنیاوی اسباب کا محتاج نہیں۔ جس طرح اصحاب فیل کا حشر کیا کہ اپنی چھوٹی مخلوق سے بڑی مخلوق کو' جس پر انسان نے فخر و تکبر کرنا شروع کر دیا تھا' تباہ و برباد کرا دیا تاکہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفت قہاریت کا عقل و شعور سے مشاہدہ کرے۔

رات سونے کے دوران پہلو بدلتے وقت کی دعا:

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ' رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ))

''اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں جو اکیلا زبردست ہے۔ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان والی چیزوں کا رب جو بہت عزت والا بہت بخشنے والا ہے۔'' (الحاکم)

17. اَلْوَهَّابُ (بہت زیادہ دینے والا)

وَهَّاب' وھب سے مشتق ہے' جس کے معنی ہیں ھبہ کرنا' عطا کرنا اور دے دینا۔ وہاب کے معنی ہیں بغیر کسی معاوضہ یا غرض کے عطا کرنے والا۔

محبۃ اور حب کا مصدر بھی وہاب ہے' جس کے معنی ہیں بہت زیادہ پیار اور پیار کرنے والا۔

علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری شرح اسماء حسنٰی میں تحریر فرماتے ہیں:

''الوہاب وہ ہے جو عطا ہائے صوری و معنوی اور عطیات دنیوی و اخروی کا مالک ہے۔ یہی اسم ہے جو بتلاتا ہے کہ بندہ کے پاس اس کے گھر کی کوئی چیز اپنی نہیں، جو کچھ ہے، وہ سب عطائے الٰہی اور اس کی جود لامتناہی کا نتیجہ ہے۔''

الوہاب نے خود دعا کرنے کا طریقہ یوں سکھایا:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنتَ الْوَهَّابُ ﴾
[آل عمران: ۸]

''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر دے اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما، یقیناً تو ہی بہت بڑی عطا کرنے والا ہے۔'' (آل عمران: 8)

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی عطا یہ ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے تا کہ وہ دین حنیف پر چلتے ہوئے زندگی گزارے۔ الوہاب ہدایت اور نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ اس کی توفیق کے بغیر ہدایت اور نیکی کا تصور محال ہے۔ الوہاب کسی کی محنت و مزدوری یا ذاتی فائدہ یا اظہار تشکر کے طور پر نہیں بلکہ محض اپنے جود و کرم کی بنا پر عطا کرتا ہے۔ وہ دینی و دنیاوی، ظاہری اور پوشیدہ، ہر چیز کا حقیقی مالک و خالق ہے۔ وہ ہر کسی کی ضروریات سے آگاہ ہے۔ اس لئے ہر زمانے، ہر مقام اور ہر وقت اس کی جود و سخا جاری و ساری رہتی ہے۔ الوہاب اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے متقی لوگوں کو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ الوہاب دین کے دشمنوں کو بھی اسی طرح عطا فرماتا ہے جس طرح اپنے متقی لوگوں کو عطا فرماتا ہے لیکن صبر و شکر، قناعت اور توکل کی دولت صرف متقی لوگوں کو نصیب ہوتی ہے۔ اس کی جود و کرم کسی صلہ پر نہیں بلکہ وہابیت کی بدولت جاری رہتی ہے۔ قیامت کے روز بھی اسی کی مہربانی اور فضل و کرم سے اہل ایمان جنت میں جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دعا مانگنے کا طریقہ یوں بتایا:

﴿ وَقَالَ رَبِّ أَوۡزِعۡنِيٓ أَنۡ أَشۡكُرَ نِعۡمَتَكَ ٱلَّتِيٓ أَنۡعَمۡتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَٰلِدَيَّ وَأَنۡ أَعۡمَلَ صَٰلِحٗا تَرۡضَىٰهُ وَأَدۡخِلۡنِي بِرَحۡمَتِكَ فِي عِبَادِكَ ٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ [النمل : ١٩]

اے ہمارے رب! تو مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجالاؤں جو تو نے مجھ پر انعام کی ہیں اور میرے ماں باپ پر، اور میں ایسے نیک اعمال کرتا رہوں جن سے تو خوش رہے، مجھے اپنی رحمت سے نیک بندوں میں شامل کرلے۔ (النمل:19)

استقامت کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغۡ قُلُوبَنَا بَعۡدَ إِذۡ هَدَيۡتَنَا وَهَبۡ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحۡمَةًۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلۡوَهَّابُ ﴾

[آل عمران : ٨]

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو صحیح و سچے راستے سے نہ ہٹنے دینا اور اپنی رحمت کا سلسلہ جاری رکھنا۔ اس لئے کہ تو بہت ہی زیادہ عطا کرنے والا ہے۔ (آل عمران:8)

18. الرَّزَّاقُ (روزی رساں۔ رزق دینے والا)

رزق کے اصل معنی ہیں کسی کو کسی چیز سے نفع حاصل کرنے کی کھلی چھٹی دے دینا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت الرزاق ہے۔

وہ ذات باری تعالیٰ ہر جاندار کے لئے رزق پیدا کرنے اور رزق حاصل کرنے کے لئے اسباب مہیا کرنے والا ہے۔ وہ زمین و آسمان سے اپنی مخلوق کے لئے رزق کا بندوبست کرتا ہے۔ آسمان سے پانی اتارتا ہے اور زمین سے سبزہ اور پھل اگاتا ہے جو اس کی مخلوق کا رزق بنتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلۡقُوَّةِ ٱلۡمَتِينُ ﴾ [الذاريات : ٥٨]

اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں‘ توانائی والا اور زورآور ہے۔(الذاریات:58)

مزید فرمایا:

﴿ وَمَن رَّزَقْنَٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَجَهْرًا ﴾
[النحل : ٧٥]

اور جس کو ہم نے اپنی طرف سے اچھی روزی دی‘ سو وہ اس میں سے خرچ کرتا ہے‘ پوشیدہ اور ظاہر۔(النحل:75)

رزق کی دو اقسام ہیں:

(i) ظاہری رزق: جس میں غذا‘ پھل اور مشروبات وغیرہ آتے ہیں‘ جنہیں کھانے سے جسم کو طاقت وتوانائی مہیا ہوتی ہے اور انسان لذت وفرحت محسوس کرتا ہے۔

(ii) باطنی رزق: ایمان‘ جس سے ابدی زندگی یعنی آخرت کے لئے رہنمائی ملتی ہے۔اس سے دین کی رہنمائی اور دل کو سکون میسر آتا ہے۔اس غذا کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل مبعوث فرمائے اور رہنمائی کے لئے آسمانوں سے کتب نازل فرمائیں۔اب الہامی ہدایت کا کام مکمل ہو چکا ہے۔خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کام اُمتِ محمدیہ کے سپرد کیا گیا اور قیامت تک یہ اُمت اس فریضہ کو انجام دیتی رہے گی۔ہم میں سے ہر ایک کی یہ انفرادی اور اجتماعی ذمہ داری ہے کہ اس فریضہ کو احسن طریقہ سے انجام دے۔

اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے یہ دونوں رزق یعنی مال ودولت اور علم وفراست فراخ کر دیتا ہے اور سب سے بڑھ کر اپنے دین کے علم سے بہرہ ور کرتا ہے۔جس کے لئے چاہتا ہے‘ دونوں رزق تنگ کر دیتا ہے‘ اور جس کے لئے چاہتا ہے‘ دونوں میں سے ایک فراخ اور دوسرا تنگ کر دیتا ہے۔خوش قسمت وہی ہے جس کو دین کا علم دیا گیا۔وہ اس سے اپنی تمام تر راحتیں

حاصل کر لیتا ہے۔ اگر اسے دنیاوی مال میسر نہ ہو تو بھی وہ خوش وخرم اور مطمئن زندگی گزارتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جنہیں دونوں رزق وافر مقدار میں عطا فرمائے ہوں انہیں بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچانا چاہیے۔

علم وفضل کے حصول اور بیماری سے بچاؤ کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْاَلُکَ عِلْمًا نَافِعًا وَ رِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا))

''اے اللہ! میں تجھ سے نفع بخش علم' پاکیزہ رزق اور (تیری بارگاہ میں) مقبول عمل کا سوال کرتا ہوں۔''(ابن ماجہ)

فراخی رزق کی دعا:

﴿ وَارْزُقْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴾ [المائدة : ١١٤]

''اے اللہ! تو ہمیں رزق عطا فرما' بے شک تو بہتر رزق دینے والا ہے۔''(المائدہ:114)

19. اَلْفَتَّاحُ (کھولنے والا۔ حکم کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ حق اور باطل کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ وہ حق کو ظاہر اور باطل کو گم کرنے والا ہے۔ وہ ہر کسی کو حکم دینے والا ہے۔ اسے کوئی حکم دینے والا نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ ﴾ [سبأ: ٢٦]

''انہیں خبردار کر دیجئے کہ ہم سب کو ہمارا رب جمع کر کے ہم میں سچے فیصلے کر دے گا' وہ فیصلے چکانے والا اور دانا ہے۔''(سبا:26)

﴿ مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِن رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۖ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهُ مِنۢ بَعْدِهِۦ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾ [فاطر : ۲]

''اللہ تعالیٰ اپنی جس قدر رحمت لوگوں کے لئے کھول دے' اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جس کے لئے بند کر دے' پس اس کے بعد اس کو کوئی (رحمت) جاری کرنے والا نہیں اور وہی غالب حکمت والا ہے۔'' (فاطر:2)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری تحریر فرماتے ہیں:

''الفتاح وہ ہے جو مشکلات اور مہمات (کی گرہوں) کو کھولتا ہے۔ وہ جو دل کو حق کے لئے کھولتا ہے۔ الفتاح زبان پر علوم کو جاری کرتا ہے۔ وہ علوم کے انکشاف سے آنکھوں سے پردے دور کرتا ہے۔ فتاح وہ ہے جو اہل حق اور اہل باطل کے درمیان فیصلہ صادر فرماتا ہے۔ فتاح وہ ہے جو صادقین سے صدق کو ظاہر کرتا ہے اور کاذبین کی اصلیت سب پر کھول دیتا ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا فرمایا کرتے تھے۔

((اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ))

''یااللہ ! اگر تو کسی کو اپنے فضل سے نوازنا چاہے تو کوئی تجھے روک نہیں سکتا اور اگر تو کسی کو اپنی رحمت سے محروم کر دے تو کوئی اسے نواز نہیں سکتا اور کسی دولت مند کی دولت اسے تیرے عذاب سے نہیں بچا سکتی۔'' (متفق علیہ)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سچے فیصلے کرنے والا ہے۔ کسی کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہوگی بلکہ اپنے اعمال کے مطابق نیکوکاروں کو جنت اور بدکاروں کو جہنم میں داخل کرنے والا ہے۔ اہل ایمان سے آسان حساب لے کر ان کے دلوں پر چھائی ہوئی غم اور خوف کی چادر دور کرنے والا

اور شیطان صفت انسانوں پر غم و افسردگی کی فضا قائم کرنے والا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ وہ سختی اور پریشانی کے لمحات کو بھلا کر دلوں کو راحت و سکون عطا کرنے والا ہے۔

اپنی قوم و ملت کے درمیان ربط و ضبط کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ﴾ [الأعراف: ٨٩]

''اے ہمارے رب! ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان رکاوٹوں اور بندشوں کو دور کر کے باہم ربط و ضبط کھول دے' اور تو ہی بہتر کھولنے والا ہے۔'' (الأعراف:89)

20. الْعَلِيمُ (صاحبِ علم۔ جاننے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ علیم ہے۔ وہ ہر چیز کا اول و آخر جانتا ہے۔

علیم فعیل کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی بہت زیادہ اور ہر وقت جاننے والا۔ (بیہقی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ١١٥]

''اور مشرق و مغرب کا مالک اللہ ہی ہے تم جدھر بھی منہ کرو' ادھر ہی اللہ کا منہ ہے' اللہ تعالیٰ کشادگی اور وسعت والا اور بڑے علم والا ہے۔'' (البقرہ:115)

سورہ النحل میں فرمایا:

﴿ فَلَا تَضْرِبُوا لِلَّهِ الْأَمْثَالَ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴾ [النحل: ٧٤]

''لوگو! اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں نہ بناؤ' بے شک اللہ تعالیٰ (ہر چیز) خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' (النحل:74)

'اللہ تعالیٰ کے لئے مثالیں نہ بناؤ' سے مراد یہ ہے کہ اس کے علم کے ساتھ کسی دوسرے کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ اس کے جاننے اور انسان کے جاننے میں کوئی نسبت نہیں۔ اس کے علم کا کمال یہ ہے کہ وہ ہر چیز کی اوّل و آخر جاننے والا ہے' خواہ وہ پوشیدہ ہو یا ظاہر' چھوٹی ہو یا بڑی' مرئی ہو یا غیر مرئی۔ رات کے وقت اٹھنے والے کی نیت کو جانتا ہے کہ اٹھنے والا کس نیت سے اٹھ رہا ہے۔ العلیم نے اپنی اولاد نہیں بنائی' اگر اس کی اپنی اولاد ہوتی تو وہ اس کے علم میں شریک ہو جاتی' یوں وہ اپنی مخلوق کے ساتھ انصاف نہ کر پاتا۔

اللہ تعالیٰ ہر ممکن کو جانتا ہے کہ کیا ہونے والا ہے یا مابعد کیا وقوع پذیر ہوگا۔ وہ ہر چیز کے بارے میں بے نیاز تو ہے لیکن بے خبر نہیں' حتیٰ کہ ساتوں زمین و آسمان میں گرنے والے ہر پتے اور ہر ذرے کے حالات سے باخبر ہے۔ ہر چیز کے بارے میں مکمل علم رکھتا ہے کہ اس کے ساتھ جو وقوع پذیر ہوگا' اس پر کیا بیتے گی۔ غرض وہ ہر زمانے میں وقوع پذیر ہونے والے ہر عمل کے بارے میں اچھی طرح علم رکھتا ہے' کوئی چیز اس کے علم سے باہر نہیں۔

نقصان دہ اشیاء سے بچنے کی دعا:

((بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِی لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَیْءٌ فِی الْأَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ))

''اللہ کے نام کے ساتھ' جس کے نام کے ساتھ آسمان و زمین میں کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی' اور وہ سننے والا جاننے والا ہے۔'' (ابوداود' ترمذی)

21. اَلْقَابِضُ (تنگی کرنے والا۔ قبضہ کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ موت کے وقت روحوں کو قبض کرنے والا ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ جس کے لئے چاہتا ہے' رزق تنگ کر دیتا ہے' اور جس کے لئے چاہتا ہے' فراخ کر دیتا ہے۔ اسی طرح جس سے خوش ہوتا ہے اس کے لئے دین کی تنگی دور کر کے نیکی کرنا آسان بنا دیتا ہے اور دین کا فہم عطا فرماتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن ذَا ٱلَّذِى يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [البقرة: ٢٤٥]

''ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے' پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا کرے۔ اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' (البقرہ:245)

جس طرح اللہ تعالیٰ رزق کو فراخ اور تنگ کرنے پر قادر ہے' اسی طرح وہ دلوں کو کھولنے اور تنگ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ موت کی سختیوں کو کھولنے اور اپنے نیک بندوں پر دنیاوی معاملات آسان کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ دل کی رنجشوں اور کدورتوں کو خوشی اور شادمانی میں تبدیل کرتا ہے۔ خاندانوں میں نفرت کو اخوت اور محبت میں بدل دیتا ہے۔ اپنے نیک بندوں کے لئے لوگوں کے دلوں میں الفت اور محبت کے جذبات بھر دیتا ہے۔ متقی لوگ دنیاوی آسائشوں کے بغیر فراخی اور بدنصیب دنیاوی آسائشوں کے باوجود تنگی محسوس کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت بن دیکھے ہر جگہ محسوس کی جا سکتی ہے۔

فراخی رزق کے لئے دعا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمُسعِّرُ الْقَابِضُ' الْبَاسِطُ الرَّازِقُ))

''بے شک (اے) اللہ تعالیٰ (تو) رزق کو تنگ کرتا اور کشادہ کرتا ہے۔'' (اے اللہ ہمیں کشادگی والا رزق عطا فرما) (جامع الترمذی)

((لا إِلٰهَ إِلا اللّٰهُ وَحْدَهُ لا شَرِيكَ لَهُ' لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ وَ هُوَ

عَلٰى كُلِّ شَيءٍ قَدِير' اللّٰهُمَّ لا مَانِعَ لِمَا أعْطَيْتَ وَلا مُعْطِي لِمَا مَنَعْتَ وَلا يَنفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنكَ الْجَدُّ))

اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' وہ اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں' اس کے لئے بادشاہی ہے' اور اسی کے لئے حمد وثناء ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ! تو (کسی) کو جو عنایت کرنا چاہے' اسے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روکنا چاہے' اسے کوئی عطا نہیں کرسکتا اور تیرے سوا کوئی کسی کو نفع نہیں پہنچا سکتا۔ (صحیح بخاری و مسلم)

22. الْبَاسِطُ (کشادگی کرنے والا۔ فراخی دینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کشادگی پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی 'القابض' اور 'الباسط' دونوں صفات کا ایک ساتھ ذکر کرنے سے اس کی پوری قدرت ظاہر ہوتی ہے کہ وہ کس طرح قابض اور باسط ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّن ذَا ٱلَّذِى يُقْرِضُ ٱللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضَـٰعِفَهُۥ لَهُۥٓ أَضْعَافًا كَثِيرَةً ۚ وَٱللَّهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴾ [البقرة: ٢٤٥]

ایسا بھی کوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے پس اللہ تعالیٰ اسے بہت بڑھا چڑھا کر عطا فرمائے' اللہ ہی تنگی اور کشادگی کرتا ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ (البقرۃ:245)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بے شک اللہ تعالیٰ چیزوں کو تنگ کرنے والا اور کھولنے والا اور رزق عطا کرنے والا ہے۔ (ابن ماجہ و ترمذی)

جس طرح اللہ تعالیٰ رزق کو فراخ کرنے پر قادر ہے اسی طرح وہ دلوں کو کھولنے پر بھی قادر

ہے۔ اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کر لیتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے' نیکی کرنا اس کے لئے آسان ہو جاتا ہے اور معصیت کے کام مشکل۔ وہ مسبب الاسباب ہے' اپنی رحمت سے لوگوں کے لئے کشادگی کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ اپنے نیک بندوں کی دعائیں سنتا ہے اور مشکل حالات میں انہیں دلی سکون عطا فرماتا ہے۔ اصل کشادگی دل کی کشادگی ہے۔ کنجوس آدمی مال و دولت رکھتے ہوئے بھی اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے خرچ نہیں کرتا' حالانکہ اللہ تعالیٰ نے متعدد مثالوں کے ذریعے سمجھایا کہ میں اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو سات سے سات سو گنا بڑھا کر عطا کرتا ہوں اور خرچ کرنے والے کے مال میں خیر و برکت ڈال دیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو نقصانات سے بچا کر بھی اپنی برکتوں اور رحمتوں سے تھوڑی مقدار کو زیادہ نفع بخش بنا دیتا ہے۔ جس سے وہ اپنے مال میں کشادگی محسوس کرتے ہیں۔

شدید کشیدہ حالات میں انسان کو پریشانیوں اور مایوسیوں سے نکالنے والی صرف وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ موت کی مشکل گھڑیوں میں متقی لوگوں کی جان اس قدر آسانی سے نکالنے پر قادر ہے کہ انہیں تنگی محسوس نہیں ہوتی۔ تنگ و تاریک قبر کو فراخ کرنے پر قادر ہے۔ رزق کی تنگ دستی کو فراخی میں بدلنے والا' پریشانیوں سے نجات دینے والا' اسباب میں فراخی پیدا کرنے والا' علم و فضل میں اضافہ کرنے والا' مسائل کا حل سلجھانے والا' آسان زندگی عطا کرنے والا اور اچھے انجام سے مستفید کرنے والا ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ جس کی ایک صفت الباسط ہے۔

کشادگی والی زندگی کے لئے دعا:

((اللّٰهُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ عِیشَةً نَقِیَّةً وَ مِیتَةً سَوِیَّةً وَ مَرَدًّا غَیْرَ مُخْزِیٍّ وَلَا فَاضِحٍ))

''اے اللہ! ہم تجھ سے آسان زندگی کا سوال کرتے ہیں' اچھی موت کا سوال کرتے ہیں اور ہمیں اپنی طرف اس حال میں واپس بلا' جس میں کوئی پریشانی اور تنگی نہ ہو۔'' (طبرانی)

23. الخَافِضُ (گرانے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنے دشمنوں کو گرانے یعنی نیچا دکھانے اور ذلیل و خوار کرنے والا اور بے نصیب کرنے والا ہے۔

الخافض اپنی اس صفت کے ساتھ ساتھ الرافع بھی ہے۔ الخافض اپنے دین کے دشمنوں کو اپنی رحمت اور قرب سے دور کرتا ہے۔ انہیں لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے' خواہ وہ کتنے ہی مال و دولت سے نوازے گئے ہوں۔ فرعون' نمرود اور شداد جیسے عظیم الشان سلطنت اور مال و دولت رکھنے والوں کے لئے جب الخافض کی پکڑ آ گئی تو وہ دنیا کے ذلیل ترین لوگوں میں شمار ہو گئے اور دنیا کی نظروں سے ایسے گرا دیئے گئے کہ قیامت تک لوگ نفرت سے ان کا ذکر کرتے رہیں گے۔ الخافض' طاقت کے نشے میں چور نافرمان قوموں کو لمحوں میں گرانے کی قدرت رکھتا ہے۔

الخافض متقی لوگوں پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے' لوگ انہیں اچھے ناموں سے یاد کرتے ہیں اور ان کے حق میں دعائے مغفرت کرتے ہیں۔ اس طرح ان کی شان اور مرتبے میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس ظالم' سرکش اور متکبر لوگوں کو عام لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین دنیاوی اسباب میں کمزور تھے لیکن کفار کے مقابلے میں الخافض نے ان کی مدد کی تو وہ کفار کی ذلت و خواری کا سبب بن گئے۔

الخافض سے مدد کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اَعِنّی وَلا تُعِنْ عَلَّی ' وَانْصُرْنِی وَلَا تَنْصُر عَلَیَّ ' وامْکُرْ لِی وَلَا تَمْکُرْ عَلَیّ ' وَاھْدِنی وَیَسِّرِالْھُدَیٰ لِی ' وَانْصُرْنِی عَلٰی مَنْ بَغَی عَلَی))

''اے اللہ! ہماری مدد کر اور ہمارے خلاف کسی کی مدد نہ کر' اور ہماری منصوبہ بندی کامیاب کر اور ہمارے خلاف کسی کی منصوبہ بندی کامیاب نہ کر' ہمیں ہدایت نصیب کر اور ہمارے

لئے ہدایت آسان کردے اور ہماری مدد کر جو ہمارے خلاف ہیں۔'' (ترمذی)

24. الرَّافِعُ (اٹھانے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الرافع ہے جس کے معنی ہیں اٹھانے والا۔ یعنی وہ اپنے دین کے دشمنوں کو نیچا دکھانے اور اپنے دین کی حفاظت کرنے والوں کو فتح سے ہمکنار کرنے والا ہے۔ ان کی نیکیوں کو بڑھاتا ہے اور ان کے درجات کو بلند کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ذلت اور پستی سے بچاتا ہے اور نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔ نیکی ان کے لئے آسان اور گناہ کا کام مشکل ہو جاتا ہے۔ اپنے دوستوں کی شان اور مرتبہ کو بلند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ''الرافع'' اور ''الخافض'' کا ایک ساتھ ذکر آنے سے اس کی پوری قدرت واضح ہو جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءُوهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَانتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ أَجْرَمُوا ۖ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ﴾ [الروم: ٤٧]

''اور ہم نے آپ سے پہلے بھی اپنے رسولوں کو ان کی قوم کی طرف بھیجا' وہ ان کے پاس دلیلیں لائے۔ پھر ہم نے گنہگاروں سے انتقام لیا اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا لازم ہے۔'' (الروم: 47)

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو اس قدر بلند کیا کہ قیامت تک اذان میں ان کا ذکر بلند آواز سے ہوتا رہے گا۔ درود شریف پڑھتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمتوں اور برکتوں کے لئے تمام امتی دعا کرتے رہیں گے جب کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کا ذکر بھی ہوتا ہے' لیکن بدنصیبی' بدبختی اور ذلت آمیز الفاظ

کے ساتھ، جن میں فرعون، نمرود، شداد اور ابولہب جیسے بے شمار نافرمان شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے الخافض اور اپنے نیک بندوں کے لئے الرافع ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے کارناموں کا تذکرہ دنیا میں ان کے ناموں کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور لوگ ان کے لئے دعائیہ کلمات کہتے رہتے ہیں، جیسے صحابہ کرام، ائمہ دین اور محدثین کرام رحمہم اللہ وغیرہم۔ جب بھی لوگ احادیث پڑھتے ہیں، ان نیک بختوں کے لئے دعائیہ جملے ان کی زبان پر آ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بھی ان کی سفارش قبول کر کے اور ان کے درجات بلند کر کے ان کی شان بڑھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حق کا علم عطا فرماتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ طاغوت کی تابعداری کرتے ہیں، ان کو جہالت اور گمراہی میں اور زیادہ ڈبو دیتا ہے۔ اس طرح حق کا پیغام عام کرنے والے بڑی شان پاتے ہیں جبکہ باطل کا پرچار کرنے والوں کو ہمیشہ بدنصیبی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

دو سجدوں کے درمیان کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اغْفِرلِی وَارْحَمْنِیْ وَاھْدِنی وَاجْبُرْنِی وَعَافِنی وَ ارْزُقْنِی وَارْفَعْنِی))

اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، میرا نقصان پورا فرما، مجھے عافیت بخش، مجھے رزق عطا فرما، اور مجھے بلند کر۔ (ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

25. المُعِزّ (عزت دینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو علم و فضل، مال و دولت اور متقی اور صالح اولاد کے ذریعے عزت عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہی تمام تر عزت اور فضیلت ہے۔ اس کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیں:

﴿ قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلۡمُلۡكِ تُؤۡتِي ٱلۡمُلۡكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلۡمُلۡكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُۖ بِيَدِكَ ٱلۡخَيۡرُۖ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ﴾

[آل عمران: ٢٦]

آپ کہہ دیجئے اے میرے معبود! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی دے اور جس سے چاہے سلطنت چھین لے اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' بے شک تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں' بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ (آل عمران: 26)

اللہ تعالیٰ انسان کو تین طرح سے عزت عطا فرماتا ہے:

اول: اپنے بندوں کو دنیا میں خوشحالی نصیب فرماتا ہے اور بلند مرتبہ و شان عطا کرتا ہے۔ یہ اعزاز محکم اور بالفعل ہے۔ دوم: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو آزمانے کی خاطر تنگی سے دوچار کرتا ہے' حالانکہ وہ تقویٰ کے لحاظ سے اعلیٰ درجے پر فائز ہوتے ہیں' مگر ان کے صبر کی وجہ سے ان کا ثواب اور درجہ روز بروز بڑھتا رہتا ہے۔ یہ اعزاز اگرچہ بالفعل نہیں مگر محکم ہے۔

سوم: اللہ تعالیٰ اپنے کتنے ہی دشمنوں کی روزی فراخ کر دیتا ہے۔ ان کے پاس مال و دولت کی فراوانی اور امر و نہی میں ان کو دنیا میں پذیرائی حاصل ہوتی ہے۔ یہ اعزاز بالفعل ہے مگر محکم نہیں' کیونکہ ان کے لئے آخرت میں دائمی عذاب ہے۔ دنیا میں ان کو ڈھیل دی گئی جس سے وہ فائدہ اٹھا رہے ہیں لیکن آخرت میں دردناک عذاب سے دوچار کئے جائیں گے۔ دنیا دار لوگ ان کے حالات دیکھ کر غلط فہمی کا شکار ہو جاتے ہیں اور کمزور ایمان والے یہ تصور کر لیتے ہیں کہ آخرت میں بھی ان کو یوں ہی فراخی میسر رہے گی' حالانکہ ان کے بارے میں فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّمَا نُمۡلِي لَهُمۡ لِيَزۡدَادُوٓاْ إِثۡمٗاۖ وَلَهُمۡ عَذَابٞ مُّهِينٞ ﴾ [ال عمران: ١٧٨]

ہم ان کو مہلت اس لئے دیتے ہیں تاکہ وہ اور زیادہ گناہ کر لیں اور آخر کار ہم ان کو

ذلیل کرنے والا عذاب دیں گے۔ (آل عمران:178)

اہل ایمان کی شان یہ ہونی چاہئے کہ وہ دنیا کے معمولی فائدہ کو بھول کر آخرت کے دائمی فائدہ کے لئے کوشاں رہیں۔ دنیا کی چند ساعتوں کی مشکلات سے پریشان نہیں ہونا چاہئے بلکہ دین کی حلاوت اور راحت محسوس کرتے ہوئے آخرت کی طویل ترین اور نہ ختم ہونے والی مدت کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے۔

صفا مروہ کے درمیان کی دعا:

((رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ إِنَّکَ أَنْتَ الأَعَزُّ وَالإِکْرَمُ))

''اے میرے رب! میری حالت پر رحم فرما' میرا قصور معاف فرما' یقیناً تو بڑی عزت اور بڑی بزرگی والا ہے۔'' (مجمع الزوائد)

26. الْمُذِلُّ (خوار کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سرکش اور ضدی انسانوں کو ذلیل وخوار کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت المعز اور المذل کا ایک ساتھ ذکر کرنے سے ان صفات کا ادراک ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قَـٰتِلُوا۟ ٱلَّذِینَ لَا یُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَلَا بِٱلْیَوْمِ ٱلْـَٔاخِرِ وَلَا یُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ ٱللَّهُ وَرَسُولُهُۥ وَلَا یَدِینُونَ دِینَ ٱلْحَقِّ مِنَ ٱلَّذِینَ أُوتُوا۟ ٱلْکِتَـٰبَ حَتَّىٰ یُعْطُوا۟ ٱلْجِزْیَةَ عَن یَدٍ وَهُمْ صَـٰغِرُونَ ﴾ [التوبة: ۲۹]

''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو اللہ اور اس کے رسول کی حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے' نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں اور لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے' یہاں تک کہ وہ ذلیل وخوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا

کریں۔(التوبہ:29)

اہل کتاب دین حق سے انحراف کرتے ہوئے حلال کو حرام اور حرام کو حلال ثابت کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو ان سے قتال کا حکم دیا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمنان دین کے دلوں میں اہل ایمان کا رعب بٹھا دیا جس سے وہ ذلیل و خوار ہو کر رہ گئے۔ دنیا میں اہل باطل کتنے ہی خوش و خرم نظر آئیں اور ان کی آواز کو کتنی ہی پذیرائی حاصل ہو' اللہ تعالیٰ ان کے خلاف اپنی صفت المذل کے تحت فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ اہل ایمان کے ہاتھوں میدان جنگ میں انہیں ذلت آمیز شکست سے دوچار کر کے غلامی کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ اسلامی حکومت میں جزیہ ادا کرنا کفار کے لئے ذلت کا ایک مستقل طوق ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں آخرت کی ذلت تو ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ کے لئے المذل ہے کیونکہ یہ بہت سے انعامات پا لینے کے باوجود نافرمان اور دنیا میں ظلم و ستم کرنے والی قومیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے نافرمان بعض اوقات بڑے خوش و خرم' دولت مند اور تونگر نظر آتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ بہت ہی لاچار اور مصیبت زدہ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جس کو چاہتا ہے' ذلت و رسوائی سے دوچار کر کے اس کے لئے دنیا تاریک بنا دیتا ہے' جس سے صاحبِ عقل نصیحت پکڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی اس صفت کا استعمال صرف نافرمان لوگوں کے لئے ہی کرتا ہے۔

مشرکین کے لئے ذلت کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اَذِلَّ الشِّرْکَ وَالْمُشْرِکِین)) اے اللہ! شرک اور مشرکوں کو ذلت سے دوچار کر۔

((اَللّٰھُمَّ مُنْزِلَ الْکِتابِ سَرِیعَ الْحِسابِ اھْزِمِ الأَحْزابَ اَللّٰھُمَّ اھْزِمْھُمْ وَ زَلْزِلْھُمْ))

اے اللہ! کتاب کے اتارنے والے اور جلد حساب لینے والے' دشمنوں کی جماعتوں کو شکست عطا فرما۔ اے اللہ! ان کو شکست سے دوچار کر اور انہیں تباہ و برباد کر دے۔ (صحیح مسلم)

27. السَّمِیْعُ (سننے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت السمیع ہے' کہ اس کی سماعت سے کوئی چیز دور نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَّن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ ٱلدُّنْيَا فَعِندَ ٱللَّهِ ثَوَابُ ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِۚ وَكَانَ ٱللَّهُ سَمِيعًۢا بَصِيرًا﴾ [النساء : ١٣٤]

جو شخص دنیا کا ثواب چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ کے پاس تو دنیا اور آخرت (دونوں) کا ثواب موجود ہے' اور اللہ تعالیٰ بہت سننے والا اور خوب دیکھنے والا ہے۔(النساء:134)

اللہ تعالیٰ دنیا میں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز کی فریاد سنتا اور سمجھتا ہے اور اس فریاد کو پورا کرنے کی قدرت اور طاقت بھی رکھتا ہے۔اس کی سماعت ہر چیز پر محیط ہے۔وہ باطن کی فریاد بھی اسی طرح سنتا ہے جس طرح ظاہر کو سنتا ہے۔وہ ذات باری تعالیٰ تمام کائنات کی ہر مخلوق کی آواز بیک وقت سننے اور سمجھنے پر قادر ہے۔وہ پتھر کے اندر چلنے والے کیڑے کے پاؤں کی آہٹ عرش کے اوپر سنتا ہے۔اس کی سماعت کی کوئی مثال نہیں۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ سَوَآءٌ مِّنكُم مَّنْ أَسَرَّ ٱلْقَوْلَ وَمَن جَهَرَ بِهِۦ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِٱلَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِٱلنَّهَارِ﴾ [الرعد : ١٠]

تم میں سے کسی کا اپنی بات کو چھپا کر کہنا اور بلند آواز سے کہنا اور جو رات کو چھپا ہوا ہو' اور جو دن میں چل رہا ہو' سب اللہ پر برابر و یکساں ہیں۔(الرعد:10)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح لوگوں کی باتیں سننے والا ہے اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب حضرت خولہ بنت مالک بن ثعلبہ رضی اللہ عنہا اپنے خاوند کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجادلہ کر رہی تھیں۔ وہ اپنے خاوند کی شکایت کرتی

رہیں، وہ مجھ سے بات کو چھپانا چاہتی تھیں اور میں کمرے میں موجود ہونے کے باوجود ان کی بات نہ سن سکی اور نہ سمجھ سکی لیکن اللہ تعالیٰ نے ساتویں آسمان پر ان کی بات سنی اور جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے فوراً حکم نازل فرما کر مسئلہ کا حل بیان فرما دیا:

﴿قَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّتِي تُجَادِلُكَ فِي زَوْجِهَا وَتَشْتَكِي إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ يَسْمَعُ تَحَاوُرَكُمَا إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ﴾ [المجادلة: ١]

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سنی جو تجھ سے اپنے شوہر کے بارے میں تکرار کر رہی تھی اور اللہ کے آگے شکایت کر رہی تھی اللہ تعالیٰ تم دونوں کے سوال و جواب سن رہا تھا۔ بے شک اللہ تعالیٰ سننے دیکھنے والا ہے۔ (المجادلہ: 1)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾

اس جیسی کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا، دیکھنے والا ہے۔ (الشوریٰ: 11)

یعنی اللہ تعالیٰ کے سننے اور دیکھنے کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے ہر مخلوق کو کوئی ایک صفات سے نوازا ہے لیکن ان صفات کا اللہ تعالیٰ کی صفات سے نہ کوئی مقابلہ ہے اور نہ وہ ان جیسی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان تمام تر صلاحیتوں کی نفی کر دی جو اس نے اپنی مخلوقات کو دے رکھی ہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ کا دیکھنا اور سننا اس کی مخلوق کے دیکھنے اور سننے سے بہت مختلف ہے۔ اس کی سماعت میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔

جو ہمیشہ سنتا ہے، اس سے دعا کیجئے:

﴿رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ [البقرة: ١٢٧]

اے ہمارے رب! ہم سے قبول فرما، بے شک تو سننے والا، جاننے والا ہے۔ (البقرۃ: 127)

28. اَلْبَصِیْرُ (دیکھنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کی بصارت ہر چیز کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔

جو ہر چیز کو دیکھتا ہے اگرچہ وہ تحت الثریٰ میں ہی کیوں نہ ہو۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ﴾
[الشعراء: ۲۱۸ - ۲۲۰]

''جو تجھے دیکھتا رہتا ہے جب کہ تو کھڑا ہوتا ہے اور سجدہ کرنے والوں کے درمیان تیرا گھومنا پھرنا بھی، وہ بڑا ہی سننے والا اور خوب ہی جاننے والا ہے۔'' (الشعراء: 218-220)

اللہ تعالیٰ دن کی روشنیوں میں، رات کے اندھیروں میں، پہاڑوں کے غاروں میں، پانیوں کی تہوں میں، سمندروں کی نم آلود یا تپتے ہوئے صحراؤں کی فضاؤں کی وسعتوں میں ہر ظاہر و باطن چیز کو یکساں دیکھتا ہے۔ ماضی حال اور مستقبل ہمارے لئے ہے، اللہ تعالیٰ کے لئے سارے زمان و مقام یکساں ہیں اور وہ ان کو اسی طرح دیکھتا ہے جس طرح کوئی چیز ہزاروں سال پہلے وجود میں آئی تھی۔ اس کا دیکھنا کسی مخلوق کے دیکھنے سے مماثلت نہیں رکھتا۔ وہ ہر چیز کو دانائی اور حکمت کے ساتھ دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر دو قسم کی بصارت سے نوازا ہے۔ ایک آنکھوں کی بصارت اور دوسری نور ایمانی کی بصارت۔ آنکھوں کی بصارت چلی جائے تو دنیا تاریک ہو جاتی ہے لیکن اگر دین کی بصارت چلی جائے تو دونوں جہانوں میں بربادی مقدر بن جاتی ہے۔ دین کی بصارت دونوں جہاں روشن کرتی ہے۔ انسان جس حال میں بھی ہو، اس کی مشکلات کو دیکھنے اور سمجھنے والا اللہ تعالیٰ ہر وقت موجود ہوتا ہے، اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور نہ کسی کی حقیقی مشکل کا

اندازہ کرسکتا ہے۔اس لئے اللہ تعالیٰ سے دونوں بصارتوں کے لئے دعا کرنی چاہئے۔قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُم بَصَآئِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِۦ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَآ أَنَا۠ عَلَيْكُم بِحَفِيظٍ﴾ [الأنعام: ١٠٤]

''بے شک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق بینی کے ذرائع پہنچ چلے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا' اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔'' (الانعام:104)

صبر وشکر اور تواضع کے حصول کے لئے دعا:

((اللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي شَكُورًا وَ اجْعَلْنِي صَبُورًا وَ اجْعَلْنِي فِي عَيْنِي صَغِيرًا وَ فِي أَعْيُنِ النَّاسِ كَبِيرًا))

''یا اللہ! مجھے شکر کرنے والا اور صبر کرنے والا بنا اور اپنی نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے۔'' (بزار)

29. اَلْحَكَمُ (حاکم یا فیصلہ دینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ احکم الحاکمین ہے۔حاکم کے اصل معنی منع کرنا یا روکنا ہیں کیونکہ حاکم دو افراد یا گروہوں کو آپس میں لڑنے سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ اس کے فیصلے کو کوئی روکنے والا نہیں۔(الغزالی)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے' اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ جو حاکم یا قاضی اس دنیا میں فیصلہ کرتے ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت سے استفادہ کرتے ہوئے فیصلہ کرتے ہیں۔(الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَٱصۡبِرُواْ حَتَّىٰ يَحۡكُمَ ٱللَّهُ بَيۡنَنَاۚ وَهُوَ خَيۡرُ ٱلۡحَٰكِمِينَ ﴾ [الأعراف : ٨٧]

''ذرا ٹھہر جاؤ یہاں تک کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتا ہے' اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر (فیصلہ کرنے والا) ہے۔''(الاعراف:87)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَنَادَىٰ نُوحٌ رَّبَّهُۥ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ٱبۡنِي مِنۡ أَهۡلِي وَإِنَّ وَعۡدَكَ ٱلۡحَقُّ وَأَنتَ أَحۡكَمُ ٱلۡحَٰكِمِينَ ﴾ [هود : ٤٥]

''اور نوح نے اپنے پروردگار کو پکارا' پس کہا اے میرے پروردگار! بے شک میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچ ہے اور تو سب حکم کرنے والوں سے بہتر حکم کرنے والا ہے۔''(ھود:45)

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا اور زندگی گزارنے کے لئے اصول وضوابط مقرر کئے اور ان میں اپنا فیصلہ صادر فرما دیا۔ اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا اور نہ اس میں تبدیلی کر سکتا ہے۔ اس کا فیصلہ اٹل اور قطعی ہوتا ہے۔ وہ بے نیاز تو ہے لیکن اس کا ہر حکم انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ اہل حق کے لئے اہل باطل پر فتح وغلبہ ہی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے عدل کے ساتھ فیصلے فرمائے گا۔

دین اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے۔ دین کے معاملے میں حکم بھی صرف اسی کا چلے گا' کسی دوسرے کو اس میں مداخلت کی اجازت نہیں۔ جو شخص اس کے حکم میں کسی دوسرے کو شریک بناتا ہے' وہ اپنے آپ پر ظلم کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بنائے ہوئے اصولوں کے مطابق فیصلہ کرنے والا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَكَمُ وَ إِلَيْهِ الْحُكْمُ))

"حکم (فیصلہ کرنے والا) تو اللہ تعالیٰ ہے اور حکم بھی اسی کا نافذ ہوتا ہے۔" (ابوداود/4955)

حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے' کیونکہ وہ حاکم مطلق ہے۔ اقتدار اعلیٰ کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ انسان تو صرف اپنے آباؤ اجداد کا وارث ہوتا ہے۔ انسان خلیفہ فی الارض صرف ان معنوں میں ہے کہ وہ اللہ کے احکام کے مطابق دنیا میں نظام چلائے۔ دنیاوی نظام چلانے کے لئے بھی اسے اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے۔ جو حاکم اپنے اصولوں کے مطابق فیصلے کرنے کی کوشش کرتا ہے' اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور ہو جاتا ہے۔

30. اَلْعَدْلُ (انصاف کرنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کا قول' فعل اور فیصلہ سب حق اور عین انصاف ہیں۔ (بیہقی)

قیامت کے روز وہ اپنے بندوں کے درمیان ان کے حقوق و فرائض اور لین دین کے تمام معاملات میں انصاف کرے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَـٰنِ وَإِيتَآيِٕ ذِى ٱلْقُرْبَىٰ ﴾
[النحل : ٩٠]

"اللہ تعالیٰ عدل کا' بھلائی کا اور قرابت داروں کے ساتھ عدل کرنے کا حکم دیتا ہے۔"
(النحل:90)

اللہ تعالیٰ عادل ہے' وہ کسی کے ساتھ ناانصافی کرنے والوں کو معاف نہیں کرتا۔ وہ دنیا اور آخرت دونوں جہانوں میں بدلہ لینے والا ہے تاکہ عدل قائم ہو سکے اور مظلوم کو اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی' اس پر کئے جانے والے ظلم کے بدلے اجر و ثواب سے نوازنے والا ہے۔ عدل کی ضد ظلم ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔

دین کے معاملے میں بھی اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والا ہے۔ دین میں افراط کا نتیجہ غلو ہے' جو

سخت مذموم ہے اور تفریط دین میں کوتاہی ہے، یہ بھی ناپسندیدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عدل قائم کرنے کے لئے قرآن کریم نازل فرمایا تا کہ اس کے حکم کے مطابق فیصلے کئے جائیں۔ یہ کتاب ہدیٰ انصاف فراہم کرنے کی ضمانت ہے۔ اس کی تعلیمات کے علاوہ جو فیصلہ کیا جائے گا، اس فیصلے میں ظلم ہوگا۔ دین کی رہنمائی کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے۔ اس نے حق کے ساتھ کتب نازل فرمائیں اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل فرما کر بنی نوع انسان کی رہنمائی کی تکمیل کر دی۔ اب یہ امت کا کام ہے کہ وہ اس دین کو تمام لوگوں تک پہنچا کر اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں تا کہ دنیا میں عدل قائم ہو کیونکہ عدل قائم کرنا امت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ سے عدل کی نہیں ہمیشہ رحم کی التجا کی جاتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((كُلُّ سُلَامَى مِنَ النَّاسِ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ، كُلَّ يَوْمٍ تَطْلُعُ فِيهِ الشَّمْسُ يَعْدِلُ بَيْنَ النَّاسِ صَدَقَةٌ))

''آدمی کے ہر جوڑ پر ہر روز صدقہ واجب ہے۔ اور دو فریقوں کے درمیان عدل کرنا بھی صدقہ ہے۔'' (صحیح البخاری)

31. اللَّطِيفُ (نرمی کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللطیف ہے۔ لطیف کے معنی ہیں گفتار اور کردار میں نرمی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو خوبصورت اور لطیف ہیئت جسمانی کے ساتھ پیدا کیا۔ انسان اپنی پیدائش کے مراحل پر غور کرے تو وہ حیرت زدہ رہ جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کتنے لطیف انداز میں پیدا کیا۔ اسی طرح چرند، پرند اور نباتات کی فزیالوجی اس قدر لطیف ہے کہ انسانی شعور اس کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ عقل و شعور اور ذہنی صلاحیت عطا فرماتا ہے۔ جس قدر بڑے دانا،

عالم فاضل' ائمہ' محدثین اور سکالر پیدا ہوئے اور جو کام انہوں نے سرانجام دیئے' وہ صرف اللہ تعالیٰ کی اسی صفت کی کرشمہ سازی ہے۔ وہ اپنی مخلوق کی حرکات و سکنات کا لطیف انداز میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اس کی صفات میں نرمی ہے' سختی نہیں۔ وہ صرف نافرمان لوگوں کے لئے سخت ہے۔ اس کے لطف و کرم سے دنیا میں اہل ایمان خوش و خرم زندگی گزارتے ہیں اور آخرت میں اس کی لطف و کرم سے ہی اہل ایمان کو نجات اور صالحین کے درجات بلند ہوں گے۔

لطیف کے ایک معانی باریک بین ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ہر مخلوق کو بڑی باریک بینی سے دیکھتا ہے کہ کوئی مخلوق حد سے تجاوز کرتے ہوئے کسی دوسری مخلوق پر ظلم و زیادتی تو نہیں کر رہی۔ جب ظلم حد سے بڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ ظالم کی مہلت کار ختم کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ٱللَّهُ لَطِيفُۢ بِعِبَادِهِۦ يَرۡزُقُ مَن يَشَآءُۖ وَهُوَ ٱلۡقَوِيُّ ٱلۡعَزِيزُ ﴾ [الشوری: ۱۹]

''اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی لطیف ہے۔ جسے چاہتا ہے کشادہ روزی دیتا ہے اور وہ بڑی طاقت' بڑے غلبے والا ہے۔''(الشوریٰ:19)

﴿ لَّا تُدۡرِكُهُ ٱلۡأَبۡصَٰرُ وَهُوَ يُدۡرِكُ ٱلۡأَبۡصَٰرَۖ وَهُوَ ٱللَّطِيفُ ٱلۡخَبِيرُ ﴾

[الأنعام: ۱۰۳]

''کوئی آنکھ اس کو نہیں دیکھ سکتی اور وہ ہر کسی کو دیکھ رہا ہے اور وہ بڑا باریک بین ہے' خبردار۔''(الانعام:103)

صبح و شام دس مرتبہ یہ دعا پڑھنی چاہئے:

((اللّٰهُمَّ إنِّي أَسْأَلُكَ بِأَنَّكَ أَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيمُ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ أَن تُعَافِيَنِي))

اے اللہ! میں تجھ سے اس ذریعہ سے سوال کرتا ہوں کہ تو رحمٰن و رحیم اور لطیف و خبیر ہے

کہ مجھے سلامتی نصیب فرما۔ (التوسل وانواعہ از البانی)

32. الْخَبِيرُ (خبردار)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر چیز سے آگاہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴾ [الأنعام: ١٨]

''اور وہی اللہ اپنے بندوں پر غالب ہے' برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (الانعام: 18)

مزید فرمایا:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلْتَنظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۖ وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ خَبِيرٌۢ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴾ [الحشر: ١٨]

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل قیامت کے واسطے اس نے اعمال کا کیا ذخیرہ رکھ چھوڑا ہے اور ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ اللہ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔'' (الحشر: 18)

علیم اور خبیر ایک دوسرے کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ میں یہ دونوں صفات ایک سے بڑھ کر ایک ہیں۔ اللہ تعالیٰ کائنات میں ہونے والے ہر فعل کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ اس سے اسی طرح باخبر ہے جس طرح وہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مستقبل میں ہونے والے تمام امور سے بھی اسی طرح باخبر ہے جس طرح ماضی میں ہونے والے کاموں کے بارے میں باخبر تھا۔ زمین و آسمان میں کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔ اسی طرح وہ انسانوں کے دل و دماغ میں آنے والے ہر خیال سے اسی طرح باخبر ہے جس طرح کوئی سوچتا اور سمجھتا

ہے۔اس کے جاننے اور سمجھنے کی مماثلت کوئی چیز نہیں۔کسی معاملے کے بارے میں خبر رکھنا ایک صفت اور اس معاملے کو حل کر لینا ایک دوسری صفت ہے۔اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق و مالک اور ہر چیز پر قادر ہے' اس لئے وہ اپنی مکمل قدرت کے ساتھ تمام معاملات نمٹانے والا ہے۔

بخشش اور رحم کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِي وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفَىٰ عَلَى ٱللَّهِ مِن شَيْءٍ فِي ٱلْأَرْضِ وَلَا فِي ٱلسَّمَآءِ ﴾ [ابراهيم : ٣٨]

''اے ہمارے پروردگار! تو خوب جانتا ہے جو ہم چھپائیں اور جو ظاہر کریں۔زمین و آسمان کی کوئی چیز اللہ پر پوشیدہ نہیں۔'' (ابراہیم:38)

33. اَلْحَلِيْمُ (بردبار' تحمل والا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ بردبار اور تحمل والا ہے۔

اللہ تعالیٰ سرکش لوگوں کی سرکشی کو دیکھتا رہتا ہے اور انہیں ایک خاص مدت تک مہلت عطا فرماتا ہے' کیونکہ وہ رحیم و رحمٰن اور حلیم ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِىٓ أَنفُسِكُمْ فَٱحْذَرُوهُ ۚ وَٱعْلَمُوٓا۟ أَنَّ ٱللَّهَ غَفُورٌ حَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ٢٣٥]

''جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے دلوں کی باتوں کا بھی علم ہے تم اس سے خوف کھاتے رہا کرو' یہ بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور حلم والا ہے۔'' (البقرہ:235)

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنی مخلوق کے بارے میں بردباری سے کام لیتا اور ظاہری اور باطنی مصائب سے بچاتا ہے۔وہ گناہوں پر جلد غضبناک نہیں ہوتا بلکہ مہلت عطا کرتا ہے۔وہ بھول چوک کو معاف فرماتا ہے۔ جہالت اور لاعلمی میں کیے گئے عمل سے درگزر فرماتا ہے۔اس کی

رحمت اس کے غضب پر غالب رہتی ہے۔ اگر وہ گناہ سرزد ہونے پر اپنی مخلوق کو فوراً پکڑنے پر آ جائے تو کوئی بھی اس کی گرفت سے بچ نہ سکے۔ وہ اس قدر حلیم ہے کہ تمام تر اہتمام حجت کے بعد بھی ایک مدت تک مہلت دیتا رہتا ہے۔ وہ ہمیشہ رحم کرنے والا ہے، اس کی رحمت اور حلم وسیع تر ہے جسے انسانی عقل و شعور سمجھنے سے قاصر ہے۔ اس کا ارشاد ہے:

﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمَٰوَٰتُ السَّبْعُ وَالْأَرْضُ وَمَن فِيهِنَّ ۚ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِن لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ۗ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ﴾ [بني إسرائيل: ٤٤]

''ساتوں آسمان اور زمین اور جو بھی ان میں ہے، اسی کی تسبیح کر رہے ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو اسے پاکیزگی اور تعریف کے ساتھ یاد نہ کرتی ہو، ہاں یہ صحیح ہے کہ تم ان کی تسبیح سمجھ نہیں سکتے۔ وہ بڑا بردبار اور بخشنے والا ہے۔'' (بنی اسرائیل: 44)

اللہ تعالیٰ سے مواخذہ نہ کرنے کی دعا:

﴿ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ ۖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ أَنتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴾ [البقرة: ٢٨٦]

''اے ہمارے رب! ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہمیں طاقت نہ ہو اور ہم سے درگذر فرما، اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر! تو ہی ہمارا مالک ہے، ہمیں کافروں کی قوم پر غلبہ عطا فرما۔'' (البقرہ: 286)

((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ نَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ))

''نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق مگر اللہ تعالیٰ، بردبار، کریم، پاک ہے وہ ذات جو عرش عظیم کا رب ہے، سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں، ہم سب تجھی سے تیری رحمت کے اسباب کا سوال کرتے ہیں۔'' (ترمذی، ابن ماجہ)

34. اَلْعَظِیْمُ (بہت بڑا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ شان' حکومت اور غلبہ میں سب سے بڑا ہے۔(الزجاج)

اللہ تعالیٰ اپنی ہر صفت میں بلند شان اور تعظیم والا ہے۔تمام مخلوقات اس کی تعظیم و تکریم اور حمد و ثناء بیان کرتی ہیں اور یہ سب تعریفیں صرف اسی کے شایان شان ہیں۔اللہ تعالیٰ کی ذات انتہائی اقدس' مبارک اور عظیم ہے' اس کے اسماء وصفات بھی از حد عظیم ہیں۔العظیم کی عظمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے اسم اعظم 'اللہ تعالیٰ' کا واسطہ دے کر جنت جیسی عظیم نعمت ہی طلب کی جائے اور دنیا کی حقیر چیزیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر نہ مانگی جائیں۔وہ رب عظیم پوری کائنات کے نظام کو اکیلا ہی چلا رہا ہے' اسے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں۔قرآن کریم فرماتا ہے:

﴿ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضَ ۖ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْعَظِيمُ ﴾

[البقرة : ٢٥٥]

اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے اور نہ اکتاتا ہے' وہ تو بہت بلند مرتبے والا اور بہت بڑا ہے۔(البقرہ:255)

صحابہ کرام نے دین کی سربلندی کے لئے کام کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عظمت سے سرفراز فرمایا۔دنیا میں وہی شان اور عزت والا قرار پاتا ہے' جو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور شان بیان کرے۔مخلوق میں سے کسی میں اس جیسی قوت و طاقت نہیں اور نہ وہ اس کی شان کو پہنچ سکتی ہے' بلکہ دنیا میں خودسر اور باغی انسانوں نے اس کے ساتھ شرک کے جتنے بھی ہتھکنڈے استعمال کئے' اللہ تعالیٰ نے ان کو ناکام و نامراد بنا دیا اور وہ ہر دور میں سب سے بڑا عظمت والا قرار پایا۔اہل مکہ اللہ تعالیٰ کو الٰہ تسلیم کرتے رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اپنے بتوں کو بھی اس عظمت والے کا شریک اور سفارشی سمجھتے رہے' جس کی بناء پر وہ ناکام و نامراد اور خسارے کے مستحق ٹھہرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللّٰهَ يَقُولُ: الْكِبْرِيَاءُ رِدَائِي وَ الْعَظَمَةُ إِزَارِي فَمَنْ نَازَعَنِي وَاحِدًا مِنْهُمَا عَذَّبْتُهُ))

''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کبریائی میری ردا ہے اور عظمت میری ازار' پس جس نے اس میں میرے ساتھ شرکت کرنا چاہی میں اس کو عذاب دوں گا۔'' (مسلم)

سجدے کی تسبیح:

((سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيمِ)) '' میرا عظمت والا پروردگار ہر عیب سے پاک ہے۔''

35. الْغَفُورُ (بار بار بخشنے والا)

بہت زیادہ اور بار بار بخشنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں غفار کی طرح مبالغہ کے معنی پائے جاتے ہیں' مگر غفور میں تکرار کے معنی زیادہ پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَـٰعِبَادِيَ ٱلَّذِينَ أَسْرَفُوا۟ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا۟ مِن رَّحْمَةِ ٱللَّهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ يَغْفِرُ ٱلذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُۥ هُوَ ٱلْغَفُورُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ [الزمر: ۵۳]

''کہہ دیجئے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ' یقین رکھو اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ واقعی وہ بڑی بخشش' بڑی رحمت والا ہے۔'' (الزمر:53)

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رحمت کی وسعت کا کوئی اندازہ نہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہئے یعنی ایمان لانے سے قبل یا توبہ واستغفار کا احساس پیدا ہونے سے پہلے کتنے بھی گناہ کئے ہوں' انسان یہ نہ سمجھے کہ اب توبہ ناممکن ہے بلکہ سچے دل سے توبۃ النصوح کرلے تو اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف فرما دے گا۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کی اُمید پر گناہ کئے جاؤ۔ اس طرح تو اس کے غضب کو دعوت دینا ہوا۔ ایسے

لوگوں کو خیال رکھنا چاہیے کہ جہاں اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے' وہاں سرکشوں سے انتقام لینے والا بھی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ نَبِّئْ عِبَادِي أَنِّي أَنَا الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ○ وَأَنَّ عَذَابِي هُوَ الْعَذَابُ الْأَلِيمُ ﴾ [الحجر: ٤٩-٥٠]

اے نبی! میرے بندوں کو خبر دے دو کہ میں بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہوں اور ساتھ ہی میرے عذاب بھی نہایت دردو دکھ دینے والے ہیں۔ (الحجر: 49-50)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں دن میں ستر مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے معنی یہ ہیں کہ میں بہت زیادہ استغفار کرتا ہوں۔ اُمت کو بتانا یہ مقصود ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ توبہ استغفار کا اہتمام کرے۔

صبح و شام دس مرتبہ یہ دعا کیجئے:

((اللّٰهُمَّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي ظُلْماً كَثِيراً))

اے اللہ! بے شک میں نے اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا (تو میرا ظلم معاف فرمادے)۔ (صحیح بخاری و مسلم)

36. الشَّكُورُ (بہت زیادہ اجر دینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الشاکر اور دوسری الشکور ہے۔ جن کے معنی یہ ہیں کہ وہ انسانوں کی عبادات کو ضائع نہیں کرتا بلکہ ان کو کئی گنا بڑھا کر عطا کرنے والا ہے۔

مشکور روزمرہ زندگی میں مستعمل لفظ ہے جو ہم ایک دوسرے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ہم حقیقی مشکور اللہ تعالیٰ کے ہیں کیونکہ اس کی عطا کی ہوئی نعمتوں کی بدولت ہم ایک

دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ احسان کا معاملہ فرماتا ہے۔ ہم سب اس کے بندے ہیں۔ ہمارا اس پر کوئی حق نہیں' وہ جو چاہے ہمارے ساتھ سلوک کر سکتا ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے' وہ سب اسی کا دیا ہوا ہے لیکن اس کے باوجود اگر ہم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو وہ ہمیں اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ یہ اس کی کرم نوازی ہے کہ وہ ہمارے اعمال کی قدر کرتا ہے۔ اس لئے ہمیں اللہ تعالیٰ کا ہر دم مشکور رہنا چاہئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِن تُقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا يُضَاعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ شَكُورٌ حَلِيمٌ ﴾

[التغابن : ١٧]

اگر تم اللہ کو اچھا قرض دو گے (یعنی اس کی راہ میں خرچ کرو گے) تو وہ اسے تمہارے لئے بڑھاتا جائے گا اور تمہارے گناہ بھی معاف فرما دے گا۔ اللہ بڑا قدردان بڑا بردبار ہے۔ (التغابن: 17)

اس ذات باری تعالیٰ کی فیاضی کا یہ عالم ہے کہ اگر کوئی مسلمان نیکی کا صرف ارادہ ہی کرتا ہے تو اس کے لئے ایک اجر و ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جب اللہ کی راہ میں اخلاص نیت اور طیب نفس کے ساتھ خرچ کیا جاتا ہے تو خرچ کرنے والے کو سات سے سات سو گنا بڑھا کر عطا کرتا ہے۔ علاوہ ازیں خرچ کرنے کے سبب گناہوں کو معاف فرماتا ہے' درجات بلند کرتا ہے اور اجر و ثواب سے نوازتا ہے اور گناہوں کے مواخذہ سے درگذر فرماتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ یہ بھی ضمانت فراہم کرتا ہے کہ وہ کسی کے عمل کو ضائع نہیں ہونے دے گا بلکہ قیامت کے روز ذرہ برابر نیکی بھی حاضر کی جائے گی اور اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل کرنے کے لئے دعا:

((اَللّٰهُمَّ أَعِنِّی عَلٰی ذِكْرِكَ وَ شُكْرِكَ وَ حُسْنِ عِبَادَتِكَ))

''اے اللہ! تو میری مدد فرما' تجھے یاد کرنے میں' تیرا شکر ادا کرنے میں' اور تیری احسن طریقے سے عبادت کرنے میں۔'' (رواہ احمد' ابوداود اور نسائی)

اہل جنت یوں دعا کریں گے:

﴿ ٱلۡحَمۡدُ لِلَّهِ ٱلَّذِيٓ أَذۡهَبَ عَنَّا ٱلۡحَزَنَۖ إِنَّ رَبَّنَا لَغَفُورٞ شَكُورٌ ﴾ [فاطر : ٣٤]

''اللہ کا بے حد شکر و تعریف ہے جس نے ہم سے غم دور کیا' بے شک ہمارا پروردگار بڑا مغفرت کرنے والا بڑا قدر دان ہے۔'' (فاطر:34)

37. اَلْعَلِيُّ (بہت بلند)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ساتویں آسمان سے اوپر عرش پر بلند ہے۔ اس کی بلندی کی کوئی انتہا نہیں اور نہ اس کی بلندی کا کسی کو ادراک ہے۔ اس کی صفات با کمال اور بلند شان والی ہیں۔ مخلوق میں سے کسی کو اس کی صفات کا احاطہ کرنے کا شعور نہیں۔

''چونکہ وہ اپنی ساری مخلوق سے بلند ہے' اس لئے العلی ہے۔'' (الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا يَـُٔودُهُۥ حِفۡظُهُمَاۚ وَهُوَ ٱلۡعَلِيُّ ٱلۡعَظِيمُ ﴾ [البقرة : ٢٥٥]

''اور وہ ان کی حفاظت سے نہیں تھکتا اور نہ اکتاتا ہے وہ تو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔'' (البقرہ:255)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ﴾ [الروم : ٢٧]

''اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفت ہے' آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔'' (الروم:27)

﴿ اَلرَّحۡمٰنُ عَلَى الۡعَرۡشِ اسۡتَوٰى﴾ [طه : ٥]

''وہ الرحمٰن اپنے عرش پر مستوی ہے۔'' (طٰہٰ:5)

اللہ تعالیٰ صرف رحمٰن نہیں بلکہ الرحمٰن ہے یعنی اس کی رحمانیت لامحدود ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ العلیٰ' الاعلیٰ اور المتعال ہے۔ ان تمام اسماء وصفات کے دلائل قرآن کریم میں موجود ہیں۔ اس کا جلوہ فرما ہونا بے مثل ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عرش پر جلوہ فرما ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے لیکن ہمیں اس کے عرش پر جلوہ فرما ہونے کی کیفیت کا ادراک نہیں۔ اس کی صفات اس قدر بلند ہیں کہ مخلوق ان کا احاطہ اور ادراک کرنے سے قاصر ہے۔ اللہ تعالیٰ عظیم قدرتوں کا مالک اور تمام مثالوں سے اعلیٰ اور برتر ہے' اس کی کوئی مثال نہیں دی جا سکتی۔

جلوہ فرما ہونے کی کیفیت کے بارے میں سوال کرنا سلف کے نزدیک بدعت ہے کیونکہ اس کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا۔ آیۃ الکرسی میں اللہ تعالیٰ کی جس قدر بلند و بالا شان بیان کی گئی ہے اس کے پیش نظر دنیا میں جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں' ان کی عقل پر حیرت ہوتی ہے۔ یہ لوگ اتنے عظیم اور بلند عالی شان اور مرتبہ والے رب کو چھوڑ کر دنیا کے جھوٹے معبودوں اور قبروں کے سامنے سجدہ ریز ہوتے ہیں اور ان کو العلی کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ایسے افعال اس کی شان کے خلاف ہیں۔ وہ تو خود پیدا کئے گئے ہیں۔ اور اپنی زندگی گزار کر خود اپنی زندگی برقرار رکھنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوئے قبر میں چلے گئے۔ اب وہ کسی کی کیا دادرسی کریں گے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی تعلیمات صرف قرآن وحدیث میں مذکور ہیں۔ جھوٹے قصے کہانیوں کو چھوڑ کر صرف قرآن وحدیث سے سبق حاصل کیجئے۔ اس ذات باری تعالیٰ سے ہر قسم کی مدد کے لئے سوال کیجئے۔ وہ سوال کرنے سے خوش ہوتا ہے۔

شیطان سے پناہ مانگنے کی دعا:

((لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ إِلاَّ بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ))

"کوئی طاقت اور قوت اللہ کی مدد کے بغیر نہیں ہے' جو بہت بلند اور عظمت والا ہے۔" (بخاری)

38. اَلْکَبِیْرُ (بہت بڑا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سب سے بڑا اور بزرگ صفات والا ہے۔

اس کی شان وجلال کے سامنے بڑے سے بڑا بھی حقیر ہے۔ (بیہقی)

اس کی ذات میں کبریائی اور عظمت ہے۔ وہ ذوالجلال والاکرام ہے۔ ہر چیز اس کی عظمت بیان کرتی ہے اور دل سے اس کی عظمت کی قائل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذَٰلِكُم بِأَنَّهُۥٓ إِذَا دُعِىَ ٱللَّهُ وَحْدَهُۥ كَفَرْتُمْ ۖ وَإِن يُشْرَكْ بِهِۦ تُؤْمِنُوا۟ ۚ فَٱلْحُكْمُ لِلَّهِ ٱلْعَلِىِّ ٱلْكَبِيرِ ﴾ [المؤمن: ۱۲]

"یہ (عذاب) تمہیں اس لئے ہے کہ جب صرف اکیلے اللہ کا ذکر کیا جاتا تو تم انکار کر جاتے تھے اور اگر اس کے ساتھ کسی کو شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے' پس اب فیصلہ اللہ بلند و بزرگ ہی کا ہے۔" (المؤمن: 12)

قیامت کے روز مشرکین کو بتایا جائے گا کہ تمہیں یہ عذاب اس لئے دیا جارہا ہے کہ تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ اکیلا تمہاری تمام تر حاجات پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ وہ ان باتوں سے بلند تھا کہ اس کی ذات یا صفات میں کسی کو شریک ٹھہرایا جائے لیکن تم نے غور وفکر کرنے کی کوشش ہی نہ کی۔

ذات باری تعالیٰ نے ہر دور میں قرآن وسنت کی دعوت دینے والے بھیجے اور کوئی ایسا انسان

نہیں جس نے کوشش کی ہو اور وہ صحیح راہ تلاش نہ کر سکا ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت رائیگاں نہیں جانے دیتا۔ یہ بات اس کی شان کریمی کے خلاف ہے کہ وہ کسی کی محنت کو رائیگاں جانے دے۔

کبیر کے ایک دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ ان باتوں سے بہت بلند تر اور عظیم ہے کہ اس کی کوئی مثل ہو یا اس کی کوئی بیوی اور اولاد ہو یا شریکِ کار ہو۔ اللہ تعالیٰ انسان کے تمام کام پورے کرنے والا اکیلا ہی کافی ہے۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ اس پر توکل کرتے ہوئے قرآن وحدیث کی روشنی میں دینی ودنیاوی کام سرانجام دیجئے اور اس کی رحمت اور فضل کے طالب رہیے۔

قرآن کی زبانی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء یوں بیان کیجئے:

﴿ عَـٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَـٰدَةِ ٱلْكَبِيرُ ٱلْمُتَعَالِ ﴾ [الرعد: ۹]

''ظاہر اور پوشیدہ (ہر قسم کی چیزوں) کا وہ جاننے والا ہے' (سب سے) بڑا (سب سے) بلند وبالا۔'' (الرعد:9)

39. الحفیظ (سنبھالنے والا' نگہبان)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ تمام مخلوقات کے ہر کام پر نگہبان ہے۔ ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ وہ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا ہے' نہ اکتاتا ہے اور نہ اسی اس سلسلے میں کسی کی مدد درکار ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّونَهُۥ شَيْـًٔا ۚ إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ حَفِيظٌ ﴾ [هود: ۵۷]

''میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے' یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔'' (ھود:57)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال خواہ وہ نیک ہوں یا بد' پوشیدہ ہوں یا ظاہر' جاننے والا ہے۔ ان کے اعمال پر شاہد اور ان کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اس کے مقرر کردہ فرشتے انسان کے تمام اعمال لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ان کے اعمال کے مطابق اچھی یا بری جزاء دے اور نافرمانوں کی جگہ دوسری قوم کو اٹھائے۔ الحفیظ اپنے متقی بندوں کو دشمن کے مکرو فریب اور سازشوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ وہ اپنی حکمت کے مطابق بدکردار قوم کو ختم کر کے صالح قوم کو ان کی املاک کا محافظ بنا دیتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((احفَظِ اللّٰہَ یَحفَظکَ))

''تم اللہ کے دین کی حفاظت کرو' اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت کرے گا۔'' (ترمذی)

اللہ کے دین کی حفاظت یہ ہے کہ اس کی حدود کا نفاذ کیا جائے اور منکرات سے روکا جائے۔ اپنے نفس کو بری خواہشات سے روکا جائے اور حقوق اللہ اور حقوق العباد کی حفاظت کی جائے۔ اپنی تمام زندگی اور مال اولاد کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں دے دیا جائے کیونکہ اس سے بہتر کوئی حفاظت کرنے والا نہیں۔ وہ ہر کسی کی حفاظت کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور رحمت طلب کرنے کے لئے دعا:

﴿ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ [یوسف : ٦٤]

''پس اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہ سب مہربانوں سے بڑا مہربان ہے۔'' (یوسف:64)

40. المُقِيتُ (روزی دینے والا)

تمام مخلوق کی روزی کے اسباب پیدا کرنے والا۔ روزی بانٹنے والا۔ ہر چیز پر نظر رکھنے والا۔ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا۔ جس سے ہر قسم کی مدد طلب کی جا سکے۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر کسی کی مدد کرنے پر قدرت رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً حَسَنَةً يَكُن لَّهُۥ نَصِيبٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن يَشْفَعْ شَفَٰعَةً سَيِّئَةً يَكُن لَّهُۥ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ مُّقِيتًا ﴾ [النساء : ۸۵]

جو شخص کسی نیکی یا بھلے کام کی سفارش کرے، اسے بھی اس کا کچھ حصہ ملے گا اور جو بُرائی اور بدی کی سفارش کرے اس کے لئے بھی اس میں سے ایک حصہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (النساء:85)

اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی مدد کرتا ہے۔ یہ مدد ان کی روزی، صحت و تندرستی، دشمن سے حفاظت اور ہر قسم کی حاجات کے سلسلے میں ہے۔ انسان کو اپنے دین کی طرف رہنمائی کرنے، اس کو سیکھنے، سمجھنے اور پھر اس پر عمل کرنے کے لئے مدد کرنا اس کی صفت مقیت میں شامل ہے۔ المقیت کا بنی نوع انسان پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ انہیں دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔

المقیت نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا حکم دیتا ہے۔ وہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا بھی حکم دیتا ہے۔ اہلِ ایمان کو اپنی یہ ذمہ داری انجام دینے کے لئے ہر وقت مستعد رہنا چاہئے۔ المقیت اپنے نیک بندوں کی معروف میں مدد فرماتا ہے اور ان کے لئے معروف کے کام آسان بنا دیتا ہے جب کہ گناہوں کے کاموں سے انہیں روک لیتا ہے اور ان کی حفاظت کرتا ہے۔ تمام تر استعانت کے لئے المقیت ہی سے سوال کرنا چاہئے۔ وہ ہر کام کا محافظ اور نگہبان ہے۔ انسان کو رزق کے معاملے میں تدبیر اور کوشش کرنی چاہئے لیکن المقیت کے فیصلے اولیٰ ہوتے ہیں۔ انسان کا کوئی منصوبہ اس کی تقدیر سے بڑھ نہیں سکتا۔ اس لئے المقیت سے فراخی رزق اور عزت و عافیت کے لئے دستِ دعا دراز کئے رہنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے مدد کے لئے دعا:

((لاَ إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ بِرَحْمَتِکَ أَسْتَغِيثُ))

”اے زندہ اے تھامنے والے میں آپ کی رحمت کا امیدوار ہوں۔“ (ترمذی/3524)

41. الحسیب (حساب لینے والا کافی ہونے والا)

تمام اجزاء اور ان کی مقدار سے بخوبی آگاہ اور (بغیر تخمینہ لگائے) حساب کرنے والا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ﴾ [النساء : ٦]

”پھر جب انہیں ان کے مال سونپنے لگو تو گواہ بنالو درا صل حساب لینے والا اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے۔“ (النساء:6)

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

﴿ إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ○ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ ﴾ [الغاشية : ٢٥ , ٢٦]

”بیشک ہماری طرف ان کو لوٹنا ہے۔ پھر بیشک ان سے حساب لینا ہمارے ذمہ ہے۔“ (الغاشیہ:25‘26)

اللہ تعالیٰ تمام مخلوق سے حساب لینے والا ہے۔ اس کے میزان کا ادراک ناممکن ہے لیکن ہمارا ایمان ہے کہ وہ قیامت کے روز ہر ایک سے ہر چیز کا حساب لے گا۔ میزان کرتے وقت ہر چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھا جائے گا نیز اس کا بدلہ دینے پر بھی اللہ تعالیٰ اسی طرح قادر ہے جس طرح حساب لینے پر قادر ہے۔

الحسیب کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ وہ حساب لینے والا اکیلا ہی کافی ہے اس کو حساب لینے میں کسی کی مدد درکار نہیں۔ اللہ تعالیٰ بار بار یوم الحساب سے ڈراتا ہے کہ اس دن تمام مخلوقات ہماری طرف پلٹ کر آئیں گی تاکہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کرسکیں۔ اس روز اللہ تعالیٰ اکیلا ہی حساب لینے کا ذمہ دار ہوگا۔ الحسیب ہر انسان کے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہے لیکن اس کے

باوجود گن گن کر حساب کیا جائے گا تاکہ انسان اس دنیا میں بھی اس کا شعور رکھے اور قیامت کے دن بھی مطمئن ہو جائے کہ میرے ساتھ کسی قسم کی زیادتی نہیں ہوئی۔

قیامت کے روز آسان حساب کے لئے دعا:

﴿ رَبِّ ٱجْعَلْنِي مُقِيمَ ٱلصَّلَوٰةِ وَمِن ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝ رَبَّنَا ٱغْفِرْ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ ٱلْحِسَابُ ﴾ [إبراهيم : ٤٠ , ٤١]

''اے میرے پالنے والے! مجھے نماز کا پابند رکھ اور میری اولاد کو بھی' اے ہمارے رب! میری دعا قبول فرما۔ اے ہمارے پروردگار! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو بھی بخش اور دیگر مومنوں کو بھی بخش' جس دن حساب ہونے لگے۔'' (ابراہیم:41,40)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمایا کرتے تھے:

((اَللّٰهُمَّ حَاسِبْنِي حِسَاباً يَسِيْراً)) ''اے اللہ! تو میرا حساب آسان فرما۔'' (حاکم)

42. اَلْجَلِيْلُ (بزرگی والا۔ اعلیٰ' افضل)

اللہ تعالیٰ کی صفات یہ ہیں کہ وہ نہایت بزرگ اور اعلیٰ صفات والا ہے۔

وہ ذات پاک جس کی صفات بزرگانہ ہیں مثلاً بادشاہت' پاکیزگی' علم اور قدرت والا وغیرہ۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تَبَٰرَكَ ٱسْمُ رَبِّكَ ذِى ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ ﴾ [الرحمٰن : ٧٨]

''تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت و جلال والا ہے۔'' (الرحمٰن:78)

اللہ تعالیٰ اعلیٰ اور افضل صفات والا ہے۔ وہ نہایت مدبرانہ اور تحمل سے فیصلے کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہیں لیتا۔ اس کے تمام فیصلوں میں حکمت' پاکیزگی اور علم و دانش کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ اس کے کسی فیصلے میں سطحی سوچ نہیں ہوتی بلکہ ہر فیصلے میں دوام و ثبات' حکمت' دانائی اور برکت کا عنصر غالب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ اس کے فیصلے ظلم و ستم پر مبنی نہیں ہوتے۔ اگرچہ وہ جبار اور قہار ہے لیکن اپنے بندوں کا حساب لیتے وقت اس کا فضل اور رحمت اس کے غضب پر غالب ہو گی۔ اس کے پاس خیر کے خزانے ہیں۔ اس کی ذات برکت' عظمت اور رفعت والی ہے۔ اللہ تعالیٰ دنیا میں علم و حکمت بانٹتا ہے لیکن مخلوق اور خالق کے علم میں کوئی نسبت نہیں۔ انسان جس قدر ترقی کر لے' اللہ تعالیٰ کی قدرت اور فیصلوں کو سمجھنے سے قاصر ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ سے دعا کیجئے:

((اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَا ذَاالْجَلَالِ وَ الْإِكْرَامِ))

''اے اللہ! تجھ سے سلامتی ہے اور تو سلامتی والا ہے' اے بابرکت یا ذاالجلال' و الاکرام (ہماری دعاؤں کو قبول فرما)۔'' (مسلم)

43. اَلْكَرِيْمُ (عطا کرنے والا' بڑا سخی)

جو قدرت کے باوجود معاف کرے' جو ہمیشہ وفا کرے اور امید سے بڑھ کر عطا کرے۔

جب اللہ کے بندے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں تو وہ انہیں اپنے کرم سے تمام سفارشوں اور وسیلوں سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ مانگنے والوں سے راضی ہوتا ہے' اور نہ مانگنے والوں سے اظہار ناراضگی کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِۦ ۖ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴾ [النمل : ٤٠]

پس بے شک شکر گزار اپنے ہی نفع کے لئے شکر گزاری کرتا ہے اور جو ناشکری کرے تو میرا پروردگار غنی اور کریم (بے پروا اور بزرگ) ہے۔ (النمل:40)

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم متقی اور گناہگار' دونوں کے لئے یکساں جاری و ساری ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر وقت بخشنے اور معاف کرنے کے لئے تیار ہے۔ یہ تو انسان ہے جو ناشکری کرتا اور شیطان کے بہکاوے میں آ جاتا ہے۔ انسان جلد اس زعم میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ ابھی تو بہت عمر پڑی ہے' اس نے تو ہمیشہ اسی طرح رہنا ہے' حالانکہ یہ دنیا جلد ختم ہونے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہر رات آسمان دنیا پر آ کر ندا دیتا ہے کہ ہے کوئی بخشش مانگنے والا' جسے بخش دیا جائے۔ ہے کوئی سوال کرنے والا' جس کا سوال پورا کیا جائے۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر آن بخشنے اور کرم کرنے والی ہے' اس کے لئے کسی سفارش' رشوت اور وسیلہ کی ضرورت نہیں۔ وہ لوگ کس قدر احمقانہ بات کرتے ہیں جو اللہ کے حضور دستِ سوال دراز کرنے کے لئے فوت شدہ انسانوں کا وسیلہ اختیار کرنے کا درس دیتے ہیں۔ وہ ذات اپنی صفات میں کریم ہے۔ اس کے سوا کوئی کسی قسم کا اختیار نہیں رکھتا جس سے وہ کسی کی حاجت روائی کر سکے۔ اس لئے ہمیشہ ایک اللہ کے سامنے دستِ سوال دراز کیجئے۔

وہ ذات باری تعالیٰ ہمیشہ وفا کرنے والی ہے۔ اس سے امید رکھنے والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ وہ سوال کرنے والے کے دل کی کیفیت اور ضرورت کو اچھی طرح جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ راتوں کو اپنی حمد و ثناء کرنے والوں سے خوش ہوتا ہے۔ وہ قرآن و حدیث کی تعلیم اور عبادات میں مشغول لوگوں کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور اسی خوشی میں وہ فرشتوں کو گواہ بنا کر فرماتا ہے کہ فرشتو گواہ رہو' میں نے ان تمام سوال کرنے والوں کے گناہ معاف کر دیئے' حالانکہ اسے کسی کو گواہ بنانے کی ضرورت نہیں' یہ تو صرف انسان کے عز و شرف کے لئے اللہ تعالیٰ ایسا کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے رحم اور عزت وتوقیر کے لئے دعا:

((اَللّٰھُمَّ اَکْرِمْنَا وَلَاتُھِنَّا یَا کَرِیْمُ یَا رَحِیْمُ!))

''اے اللہ! ہم پر کرم فرما' ہمیں ذلیل نہ کر' اے کرم والے! اے رحم والے!'' (احمد)

44. الرَّقِیْبُ (نگہبان' پاسبان' محافظ)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کی نگہبانی سے کوئی چیز باہر نہیں۔ (الزجاج)

وہ ہر نفس کا پاسبان اور محافظ ہے۔ وہ ہر اس عمل کو جاننے والا ہے' جو کوئی نفس کماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا ﴾ [النساء : ۱]

''اور اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔'' (النساء:1)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں کریم ہے' وہ ہر چیز کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کا نظام اتنا مکمل اور اس کی تدبیر اتنی جامع ہے کہ کوئی چیز اس کی نگہداشت سے باہر نہیں۔ اگر انسان کسی ناتواں پر زیادتی کرتا ہے تو اسے خیال رہنا چاہیے کہ اس کو قوت وطاقت عطا کرنے والا اس کے اوپر ہر وقت نگہبان موجود ہے' جو اس سے ہر زیادتی کا جلد حساب لینے والا ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ ہر شخص کے سینے میں پلنے والے ہر منصوبے اور ہر نفس کے عمل سے بخوبی آگاہ ہے۔ وہ ذات اس لائق ہے کہ اس سے ہر وقت ڈرا جائے۔

ہمیں اللہ پر توکل کرتے ہوئے اپنے تمام کام اس کے سپرد کر دینے چاہئیں۔ اللہ پر توکل کرنا اپنے دین وایمان کی درستگی وتکمیل کے لئے ضروری ہے۔ شرعی طور پر توکل کا مفہوم یہ ہے کہ تمام قلبی عبادات کو اللہ ہی کے لئے بجالایا جائے' یعنی اپنے تمام امور اللہ کے حوالے کرتے ہوئے

اسباب و ذرائع تلاش کیے جائیں۔ جب قیامت کے دن عیسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا جائے گا کہ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ وہ تمہیں اور تمہاری والدہ کو الٰہ بنالیں تو وہ جواب میں برائت کا اظہار کرتے ہوئے یوں کہیں گے:

﴿ وَكُنتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنتَ أَنتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ وَأَنتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [المائدة : ١١٧]

''اور میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں رہا' پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو تو ہی ان پر مطلع رہا' اور تو ہر چیز کی پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (المائدہ:117)

تفسیر سعدی میں ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی حفاظت کرنے والا اور ان کو راحت ومودت سے نوازنے والا ہے۔ اس کا نظام احسن اور اس کی ہر تدبیر کامل ہے۔

45. اَلْمُجِیْبُ (دعا قبول کرنے والا)

جو سائل کی دعا قبول کرے اور اس کی مدد کرے' پکارنے والوں کی پکار کا جواب دے۔

وہ ذات باری تعالیٰ نہ صرف حاجتمندوں کی ضروریات پورا کرتی ہے بلکہ پکارنے سے پیشتر انعامات کی بارش کردیتی ہے۔ وہ دعا سے بھی پہلے نوازشیں کرتا رہتا ہے۔

یہ شان صرف ایک اللہ تعالیٰ کی ہے جو بندوں کی ضروریات کو ان کے سوال کرنے سے پیشتر جانتا ہے۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ﴾ [المؤمن : ٦٠]

''اور تمہارے رب کا فرمان نازل ہو چکا ہے کہ مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعاؤں کو قبول

کروں گا۔'' (المؤمن:60)

مزید فرمایا:

﴿ أَمَّن يُجِيبُ ٱلْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ ٱلسُّوٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ ٱلْأَرْضِ ۗ أَءِلَٰهٌ مَّعَ ٱللَّهِ ۚ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾ [النمل : ٦٢]

''بے کس کی پکار کو جب وہ پکارے' کون قبول کر کے سختی کو دور کر دیتا ہے؟ اور تمہیں زمین کا نائب بناتا ہے' کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور کوئی معبود ہے؟ تم بہت کم نصیحت و عبرت حاصل کرتے ہو۔'' (النمل:62)

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی صفت یہ ہے کہ وہ المجیب ہے۔ یہ صفت بہت سی صفات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا اس لئے وہ ان کی ضروریات سے بھی آگاہ ہے۔ وہ المجیب ہی ہے جس کو شدائد کے وقت پکارا جاتا ہے اور مصیبت کے وقت اُمیدیں وابستہ کی جاتی ہیں۔ وہ ذات باری تعالیٰ اپنے بندوں کی بے قراری دور کرتا ہے۔ اہل مکہ بدترین بت پرستی میں مبتلا تھے لیکن اس کے باوجود جب ان کی کشتی بھنور میں پھنس جاتی تھی تو وہ صرف ایک اللہ کو پکارتے تھے کیونکہ ان کا عقیدہ تھا کہ مشکل حالات میں صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے جو ان کی نجات کے اسباب پیدا کر سکتا ہے۔

صرف اللہ ہی دعا سننے والا ہے:

﴿ رَبِّ هَبْ لِى مِن لَّدُنكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۖ إِنَّكَ سَمِيعُ ٱلدُّعَآءِ ﴾ [آل عمران : ٣٨]

''اے میرے پروردگار! مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ اولاد عطا فرما' بے شک تو دعا کا سننے والا ہے۔'' (آل عمران:38)

﴿ . . . فَٱسْتَغْفِرُوهُ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ﴾ [هود : ٦١]

''پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو۔ بیشک میرا رب قریب اور دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔'' (ھود: 61)

46. الْوَاسِعُ (کشادگی والا' علم و حکمت میں وسیع)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کی جود و سخا مخلوق کے اندازے سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس کی رحمت اور علم ہر چیز پر محیط ہے اور اس کا رزق سب کے لئے کافی ہے۔ (بیہقی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللّٰهُ يُؤْتِي مُلْكَهُۥ مَن يَشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ٢٤٧]

''اللہ تعالیٰ جسے چاہے اپنا ملک دے' اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے۔'' (البقرہ: 247)

﴿ وَاللّٰهُ يَعِدُكُم مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۗ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة: ٢٦٨]

''اور اللہ تعالیٰ تم سے اپنی بخشش اور فضل کا وعدہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ وسعت والا اور علم والا ہے۔'' (البقرہ: 268)

اللہ تعالیٰ کی صفات وسیع ہیں' ان صفات کی انواع بھی وسیع ہیں اور ان انواع سے متعلقات بھی وسیع ہیں۔ یہ تمام صفات اس قدر وسیع ہیں کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان کے کمال کو پہنچا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود ہی اپنی صفت میں کمال ہے۔ وہ اپنی ذات میں واسع ہے عظمت میں' سلطانی میں' ملک میں' فضل میں' احسان میں' عظیم جود و کرم میں۔

وہ ذات باری تعالیٰ وسیع علم والی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے مطابق بعض کو بعض پر وسیع علم عطا فرماتا ہے لیکن پھر بھی ان کا علم نہایت محدود ہوتا ہے۔ وہ اپنے بندوں کو وسیع حکومت عطا فرماتا ہے۔ بعض لوگوں کا رزق وسیع کر دیتا ہے اور بعض کے علم اور رزق دونوں میں وسعت پیدا کر دیتا ہے۔ اس کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے ہیں۔ اس کے ہاں کوئی تنگی نہیں۔ وہ ذات باری تعالیٰ

لوگوں کی توقع اور دعا سے بڑھ کر عطا کرنے والی ہے۔ اس کی ہر عطا میں حکمت پنہاں ہوتی ہے۔ انسان اس کی حکمتوں کو نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ بعض اوقات اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو بھی وسیع حکومت عطا کرتا ہے۔ یہ حکومتیں، دنیاوی جاہ وحشمت ان کے لئے آزمائش ہوتی ہیں۔ اس کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان اور اپنے متقی لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے ان کے درجات بلند کرتا ہے۔

مغفرت اور بخشش کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُکَ اَوْ سَعُ مِنْ ذُنُوبِیْ وَ رَحْمَتُکَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ))

''اے اللہ! میرے گناہوں کے مقابلے میں تیری مغفرت بہت وسیع ہے اور میرے عمل کے مقابلے میں تیری رحمت کی زیادہ اُمید ہے۔'' (رواہ الحاکم)

47. اَلْحَکِیْمُ (دانا و بینا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ ہر چیز کو سب سے بہتر انداز میں سمجھنے والا ہے۔ وہ دانا اور حکمت والا ہے۔ اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ اس کے تمام افعال اپنی مخلوق کی بھلائی اور آسانی کے لئے ہوتے ہیں۔ انسان اپنے افعال کے بارے میں جلد پریشان ہو کر مایوس ہو جاتا ہے۔ حالانکہ اس کی ذات اور صفات بے مثل ہیں، جن کی پوری معرفت اس کے سوا کسی کو نہیں۔ اس کے ہر فعل میں حکمت ہوتی ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِۦ ۚ وَهُوَ ٱلْحَكِيمُ ٱلْخَبِيرُ ﴾ [الأنعام: ١٨]

''اور وہی اللہ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے، برتر ہے اور وہی بڑی حکمت والا اور پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (الانعام: 18)

اللہ تعالیٰ اپنی حکمت میں باکمال ہے۔ یہ حکمت تمام مخلوقات کے امور میں شامل ہے۔ وہ چونکہ اول و آخر ہے اس لئے وہ اپنے وسیع تر علم کی بدولت ہر مخلوق کے امور کو کمال حکمت سے سرانجام دیتا ہے۔ حکمت کی دو قسمیں ہیں:

پہلی تو یہ کہ اس نے تمام مخلوقات کو حق کے ساتھ پیدا کیا اور پھر ان کے لئے زندگی گزارنے کا احسن نظام بنایا۔ ان کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ان کو وہ سہولتیں فراہم کی' جن کی انہیں ضرورت ہوتی ہے۔ کسی مخلوق کو بے سہارا نہیں چھوڑا اور نہ کوئی مخلوق بے مقصد پیدا کی۔ ہر مخلوق کوئی نہ کوئی اہم فریضہ سرانجام دیتی ہے جس کا ادراک عام لوگوں کو نہیں۔ پوری کائنات کا ایک ایسا مکمل نظام بنایا جس کی حکمت کو صرف وہی ذات جانتی ہے۔ قرآن پاک میں سورہ الکھف میں حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کے واقعہ میں یہی راز پنہاں ہے۔ عظیم پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کی معمولی سی حکمت بھری بات سمجھ نہ سکے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمائی تھی۔

دوسری حکمت یہ ہے کہ اس نے انسانوں کی رہنمائی کے لئے رسل و انبیاء مبعوث فرمائے اور کتب نازل کیں جو لوگوں کی رہنمائی کرتی ہیں۔ انبیاء ان کو عبادات اور اخلاقیات کا سبق پڑھاتے رہے اور آخروی دنیا میں کامیابی کے لئے رشد و ہدایت کے طریقے بتاتے رہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ کام ان کی اُمت کے سپرد کر دیا گیا اور انہیں حکم دیا گیا کہ وہ حکمت کے ساتھ یہ فریضہ انجام دیتے رہیں۔ اس طرح اس اُمت کے درجات میں اضافہ ہوتا رہے گا۔ یہ امر بالمعروف بھی اس کی اسی حکمت کا ایک مظہر ہے۔

کافروں کے نشانہ سے بچنے اور اپنی مغفرت کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِينَ كَفَرُوا وَاغْفِرْ لَنَا رَبَّنَا ۖ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴾

[الممتحنة : ۵]

اے ہمارے رب! ہم کو کافروں کا نشانہ نہ بنا اور اے ہمارے رب! ہم کو بخش دے'

بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔'' (الممتحنۃ:5)

48. الوَدُود (دوست' بھلائی چاہنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی مخلوق کے ساتھ دوستی اور بھلائی کے معاملے کرتا ہے۔ وہ اپنے نیک بندوں کو دوست رکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نیک اعمال سے خوش ہوتا ہے۔ وہ ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہے اور ان کی تعریف کرتا ہے۔ مخلوق میں ان کے دوست بناتا ہے۔ اپنے بندوں پر اتنے احسانات اور انعامات کرتا ہے کہ وہ اسے اپنا دوست سمجھتے ہیں اور اس کی حمد کرتے ہیں۔ (بیہقی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴾ [هود : ٩٠]

''تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ' یقین مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔'' (ھود:90)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَهُوَ الْغَفُورُ الْوَدُودُ ﴾ [البروج : ١٤]

''وہ بڑا بخشش کرنے والا اور بہت محبت کرنے والا ہے۔'' (البروج:14)

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا پھر ان کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے اسباب پیدا کئے۔ ہر ذی روح کا رزق دنیا میں پھیلا دیا' پھر جب مخلوق اس سے دعا کرتی ہے تو وہ محبت سے عطا کرتا ہے بلکہ اپنے مانگنے والوں سے زیادہ خوش ہوتا ہے اور انہیں اندازے سے زیادہ عطا فرماتا ہے اور نہ مانگنے والوں سے ناراض ہوتا ہے لیکن ان کو بھی اپنی رحمت اور فضل سے عطا کرتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھلائی کے معاملے فرماتا ہے۔ اس لئے ہر انسان کو چاہئے کہ وہ اس سے بے

حساب مانگے اور اس سے بھلائی کی توقع رکھے۔ وہ اپنی تمام حکمتوں اور قدرتوں کے ساتھ انسان کے ساتھ بھلائی چاہتا ہے۔ وہ دوستی اور احسان کا معاملہ فرماتا ہے۔ وہ دوستی کا حق ادا کر دیتا ہے۔ وہ اپنی مخلوق کے لئے شفیق اور شفقت کے معاملے فرماتا ہے۔ ہر ایک کو اس کے ساتھ دوستی کرنی چاہئے۔

اللہ سے محبت کے لئے دعا:

((یَا غَفُورُ یَا وَدُودُ ' یَا ذَاالعَرْشِ الْمَجِیدُ ' نَسْاَلُکَ حُبَّکَ وَ حُبَّ مَنْ یُحِبُّکَ وَ الْعَمَلَ الَّذِی یُقَرِّبُنَا إِلیٰ حُبِّکَ))

''اے مغفرت فرمانے والے !اے چاہنے والے !اے بزرگ عرش والے !ہم تجھ سے تیری محبت کا سوال کرتے ہیں' اور اس شخص کی محبت کا' جو تجھ سے محبت کرے' اور اس عمل کا جو ہمیں تیری محبت کے قریب کر دے۔'' (مسند احمد)

49. اَلْمَجِیْدُ (بزرگ' بڑی شان والا)

جس کی صفات بہت بلند اور شان والی ہیں' جس کی صفات باشرف' تمام کام عمدہ' انعامات والے ہیں۔ جس کی ذات بے مثل ہے۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ اپنے وسیع تر علم کی بدولت سب سے بڑی شان والا ہے۔ اس کی رحمت نے تمام کائنات کو گھیر رکھا ہے۔ وہ اپنے حلم اور حکمت میں کامل ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ ہر کسی کو عطا کرتا ہے لیکن کسی سے بدلے کا امیدوار نہیں ہوتا۔ ہر ذی روح کو اس کے ظرف کے مطابق عطا کرتا ہے۔ یہ اس کی شان ہے کہ وہ کسی سے چھینتا نہیں۔ وہ اپنی حکمت سے پوری کائنات کے نظام کو پروقار انداز سے چلا رہا ہے۔

وہ متقی لوگوں کو عزو شرف سے نوازتا ہے اور ان سے خوف و خطر دور کرتا ہے۔ اس کی شان

کریمی کا تقاضا یہ ہے کہ اس سے محبت کی جائے۔ اس کی عبادت اس طرح کی جائے کہ وہ خوش ہو جائے۔ اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے۔ المجید کی مخلوق کے ساتھ احسان کا معاملہ کیا جائے تو وہ خوش ہوتا ہے۔ اہلِ ایمان اور متقی لوگوں کی مدد کرنے پر عزت و توقیر عطا فرماتا ہے اور آخرت میں بھی جنت کی نعمتوں سے نوازے گا۔ اس لئے دنیا میں امن و سلامتی کے لئے مددگار بننا چاہئے۔

وہ ذات باری تعالیٰ مجید یعنی بزرگ ہے' اس کی شان میں نرمی ہے' سختی نہیں۔ وہ عزو شرف اور گرامی قدر ہے۔ اس کی صفات میں وسعت اور عظمت ہے۔ اس کی تمام صفات اس کے شایان شان ہیں۔ وہ علم میں کامل اور رحمت میں وسعت والا ہے۔ وہ حِلم والا ہے۔ اس کی صفات میں کمی نہیں کی جاسکتی۔ اس کی قدرتوں کو دیکھ کر مخلوق حیران و پریشان ہو جاتی ہے لیکن وہ کامل قدرتوں والا اپنی صناء کاریوں کے کرشمے مخلوق کو دکھاتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ قَالُوٓا۟ أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ ٱللَّهِ ۖ رَحْمَتُ ٱللَّهِ وَبَرَكَٰتُهُۥ عَلَيْكُمْ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ ۚ إِنَّهُۥ حَمِيدٌ مَّجِيدٌ ﴾ [هود: ۷۳]

انہوں (فرشتوں) نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت پر تعجب کر رہی ہے؟ تم پر اے اس گھر کے لوگو! اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں۔ بے شک اللہ حمد و ثناء کا سزاوار اور بڑی شان والا ہے۔ (ھود:73)

درود ابراہیمی پڑھئے' بڑی برکتوں والا ہے:

((اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَ عَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلىٰ إِبْرَاهِيمَ وِ عَلىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ اللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلىٰ مُحَمَّدٍ وَ عَلىٰ آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَ عَلىٰ آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ))

''اے اللہ درود بھیج محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر جس طرح تو نے درود بھیجا ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آل ابراہیم پر' بے شک تو بڑی تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔ اے اللہ برکت نازل فرما محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی ابراہیم (علیہ السلام) پر اور آل ابراہیم پر' بے شک تو بڑی تعریف والا اور بڑی شان والا ہے۔''

50. اَلْبَاعِثُ (اٹھانے والا)

موجودات کو عدم سے وجود میں لانے والا۔ انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والا' سوئے ہوؤں کو نیند سے جگانے والا' غافلوں کو غفلت سے اٹھانے والا۔

وہ ذات باری تعالیٰ جس نے مخلوق کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث کیا (اٹھایا' بھیجا)۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ ءَاتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيهَا وَأَنَّ ٱللَّهَ يَبْعَثُ مَن فِي ٱلْقُبُورِ ﴾ [الحج : ٧]

''اور یہ کہ قیامت یقیناً آنے والی ہے جس کے آنے میں کوئی شک و شبہ نہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ قبر والوں کو دوبارہ زندہ کرنے والا ہے۔'' (الحج:7)

تمام کائنات کو پیدا کرنے والا صرف ایک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس میں رنگ و بو بھرنے کے لئے انواع مخلوقات کو پیدا کیا۔ انسان کو علم و ہنر سے نوازا' جس نے اپنے عقل و شعور کے مطابق اس دنیا کو رنگ و بو سے سجایا۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو ایک خاص مدت تک مہلت عطا فرماتا ہے۔ پھر عالم برزخ میں لے جاتا ہے اور قیامت کے نزدیک اسے پھر اٹھائے گا۔ یہ تمام نظام اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اس کام میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

انسان اگر اپنے معمولات پر غور کرے تو اسے احساس ہوگا کہ اس پر تو ہر روز موت واقع ہوتی

ہے' نیند کو موت کی چھوٹی بہن کہا گیا ہے۔ اس نیند سے اٹھانے والا وہی اکیلا ہے۔ اس عمل میں اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ ذات وصفات والا بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل کو مبعوث کرتا رہا ہے۔ انبیاء نے لوگوں کو دین کی طرف رہنمائی کی۔ انسانیت گمراہی سے ہدایت کی طرف آتی رہی اور خاتم النبیین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس دین کی تبلیغ کا کام امت محمدیہ کے سپرد کر دیا گیا جو لوگوں کو دین کی طرف دعوت دیتے رہیں گے۔

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ انسانوں کو قبروں سے اس لئے اٹھائے گا تا کہ ظاہر و باطن کا فرق مٹ جائے۔ قیامت کا زلزلہ تمام ظاہری پردوں کو پھاڑ دے گا تا کہ ہر انسان کے اوپر سے اس کا خول اتر جائے اور وہ اپنی اصلی اور حقیقی صورت میں سامنے آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا یہی مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنے کے لئے دعا:

((اَللّٰهُمَّ قِنَا عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ))

''اے اللہ! تو ہمیں اپنے عذاب سے بچا جس دن کہ تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا۔''(ترمذی)

51. الشَّهِيدُ (گواہ)

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ ہر چیز پر گواہ اور اس پر مطلع ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہوتا ہے۔ (البیہقی)

شہید اللہ کی راہ میں جان دینے والے کو بھی کہتے ہیں اور شہید کے معنی گواہ کے بھی ہیں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَآ أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللَّهِ ۖ وَمَآ أَصَابَكَ مِن سَيِّئَةٍ فَمِن نَّفْسِكَ ۚ وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا ﴾ [النساء : ۷۹]

''تجھے جو بھلائی ملتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو برائی پہنچتی ہے وہ تیرے اپنے نفس کی طرف سے ہے' ہم نے تجھے تمام لوگوں تک پیغام پہنچانے والا بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ (اس پر) گواہ کافی ہے۔'' (النساء:79)

اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اس لئے وہ ہر چیز پر گواہ ہے کہ اس کی اصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شاہد ہے' کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں۔ الشہید' الرقیب کے مترادف کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿ يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُهُم بِمَا عَمِلُوا أَحْصَاهُ اللَّهُ وَنَسُوهُ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴾ [المجادلة : ٦]

''جس دن اللہ تعالیٰ ان سب کو اٹھائے گا پھر انہیں ان کے کئے ہوئے عمل سے آگاہ کرے گا' جسے اللہ تعالیٰ نے شمار رکھا اور جسے یہ بھول گئے تھے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر گواہ ہے۔'' (المجادلہ:6)

گناہوں پر ندامت اور اللہ تعالیٰ سے گناہ معاف کرانے کے لئے دعا:

((اللّٰھُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَ الشَّھادَۃِ فَاطِرَ السَّمٰوَاتِ وَالأَرْضِ رَبَّ کُلِّ شَيْءٍ وَمَلِیْکَہٗ أَشْھَدُ أَنْ لَا إِلٰـہَ إِلَّا أَنْتَ أَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِيْ ' وَمِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَ شِرْکِہٖ وَ أَنْ أَقْتَرِفَ عَلٰی نَفْسِيْ سُوْءًا أَوْ أَجُرَّہٗ إِلٰی مُسْلِمٍ))

''اے اللہ! اے غیب اور حاضر کو جاننے والے' آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے' ہر چیز کے پروردگار اور مالک! میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ میں تیری پناہ مانگتا ہوں' اپنے نفس کے شر سے اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے اور اس بات سے کہ میں اپنے نفس پر برائی کا ارتکاب کروں یا کسی مسلم سے برائی کروں۔'' (ابوداود' صحیح ترمذی)

52. الْحَقُّ (سچا اور ثابت)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات میں حق ہے۔ وہ حق تعالیٰ ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ حق کو بلند کرنے والی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ذَٰلِكَ بِأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِن دُونِهِۦ هُوَ ٱلْبَـٰطِلُ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْعَلِىُّ ٱلْكَبِيرُ ﴾ [الحج : ٦٢]

''یہ سب اس لئے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور بیشک اللہ ہی بلندی والا' کبریائی والا ہے۔'' (الحج:62)

سورہ النور میں فرمایا:

﴿ يَوْمَئِذٍ يُوَفِّيهِمُ ٱللَّهُ دِينَهُمُ ٱلْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلْحَقُّ ٱلْمُبِينُ ﴾ [النور : ٢٥]

''اس دن اللہ تعالیٰ انہیں پورا پورا بدلہ حق وانصاف کے ساتھ دے گا اور وہ جان لیں گے کہ اللہ تعالیٰ ہی حق ہے (اور وہی) ظاہر کرنے والا ہے۔'' (النور:25)

ایمان والوں کو اس بات کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ 'الحق' ہے۔ اس کے مقابلے میں ہر طاغوت اور ہر حکم باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں حق ہے۔ دنیا میں جتنے بھی طاغوت اور الٰہ ہیں' سب باطل ہیں۔ خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا' لوگوں نے ان کے سپرد جو بھی کام لگائے ہوں' سب باطل ہیں۔ تمام تر اعلیٰ صفات صرف حق تعالیٰ کے لئے ہیں۔ تمام مخلوق اس بات کی شہادت دیتی ہے کہ وہ حق تعالیٰ موجود ہے جو ہر کسی کی' ہر وقت حاجات سنتا اور پوری کرتا ہے۔ اسے پکارنے کے لئے کسی واسطہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اس ذات باری تعالیٰ کے تمام وعدے حق ہیں۔ قیامت حق ہے' عذاب قبر حق ہے' جنت کی

نعمتیں اور دوزخ کا عذاب حق ہیں۔ اس کا ہر فرمان حق ہے۔ اس کا قرآن حق ہے۔ اس کے انبیاء اور رسل حق ہیں۔ وہ حق کے ساتھ فیصلے کرنے والا ہے۔ اس کو حق کے ساتھ فیصلے کرنے سے کوئی روک نہیں سکتا اور نہ اس کی حقانیت میں کوئی رکاوٹ ڈال سکتا ہے۔ اس کی حقانیت کو تسلیم نہ کرنے والا باطل ٹھہرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حقانیت کے ساتھ دعا:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْحَقُّ ، وَوَعْدُکَ الْحَقُّ ، وَقَوْلُکَ الْحَقُّ ، وَلِقَاؤُکَ حَقٌّ، وَالْجَنَّةُ حَقٌّ، وَالنَّارُ حَقٌّ ، وَالنَّبِیُّوْنَ حَقٌّ وَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) حَقٌّ ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ))

''اے اللہ! تو حق ہے اور تیرا وعدہ حق ہے اور تیری بات حق ہے اور تیرے ساتھ ملاقات حق ہے اور جنت حق ہے اور جہنم حق ہے اور تیرے نبی حق ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور قیامت کا دن حق ہے۔'' (بخاری و مسلم)

53. اَلْوَكِيْلُ (کارساز، مختار)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کے حوالے تمام کام کئے جائیں۔ وہ تمام مخلوق کا مالک ہے۔ تمام کام اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ وہ ہر کسی کے کام کا کارساز ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴾ [آل عمران : ١٧٣]

''وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لئے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے انہیں ایمان میں اور بڑھا دیا اور کہنے

لگے ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔'' (آل عمران:173)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کلمہ (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب ان کو آگ میں ڈالا جا رہا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت کہا تھا جب لوگوں نے ان سے کہا کہ قریش کے کافروں نے آپ سے لڑنے کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر لیا ہے۔ ان سے ڈرو' یہ خبر سن کر صحابہ کا ایمان اور بڑھ گیا اور انہوں نے یہی کہا (حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيلُ) ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ (صحیح البخاری)

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو خوشخبری سنائی اور حکم دیا:

﴿ رَّبُّ ٱلْمَشْرِقِ وَٱلْمَغْرِبِ لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ فَٱتَّخِذْهُ وَكِيلًا ﴾ [المزمل : ٩]

''مشرق و مغرب کا پروردگار جس کے سوا کوئی معبود نہیں' تو اس کو اپنا کارساز بنا لے۔''
(المزمل:9)

مزید فرمایا:

﴿ ٱللَّهُ خَٰلِقُ كُلِّ شَىْءٍ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَىْءٍ وَكِيلٌ ﴾ [الزمر : ٦٢]

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔''
(الزمر:62)

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا خالق بھی ہے اور مالک بھی' وہ نظام کائنات کو چلانے کی تدبیر کرتا ہے۔ ہر چیز اس کے ماتحت اور زیر تصرف ہے۔ کسی کو سرتابی یا انکار کی مجال نہیں۔ وکیل کے ایک معنی محافظ اور مدبر کے بھی ہیں۔ ہر چیز اس کے سپرد ہے اور وہ کسی مشاورت اور شراکت کے بغیر ان کی حفاظت اور تدبیر کر رہا ہے۔ قیامت کے روز بھی وہ اپنے نیک بندوں کا وکیل ہوگا۔ وہ منافقین کی تدبیروں کے مقابلے میں مومنین کی وکالت کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی مدد کو شامل حال رکھنے کے لئے دعا:

((حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيل نِعْمَ الْمَوْلَى وَ نِعْمَ النَّصِيرُ))

''کافی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ' اچھا کارساز اور اچھا مولا اور اچھا مددگار۔'' (بخاری' ابن کثیر)

54. اَلْقَوِیُّ (طاقتور۔قدرت والا)

وہ ذات جس کی طاقت پوری اور کامل ہے۔ وہ ذات باصفات اتنی طاقتور ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو عاجز نہیں کر سکتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ مَا قَدَرُواْ ٱللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِۦٓ إِنَّ ٱللَّهَ لَقَوِىٌّ عَزِيزٌ ﴾ [الحج : ٧٤]

''انہوں نے اللہ کے مرتبہ کے مطابق اس کی قدر جانی ہی نہیں' اللہ تعالیٰ بڑا ہی زور آور اور قوت والا ہے' اور غالب وزبردست ہے۔'' (الحج:74)

﴿ فَلَمَّا جَآءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَٰلِحًا وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْىِ يَوْمِئِذٍ ۗ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ ٱلْقَوِىُّ ٱلْعَزِيزُ ﴾ [هود : ٦٦]

''پھر جب ہمارا فرمان (عذاب) آ پہنچا ہم نے صالح کو اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنی رحمت سے اس سے بھی بچالیا اور اس دن کی رسوائی سے بھی۔ یقیناً تیرا پروردگار نہایت توانا اور غالب ہے۔'' (ھود:66)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں اتنا کامل اور یکتا ہے کہ انسان اس کا ادراک نہیں کر سکتا۔ وہ ہمیشہ دنیاوی اسباب کو مدنظر رکھتے ہوئے جلد ہی مایوسی کا شکار ہو جاتا ہے۔ لوگ دنیاوی چیزوں سے متاثر ہو کر' ان کی قوت کے پیش نظر ان کے سامنے سر جھکا دیتے ہیں' بعض لوگ جلد ہی ان دیکھی چیزوں کا خوف کھاتے ہوئے' اور ظاہر چیز کی بڑائی کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کو

الوہیت اور عبودیت میں شریک کرنے لگتے ہیں' حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جب چاہتا ہے' اپنے نیک بندوں کو نقصان سے بچالیتا ہے اور جب چاہتا ہے' اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتا ہے اور اس کی تمام مخلوقات میں سے کسی میں یہ ہمت نہیں ہوتی کہ وہ اس کی قدرت سے مقابلہ کر سکے۔

بیماری اور تکلیف سے نجات کے لئے دعا:

ایک شخص کو جسم میں شدید درد تھا' اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے اس سے فرمایا: اپنا داہنا ہاتھ تکلیف والی جگہ پھیرتے ہوئے سات بار پڑھو:

((اَعُوذُ لِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِه مِنْ شَرِمَا اَجِدُ)) اس شخص نے پڑھا اور شفا پائی۔ (ترمذی/2080)

55. اَلْمَتِیْنُ (زبردست قوت والا)

اللہ تعالیٰ کی قوت اور قدرت کی کوئی انتہاء نہیں۔(الزجاج)

وہ ذات باری تعالیٰ جس میں کبھی بھی نقص اور تغیر نہیں۔ وہ سنجیدگی کے ساتھ مستقل مزاج' مستحکم اور زبردست قوت والا ہے۔ المتین اپنی تمام مخلوقات کے لئے روزی کا بندوبست کرتا ہے اور اس کام میں اسے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلرَّزَّاقُ ذُو ٱلْقُوَّةِ ٱلْمَتِينُ﴾ [الذاريات : ٥٨]

''اللہ تعالیٰ تو خود ہی سب کا روزی رساں' توانائی والا اور زور آور ہے۔''(الذاریات:58)

اللہ تعالیٰ عظیم قوت اور قدرت والا ہے۔ تمام تر عزت اسی کے لئے ہے۔ اس کی قوت کی ایک صفت متین ہے۔ وہ اکیلا سب کی روزی کا بندوبست کرتا ہے اور اس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں

آ تا۔ وہ نہ تو ان کاموں سے تھکتا ہے اور نہ تنگ آ تا ہے۔ وہ کسی کام میں کمزوری نہیں دکھاتا۔ وہ غنی اور بے پرواہ ہے۔ وہ کسی کام میں کسی کی مدد کا محتاج نہیں۔ وہ تمام مخلوقات کا روزی رساں ہے۔ وہ جب چاہتا ہے اور جس طرح چاہتا ہے' ان کی روزی کا بندوبست کرتا ہے۔ کوئی آدمی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کمائے گا لیکن ایک اللہ سب انسانوں بلکہ تمام مخلوق کے بارے میں جانتا ہے کہ اس نے کہاں سے اپنی خوراک حاصل کرنی ہے۔ ہم ہر روز کئی ایسے کاموں کا مشاہدہ کرتے ہیں جن کے بارے میں خیال تک نہیں ہوتا لیکن وہ ہو جاتے ہیں۔ کوئی چیز اچانک میسر آ جاتی ہے اور بعض چیزیں بہت زیادہ کوشش کے باوجود ہاتھ نہیں آتیں۔ یہ صرف اس کامل قوت اور قدرت والے کی کرشمہ سازی ہے۔ اس کی قوت کی کوئی انتہاء نہیں' وہ اتنا متین ہے کہ کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

ہر پریشانی اور مصیبت میں اس کو پکاریئے کہ وہ ہر ایک کی دادرسی کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ وہ زبردست قوت کے ساتھ ہر سرکش کو زیر کر دینے والا ہے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ حدیث قدسی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنی أَنَا الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ))

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بے شک میں رزق فراہم کرنے والا ہوں' قوت کا مالک ہوں اور بہت طاقت ور ہوں۔'' (ابوداود۔ ترمذی۔ نسائی)

اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کے لئے بددعا:

((اللّٰهُمَّ يَا ذَاالْقُوَّةِ الْمَتِينُ شَدِّدْ وَ طْأَتَکَ عَلَى أَعْدَائِکَ أَعْداءِ الدِّينِ))

''اے اللہ! اے قوت والے! اے زور آور! اپنی پکڑ کو اپنے اور دین کے دشمنوں پر سخت کر دے۔''

56. اَلْوَلِيُّ (دوست' مددگار)

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی مدد کرتا ہے۔ان کو برائی کے راستے سے روک کر نیکی کی راستے پر گامزن کرتا ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْلِيٰٓـُٔهُمُ الطَّاغُوْتُ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۗ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴾ [البقرة : ٢٥٧]

اللہ تعالیٰ ایمان لانے والوں کا خود کارساز ہے وہ انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف نکال لے جاتا ہے اور کافروں کے اولیاء شیاطین (طاغوت) ہیں' وہ انہیں روشنی سے نکال کر اندھیروں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہ لوگ جہنمی ہیں جو ہمیشہ اسی میں پڑے رہیں گے۔(البقرہ:257)

مزید فرمایا:

﴿ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ ۚ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ ﴾ [الجاثية : ١٩]

(یاد رکھیں) یہ لوگ ہرگز اللہ کے سامنے آپ کے کچھ کام نہیں آ سکتے۔(سمجھ لیں کہ) ظالم لوگ آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہوتے ہیں اور پرہیزگاروں کا رفیق اللہ تعالیٰ ہے۔(الجاثیہ:19)

اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کا دوست اور ان کا مددگار ہے۔وہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے' ان کی حفاظت فرماتا ہے' ان کی رہنمائی فرماتا ہے' ان کو خیر و برکت سے نوازتا ہے اور ان کو دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے۔دنیاوی معاملات میں ان کو عقل و شعور سے نوازتا ہے اور نقصان دہ چیزوں

سے دور رکھتا ہے۔ جو لوگ اس کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ شرک نہیں کرتے' ان کو گناہوں سے بچانے کی تدبیر کرتا ہے۔ لوگ اس کی محبت پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ان تمام صفات کی بنا پر وہ اس لائق ہے کہ اسے دوست بنایا جائے' اس سے محبت کی جائے اور اپنی تمام تر خواہشات کے لئے اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ وہ آخرت میں بھی اپنے بندوں کا والی و مددگار ہے۔ ان کو عذاب سے بچانے کے لئے انبیاء کرام' شہداء' حفاظ اور متقی لوگوں کی شفاعت ان کے حق میں قبول کرے گا اور آخر میں اپنی رحمت سے ان تمام موحد لوگوں کو دوزخ سے نکال دے گا جن کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہوگا۔

اسلام کی حالت میں موت آنے کی دعا:

﴿ فَاطِرَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ أَنتَ وَلِيِّۦ فِي ٱلدُّنْيَا وَٱلْءَاخِرَةِ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا وَأَلْحِقْنِي بِٱلصَّٰلِحِينَ ﴾ [یوسف: ۱۰۱]

اے زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے (اللہ تعالیٰ)! تو ہی میرا دنیا و آخرت میں ولی و مددگار ہے۔ مجھے اسلام پر موت دے اور نیک بندوں میں مجھے شامل کر دے۔ (یوسف:101)

57. الحمید (تعریف کیا گیا)

جس کی حمد و ثناء ہر زبان پر ہر حال میں جاری و ساری رہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حمد سب سے پہلے خود کرنے والا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَّهُۥ مَا فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَمَا فِي ٱلْأَرْضِ ۗ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهُوَ ٱلْغَنِيُّ ٱلْحَمِيدُ ﴾ [الحج: ٦٤]

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے' اسی کا ہے' اور یقیناً اللہ وہی ہے بے نیاز تعریفوں والا۔

(الحج:64)

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴾
[فاطر : ١٥]

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز خوبیوں والا ہے۔ (فاطر:15)

کائنات میں تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔ خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا فضاؤں میں' زمین میں ہو یا پانی میں۔ ہر ایک اس کی حمد و ثناء میں مشغول ہے کیونکہ وہ ان کا خالق ہے' رازق ہے' مالک ہے۔ وہ نقصان سے محفوظ رکھتا ہے' پریشانیوں اور دکھوں سے نجات دلاتا ہے اور ان کے راحت و آرام کے اسباب مہیا کرتا ہے اور سوائے جن و انس کے کوئی اس کے احکامات سے روگردانی نہیں کرتا۔ اس کی صفات میں ہے کہ وہ اپنی ذات میں اکمل اور جامع ہے۔ وہ لاتعداد صفات کا مالک ہے۔ اس کی تمام خلق میں خوبصورتی ہے' کوئی بھی اس کی بنائی ہوئی اشیاء کو دیکھ کر تعریف کئے بغیر رہ نہیں سکتا۔ وہ ہر حال میں دینی و دنیاوی رہنمائی فرماتا ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ نے دنیا میں ایسی ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کی ہیں کہ ان کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ وہ ہر مخلوق کو جب وہ اپنی زندگی سے بالکل مایوس ہو چکی ہوتی ہے' جب تک چاہتا ہے' حفاظت سے زندہ رکھتا ہے۔ اس بنا پر اس کو نہ ماننے والے بھی اس کی تعریف و توصیف کئے بغیر رہ نہیں سکتے۔

تمام کائنات صبح و شام اس کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔ تمام مخلوقات اس کی محتاج ہیں' اسے کسی سے کوئی غرض نہیں۔ اگر انسان حمد و ثناء کرتا ہے تو اس میں اسی کے لئے دینی و دنیاوی بے شمار فوائد ہیں۔ صرف یہی ایک حکم ایسا ہے جس کو کثرت سے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ وہ حمد و ثناء کرنے کا کثرت سے اہتمام کرے۔ قرآن و حدیث میں بے شمار دعائیں ہیں جن میں اسماء حسنیٰ والی دعاؤں کا نہایت اہتمام کے ساتھ ذکر

کرنا چاہئے۔ان دعاؤں سے دنیاوی زندگی بھی آسان ہوتی ہے اور آخرت میں بھی یقینی کامیابی ہوگی۔

صبح و شام کی دعا:

((اللّٰھُمَّ کْفِنِی بِحَلاَلِکَ عَنْ حَرامِکَ وَ اَغْنِنِی بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ))

''اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے بچا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعے اپنے سوا ہر کسی سے سوال کرنے سے بچالے۔'' (جامع الترمذی)

58. اَلْمُحصِي (گنتی کرنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کو ہر چیز کا عدد معلوم ہے' جس سے کوئی چیز گمشدہ نہیں۔(الغزالی)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز باریک بینی سے حساب لے گا اور گن گن کر نیکیوں کا بدلہ دے گا۔ اسی طرح گناہوں کا بھی شمار کیا جائے گا اور گناہگاروں کو ایک ایک گناہ یاد کرانے اور شمار کرنے کے بعد اس کی سزا دی جائے گی لیکن اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہو گی۔اس دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے ہر چیز ایک حساب سے بنائی۔نہ کوئی چیز بے مقصد اور بے فائدہ ہے اور نہ ہی حساب سے زیادہ۔

کائنات کی ہر مخلوق کا اللہ تعالیٰ کو عدد معلوم ہے۔اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا ایک معنی علیم کے ہم معنی ہیں۔اس نے ہر چیز کا علم نہ صرف اندازے سے بلکہ باقاعدہ حساب سے لوح محفوظ میں لکھ رکھا ہے۔بے شک وہ ٹھیک ٹھیک اندازہ کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے لئے دو فرشتے مقرر کئے جو اس کے ہر اچھے برے عمل کو لکھتے

ہیں جو قیامت کے روز اس کے سامنے پیش کر دیئے جائیں گے تا کہ ہر انسان اپنا اعمال نامہ خود پڑھ لے اور یہ خیال نہ کرے کہ میرے ساتھ انصاف نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت کا اندازہ اس وقت ہوگا جب وہ گن گن کر لوگوں کو بدلہ دے گا۔

سونے سے پہلے کی دعا:

((أعوذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِه وَ عِقابِه ' وَشَرِّ عِبَادِه' وَ مِنْ هَمَزاتِ الشَّيَاطِينِ وَ أن يَحْضُرُونِ))

''میں اللہ کے مکمل کلمات کے واسطے سے پناہ مانگتا ہوں' اس کے غضب سے اور اس کی عقوبت سے' اس کے برے بندوں سے اور شیطان کے وسوسوں سے اور اس بات سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔'' (احمد' ابوداود' ترمذی)

59. اَلْمُبْدِئُ (پہلے پہل پیدا کرنے والا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک صفت المبدی ہے۔ ابداع کے معنی ہیں' عدم محض سے کسی چیز کو پیدا کرنا۔ یعنی بغیر کسی مادہ کے کوئی چیز عدم سے وجود میں لانا۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو پہلے پہل پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا موجد ہے۔

وہ ذات باری تعالیٰ ہر چیز کے جنین پیدا کرنے والا ہے۔ وہ کسی کی بنائی ہوئی کسی چیز کی نقل نہیں کرتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِي يَبۡدَؤُاْ ٱلۡخَلۡقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهۡوَنُ عَلَيۡهِۚ وَلَهُ ٱلۡمَثَلُ ٱلۡأَعۡلَىٰ فِي ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلۡأَرۡضِۚ وَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلۡحَكِيمُ ﴾ [الروم : ٢٧]

''وہی ہے جو پہلی بار مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے۔ اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفات ہیں' آسمانوں میں بھی اور زمین

میں بھی اور وہی غلبے والا' حکمت والا ہے۔'' (الروم: 27)

تخلیق کائنات کا مبدی اللہ تعالیٰ ہے۔اسی نے سب سے پہلے ساتوں زمین و آسمان بنائے۔دنیا میں انواع مخلوقات پیدا کیں۔حجر و شجر کا مبدی وہی اللہ تعالیٰ ہے۔رنگ برنگے پھول پودوں کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے' اس عمل میں اس کا کوئی شریک نہیں تھا اور نہ اس کے بعد کسی نے کوئی چیز تخلیق کی۔انسان اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ عقل و شعور سے صرف اس کی تخلیق کی ہوئی بعض چیزوں کی ہیئت تبدیل کرتا ہے' نئی چیز تخلیق نہیں کرتا۔مثلاً اجناس کی مختلف اقسام میں پیوند کاری کر کے ان کے ذائقہ یا رنگ میں تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے۔اسی طرح پھول پودے اور بعض دوسری اشیاء میں پیوند کاری کر کے جنس تبدیل کی جا سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مبدی ہے' وہ کسی چیز کی نقل تیار نہیں کرتا اور نہ کوئی اس جیسی کوئی چیز پیدا کر سکتا ہے۔وہ ہر چیز کا موجد ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی ہمسر نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے چیلنج کیا کہ میرے ساتھ جن کو شریک ٹھہرایا جاتا ہے وہ ایک مکھی کا پر ہی بنا کر دکھائیں' مکھی کا پر بنانا تو دور کی بات ہے' وہ مکھی جو چیز ان سے چھین لے جاتی ہے' وہ اس سے چھڑا کر دکھائیں لیکن آج تک اللہ تعالیٰ کے اس چیلنج کا کسی نے جواب نہیں دیا۔اس لئے اس المبدی کی عبادت کیجئے جو اس قدر عظیم قدرتوں کا مالک ہے۔

صبح و شام کی دعا:

((اللّٰهُمَّ كْفِنِي بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَ أَغْنِنِي بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ))

''اے اللہ! مجھے اپنے حلال کے ذریعے اپنے حرام سے بچا اور مجھے اپنے فضل کے ذریعے اپنے سوا ہر کسی سے سوال کرنے سے بچا لے۔'' (جامع الترمذی)

60. اَلْمُعِیْدُ (دوبارہ پیدا کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ دوبارہ زندگی عطا کرنے والا اور قیامت کے دن حساب کتاب کے لئے دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔(الزجاج)

اللہ تعالیٰ کی یہ بہت بڑی صفت ہے کہ وہ قیامت برپا کرنے والا ہے۔قیامت کا قائم ہونا یقینی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے مقررہ وقت کا کسی کو علم نہیں۔اللہ تعالیٰ تمام بنی نوع انسان کو دوبارہ زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرے گا اور ان سے حساب کتاب لے کر جزاء وسزا مقرر کرے گا۔کافر بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دنیا فانی ہے لیکن انسان کے دوبارہ پیدا ہو جانے پر وہ یقین نہیں رکھتے۔حالانکہ وہ دیکھتے ہیں کہ المعیدان کے سامنے کئی چیزوں کو دوبارہ زندگی عطا فرماتا ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿ يَوْمَ نَطْوِي ٱلسَّمَآءَ كَطَيِّ ٱلسِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۚ كَمَا بَدَأْنَآ أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُۥ ۚ وَعْدًا عَلَيْنَآ ۚ إِنَّا كُنَّا فَٰعِلِينَ ﴾ [الأنبياء : ١٠٤]

جس دن ہم آسمان کو یوں لپیٹ لیں گے جیسے طومار میں اوراق لپیٹ دیئے جاتے ہیں' جیسا کہ ہم نے پہلی مرتبہ پیدائش کی تھی اسی طرح دوبارہ کریں گے۔یہ ہمارے ذمے وعدہ ہے اور ہم اسے ضرور کر کے (ہی) رہیں گے۔(الانبیاء:104)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((يُحْشَرُ النَّاسُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حُفَاةً غُرْلًا))

قیامت کے دن لوگوں کو ننگے پاؤں' بغیر ختنے کے جمع کیا جائے گا۔(صحیح بخاری)

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز سب کو دوبارہ پیدا کرنے والا ہے۔عقیدہ آخرت ایک ایسی ٹھوس حقیقت ہے جس کے بہت سے فوائد ہیں۔اسی عقیدے کی بدولت مسلمان ہر باطل قوت کی

آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر ٹکرا جانے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔ یہ عقیدہ انہیں ہر اچھے عمل کی طرف راغب کرتا اور ہر برے عمل سے روکتا ہے۔ جس کا یہ عقیدہ نہ ہو وہ موت سے ہر وقت ڈرتا ہے۔ کافروں کے لئے یہ عقیدہ سمجھنا بہت مشکل ہے کہ اللہ تعالیٰ موت دے دینے کے بعد دوبارہ انسان کو اسی حالت میں کس طرح زندہ کرے گا؟ وہ یہ سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں پہلی مرتبہ بھی تو پیدا کیا تھا' جب وہ کچھ بھی نہیں تھے' نہ ان کی کوئی حقیقت تھی۔ وہی المعید انہیں دوبارہ بھی پیدا کر سکتا ہے۔ جدید سائنسی دور میں اس حقیقت کی بے شمار مثالیں دیکھی جا سکتی ہیں۔

المعید ہمارے سامنے کئی چیزوں کو دوبارہ زندگی عطا فرماتا ہے۔ وہ بارش کے ذریعے خشک زمین کو زندگی عطا فرما کر' تباہ شدہ آبادیوں کو دوبارہ آباد کر کے' زندگی سے مایوس بیماروں کو صحت عطا فرما کر اور سوکھے درختوں میں ہریالی لا کر اپنی صفت المعید کا اظہار کرتا ہے۔

المعید سے آسان حساب کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِی حِسَاباً یَسِیرًا))

''اے ہمارے رب! ہم سے آسان حساب لینا۔'' (احمد' 48/6)

61. اَلْمُحْیِي (زندہ کرنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ مردہ دلوں کو دین کی روشنی سے (زندہ) روشن کرنے والا ہے۔

جس نے خلق میں زندگی پیدا کی' ان کو زندہ کیا یا مردہ زمین کو آباد کر کے زندہ کیا۔ (الزجاج)

یہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے کہ وہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر موت سے ہمکنار کر کے دوبارہ زندہ کرتا ہے۔ اور یوں اپنی کامل قدرت کا اظہار کرتا ہے۔ ہر مخلوق کی زندگی اور موت کا فلسفہ نہایت باریک بینی سے سمجھنے اور سمجھانے کا ہے۔ انسان اس وقت کتنی نادانی کی بات کرتا

ہے جب وہ مصیبت اور پریشانی کے عالم میں المحیی کو چھوڑ کر رفع حاجات کے لئے کسی دوسرے کے در پر چلا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہوتے ہیں اور اپنی پریشانیوں اور موت کو ٹال نہیں سکتے۔ المحیی نے ہر کسی کی موت کا وقت مقرر کر رکھا ہے' کوئی اپنی موت کے وقت کو ٹال نہیں سکتا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ تُولِجُ ٱلَّيۡلَ فِي ٱلنَّهَارِ وَتُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِي ٱلَّيۡلِۖ وَتُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّۖ وَتَرۡزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران : ۲۷]

تو (اللہ تعالیٰ) ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے۔ بے شک وہی ذات بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور وہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے (اے اللہ)' تو ہی جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ (آل عمران: 27)

جنگل میں منگل بنانے والا المحیی اکیلا ہے' اس کا کوئی شریک نہیں۔ المحیی بنجر زمین کو بارش کے ذریعے دوبارہ زندگی عطا کرتا ہے۔ خشک درختوں اور پھول پودوں کو زندگی عطا فرماتا ہے۔ المحیی کی اسی صفت کی بدولت دنیا میں بہار ہے' ہر موسم اپنا رنگ دکھاتا ہے۔ بے آباد علاقوں کو آباد کر کے ان میں زندگی کی لہر دوڑا دیتا ہے۔ اس کی یاد سے دلوں کو سکون اور اطمینان حاصل ہوتا ہے جس سے وہ زندہ اور توانا ہوتے ہیں۔ لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنے سے انسان کا دل زندہ ہوتا ہے اور معصیت سے دل مردہ ہوتے ہیں۔ المحیی نے موت کو پیدا کر کے انسان پر بہت بڑا احسان کیا ورنہ وہ ہمیشہ کی زندگی سے تنگ آ جاتا۔ المحیی متقی لوگوں کو آخرت میں نعمتوں والی ہمیشہ ہمیشہ قائم رہنے والی زندگی عطا فرمائے گا۔

مایوسی سے نکلنے کی دعا:

﴿ تُولِجُ ٱلَّيۡلَ فِي ٱلنَّهَارِ وَتُولِجُ ٱلنَّهَارَ فِي ٱلَّيۡلِۖ وَتُخۡرِجُ ٱلۡحَيَّ مِنَ ٱلۡمَيِّتِ وَتُخۡرِجُ ٱلۡمَيِّتَ مِنَ ٱلۡحَيِّۖ وَتَرۡزُقُ مَن تَشَآءُ بِغَيۡرِ حِسَابٍ ﴾ [آل عمران : ۲۷]

تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں لے جاتا ہے‘ تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا ہے اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے‘ تو ہی ہے‘ جسے چاہتا ہے بے حساب روزی دیتا ہے۔ (آل عمران: 27)

فوائد: طبرانی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح روایت ہے کہ جو شخص اس آیت کو پڑھے گا‘ اس پر اگر احد پہاڑ کے برابر بھی قرضہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے ادا کر دینے کی توفیق عطا فرمائے گا۔

62. اَلْمُمِيْتُ (مارنے والا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ایک مقرر وقت کے بعد سب کو موت سے ہمکنار کر دے گا۔

وہ ذات باری تعالیٰ جو مخلوق سے زندگی چھین کر موت دینے والی ہے۔ (البیہقی)

وہ ذات اقدس جس نے زندگی اور موت کو پیدا کیا ہے۔ (الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ إِنِّى رَسُولُ ٱللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا ٱلَّذِى لَهُۥ مُلْكُ ٱلسَّمَـٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ لَآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْىِۦ وَيُمِيتُ ۖ فَـَٔامِنُوا۟ بِٱللَّهِ وَرَسُولِهِ ٱلنَّبِىِّ ٱلْأُمِّىِّ ٱلَّذِى يُؤْمِنُ بِٱللَّهِ وَكَلِمَـٰتِهِۦ [الأعراف: ١٥٨]

آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں‘ جس کی بادشاہی تمام آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں‘ وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی اُمّی پر‘ جو (لوگ) اللہ تعالیٰ اور اس کے کلام (احکام) پر ایمان رکھتے ہیں۔ (الاعراف: 158)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ○ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴾

[المؤمنون: ۱۵, ۱۶]

''اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو۔ پھر قیامت کے دن بلا شبہ تم سب اٹھائے جاؤ گے۔'' (المؤمنون: 15۔16)

اللہ تعالیٰ کی زندہ کرنے کی صفت میں مدح شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے یہ ایک بڑی صفت ہے کہ وہ ممیت ہے۔ اس کے ہاتھ میں زندگی اور موت ہے' اس کے علاوہ یہ صفت کسی اور میں نہیں اور نہ اس کی اس صفت میں کوئی شریک ہے۔ وہ اپنی حکمت سے ہر چیز کو زندہ کرتا ہے اور جب چاہتا ہے' اسے موت سے ہمکنار کر دیتا ہے۔ حقیقتاً موت بھی ایک بہت بڑی نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایک مقررہ مدت کے بعد ہر چیز کو موت دے دیتا ہے۔ اس طرح اس مخلوق کا کردار ختم ہو جاتا ہے۔ غور کیجئے! اگر انسان کو موت نہ آئے تو وہ ہزاروں سال کی زندگی میں کون کون سے صدمات سے دوچار ہو اور کیا کیا تکالیف برداشت کرے۔ ہر کسی کی موت کا وقت مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ زندہ کرتا ہے' اسی طرح اس کی یہ صفت ہے کہ وہ موت سے ہمکنار کرتا ہے۔

اگر کسی کو موت کی تمنا ہو تو زیادہ سے زیادہ یوں دعا کرے:

((اللّٰهُمَّ أَحْيِنِي ما كَانَتِ الْحَياةُ خَيْراً لِي وَ تَوَفَّنِي إذا كَانَتِ الْوَفاةُ خَيْراً لِي))

''اے اللہ! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لئے بہتر ہو' اور جب وفات میرے لئے بہتر ہو تو مجھے وفات دے دے۔ اے ہمارے رب! ہمیں اسلام کی حالت میں موت دینا۔'' (نسائی' احمد)

63. الحَیُّ (سدا زندہ رہنے والا)

اس ذات باری تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ (الزجاج)

اس کی زندگی ہمیشہ سے ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے موت سے پاک ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلۡحَیُّ اَلۡقَیُّوۡمُ ﴾ [البقرة: ٢٥٥]

اللہ تعالیٰ ہی معبود برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کو تھامنے والا ہے۔ (البقرہ:255)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور بغیر کسی فنا اور زوال کے ہمیشہ رہے گا۔ اس کی قدرت سے پوری خلق کا قیام ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ بذات خود موجود ہے لیکن وہ تمام مخلوق سے اعلیٰ و ارفع ہے۔ وہ ذات باری تعالیٰ زمین و آسمان اور جو کچھ اس میں ہے' تمام کو پیدا کرنے والا اور ان کی ضروریات پوری کرنے والا ہے لیکن خود ان سے مستغنی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے' وہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت قرآن پاک میں متعدد بار بیان ہوئی ہے اور یہ صفت بہت سی صفات کے ساتھ لازم و ملزوم ہے۔ کائنات میں ہمیشہ رہنے والی اگر کوئی دوسری ذات ہوتی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہوتی' لیکن ان پر بھی موت طاری ہوگئی۔ حتیٰ کہ قیامت کے بعد موت پر بھی موت طاری ہو جائے گی لیکن اللہ تعالیٰ اپنی تمام تر صفات کے ساتھ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اس کی شان یہ ہے کہ وہ الحی القیوم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اپنی بہت سی صفات کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ لَیۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَیۡءٌ ﴾ اس جیسی زندگی کسی کے پاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں جو نعمتیں نازل فرمائیں اور اپنی صفات کا اظہار کیا وہ بہت ہی محدود ہے۔ پوری نعمتوں کے خزانوں کا ہمیں ادراک نہیں کہ وہ کس قدر ہیں۔

مدد تو اس سے طلب کی جائے جو زندہ اور ہر وقت موجود ہو' جو خود سو جائے یا جسے اونگھ آ جائے

یا جسے موت آ جائے وہ دوسروں کی کیا مدد کرے گا! ایسا تو خود عاجز ہوتا ہے۔ اسے اپنے مسائل حل کرنے پر قدرت نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات ان تمام کمزوریوں سے پاک ہے۔ اسے نہ نیند آتی ہے نہ اونگھ۔ اسے نہ بیماری آتی ہے نہ موت۔ وہ تو خود موت وحیات کا مالک ہے۔ اسی لئے ہم اس سے وثوق سے دعا کرتے ہیں اور وہ ہماری ہر حاجت پوری کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ ایک ایسی صفت ہے جس میں اس کا کوئی ثانی نہیں۔ کیونکہ وہ ازل سے موجود ہے اور ابد تک رہے گا۔ اس کی زندگی کا کوئی ادراک نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا:

((يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيثُ، أَصْلِحْ لِي شَانِي كُلَّهُ، وَلَا تَكِلْنِي إِلَىٰ نَفْسِي طَرْفَةَ عَيْنٍ))

''اے سدا زندہ رہنے والے! اے ہمیشہ قائم رہنے والے! ہماری مدد فرما، میرے سارے کام درست کر دے اور مجھے لحظہ بھر کے لئے بھی بے یار و مددگار نہ چھوڑ۔'' (نسائی، حاکم)

نیند سے جاگنے کی دعا:

((اللَّهُمَّ بِاسْمِكَ أَمُوتُ وَ أَحْيَا))

''سب تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں مارنے کے بعد زندہ کیا اور ہمیں اسی کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔'' (بخاری و مسلم)

64. اَلْقَيُّوْمُ (کائنات کو قائم رکھنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ القیوم ہے۔ یعنی ساری کائنات کو قائم کرنے والا، محافظ، نگہبان اور نگران۔ قیوم کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ بغیر کسی فنا اور زوال کے ہمیشہ سے قائم ہے۔

الحی اور القیوم، اللہ تعالیٰ کی دو صفات ہیں جس کا مطلب ہے کہ وہ ازل سے ابد تک رہے گا۔

اسے موت اور فنا نہیں۔ ساری کائنات اس کی نگرانی کی محتاج ہے لیکن اسے کسی کی نگرانی کی ضرورت نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ قرآن پاک کی تین آیات ایسی ہیں جن کے ذریعے سے دعا کی جائے تو وہ رد نہیں ہوتی۔ ان آیات میں اسی عظیم صفت کا ذکر ہے۔ پہلی سورہ آل عمران کی آیت نمبر 2 ' دوسری آیت الکرسی اور تیسری سورہ طٰہٰ میں آیت نمبر 111 ہے۔ اس لئے ان آیات کی کثرت سے تلاوت کرنی چاہئے۔

سورہ بقرہ کی آیت نمبر 255 آیت الکرسی کہلاتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اسماء وصفات کا کثیر تعداد میں ذکر ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی صفات الحی اور القیوم دونوں کا ذکر ہے۔ اس آیت کو پڑھنے کی احادیث میں بہت فضیلت وارد ہے۔ مثلاً جو شخص اس آیت کو پڑھ کر سوئے' رات بھر شیطان اس کے قریب نہیں آتا۔ جس گھر میں پڑھ کر پھونک دی جائے' اس گھر میں چور داخل نہیں ہوتا۔ ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھنے والے کے لئے جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی صفات جلال و جمال' عظمت و شان اور قدرت پر مبنی نہایت جامع آیت ہے۔ اسم الحی القیوم کو اسم اعظم بھی کہتے ہیں۔

نظام کائنات اس بات پر گواہ ہے کہ کوئی ذات ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جو اس پورے نظام کو چلانے کے لئے ہمہ وقت موجود اور زندہ ہے۔ ہر چیز کی زندگی محدود اور ختم ہو جانے والی ہے حتیٰ کہ موت کو بھی موت آنے والی ہے۔ سب کی زندگی محدود اور متعین وقت کے لئے ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔

آخری تشہد کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَسْاَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِيکَ لَکَ الْمَنَّانُ يَا بَدِيعَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَ الْاِکْرَامِ يَا حَيُّ يَا قَيُّومُ اِنِّي اَسْاَلُکَ الْجَنَّةَ وَ اَعُوذُبِکَ مِنَ النَّارِ))

''اے اللہ ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس بات کے ساتھ کہ حمد تیرے ہی لئے ہے' تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں' تو اکیلا ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔ بے حد احسان کرنے والے۔ اے آسمانوں اور زمین کو بنانے والے' اے بزرگی اور عزت والے' اے زندہ اور قائم رکھنے والے! میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور آگ سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔'' (ابوداود' نسائی)

65. الْوَاجِدُ (ہر چیز کو پا لینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ کائنات کی ہر چیز کو پا لینے والا ہے۔ ہر چیز اس کی دسترس میں ہے۔ ہر چیز اس کے سامنے عیاں ہے۔

''ہر چیز کو پانے والا۔ کوئی چیز اس سے اوجھل نہیں۔'' (الغزالی)

''کسی بھی چیز کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔'' (الزجاج)

اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات میں یہ بھی ہے کہ اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے عیاں ہے۔ پوشیدہ صرف مخلوق کے لئے ہے' خالق کے لئے نہیں۔ اس کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی چیز اس کی دسترس سے باہر نہیں۔ ہر چیز اس کے سامنے حاضر اور اس کے قبضہ قدرت میں ہے۔ کسی چیز کے حصول کے لئے اسے کسی مخلوق کی مدد درکار نہیں۔ وہ جب چاہتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ہر چیز کو تصرف میں لاتا ہے۔ وہ ہر کسی سے ہر چیز کے بارے میں پوچھ سکتا ہے لیکن اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا۔ وہ اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں پر غلبہ پانے والا ہے۔ وہ ہر سرکش کی اس کی سرکشی پر گرفت کرنے والا ہے۔

اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ وہ ہر چیز کو جسم عطا کرنے والا ہے۔ پیدائش کے مراحل سے گزار کر ہر چیز کو اللہ تعالیٰ وجود عطا فرماتا ہے جو اس کے جسم و جان کی حفاظت کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی

یہ صفت اس کے خالق ہونے کی دلیل ہے۔اس کے علاوہ کسی میں یہ صلاحیت نہیں کہ وہ کسی مخلوق کی حفاظت کا بندوبست کرے۔اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔نادان ہیں وہ لوگ جو بیماری میں پیروں' فقیروں اور مزارات کے چکر لگانے لگتے ہیں۔ان سے صحت و تندرستی کی بھیک مانگتے ہیں۔جس نے جسم و جان پیدا کیا ہے' حفاظت کرنے والا بھی وہی ہے' صحت وتندرستی دینے والا بھی وہی ہے۔وہ اپنی ہر مخلوق کو جسم و جان عطا فرماتا ہے اور پھر ان کو ہر قسم کے موسموں کے مطابق گزران کی صلاحیت بھی عطا فرماتا ہے۔درندوں چرندوں اور جانی دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے لئے ان کو طاقت اور شعور عطا فرماتا ہے۔

الواجد اپنی ہر مخلوق کی ضروریات سے آگاہ ہے۔ہر مخلوق کی روزی کا بندوبست کرنا اس نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔کئی مخلوقات ایسی ہیں جن کا کام کسی دوسری مخلوق کے لئے رزق بننا ہے۔یوں وہ خود چل کر اس مخلوق تک پہنچ جاتی ہیں جن کا انہیں رزق بننا ہوتا ہے۔یہ تمام بندوبست کرنے والی صرف ذات الواجد ہے۔الواجد نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اسے مخاطب ہوا۔اس کی رہنمائی کے لئے انبیاء اور کتب نازل فرماتا ہے۔کتنی بدقسمتی ہوگی اگر انسان الواجد کی حکم عدولی کرے' کیونکہ وہ ہر چیز کو پالینے والا ہے۔

66. الْمَاجِد (بڑے شرف والا' معزز)

اللہ تعالیٰ کی صفت الماجد اس کی صفت المجید کے ہم معنی ہے لیکن اس میں مبالغہ کے معنی زیادہ ہیں۔یعنی بہت بڑے شرف والا۔(الزجاج)

اللہ تعالیٰ بڑے شرف والا ہے۔اس کے شرف کا اندازہ کرنا ناممکن ہے۔کائنات کی ہر چیز اس کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے۔حالانکہ وہ ان کی حمد و ثناء کا محتاج نہیں۔وہ کائنات کی ہر مخلوق کی ضروریات پوری تو کرتا ہے لیکن اسے کسی سے کوئی حاجت نہیں۔وہ ہر دور میں عزوشرف کا مالک اور معزز ہے۔ہر مخلوق اس کی حمد و ثناء بیان کرتی ہے اس کے باوجود کوئی مخلوق اس کے احسانات کا

بدلہ نہیں چکا سکتی۔ ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کے احسانات پر ہر وقت اس کی حمد و ثناء بیان کرنی چاہئے۔

ماجد کے ایک معنی ہیں 'سخی'۔ اللہ تعالیٰ تمام کائنات کی ہر مخلوق کی روزی کا بندوبست کرتا ہے اور بغیر مانگے عطا کرتا ہے اور پھر اس پر کوئی احسان نہیں جتلاتا۔ بعض مخلوقات ایسی ہیں جن میں چلنے پھرنے کی بھی سکت نہیں۔ ان کے لئے اسی مقام پر رزق کا بندوبست کر دیا جاتا ہے۔ بعض مخلوقات ایسی ہیں جو خود چل کر کسی کی خوراک کا بندوبست بن جاتی ہیں۔ یہ تمام اس کا نظام قدرت ہے۔ جس میں اس کا نہ تو کوئی مددگار ہے اور نہ اسے کسی کی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ ہر چیز کو تصرف میں لانے والا ہے۔ اس کے شرف کا کمال یہ ہے کہ کائنات میں ہر کام اس کے صرف ایک لفظ کن کہنے سے ہو جاتا ہے۔ اسے کسی طریقہ کار کی ضرورت نہیں ہوتی۔

اس کی سخاوت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اپنے بدترین دشمنوں کو بھی اسی طرح نوازتا ہے جس طرح اپنے نیک اور عبادت گزار بندوں کو نوازتا ہے۔ نیک بندوں کو اجر و ثواب پہنچانے اور آخرت میں ان کے درجات بلند کرنے کے لئے ان پر دنیاوی زندگی آسائش، وزیبائش اور راحت و آرام سے خالی رکھتا ہے لیکن بدکردار لوگوں کے لئے دنیا میں عیش و آرام کے وسیع انتظامات کرتا ہے۔

انسان الماجد کی حمد و ثناء بیان کر کے اس کے عز و شرف میں تو اضافہ نہیں کرتا' البتہ آخرت میں خود اپنے لئے اجر و ثواب کا حقدار ضرور بن جاتا ہے نیز دنیا میں بھی دلی اطمینان اور خوشحالی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

سوتے وقت کی دعا:

((سُبْحَانَ الَّذِیْ لَبِسَ المُجد وَ تَکَرم بِه ' سُبْحَانَ ذی المُجدِ والکرمِ))

''پاک ہے وہ ذات جس نے شرف کی چادر اوڑھ رکھی ہے اور اس کے ساتھ وہ معزز

ہوا' پاک ہے وہ شرف اور کرم والی ذات۔'' (جامع الترمذی/3419)

67. الواحد (ایک' اکیلا' مفرد و یکتا)

اللہ تعالیٰ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے' بغیر اجزاء اور شرکاء کے' جبکہ دوسروں کے شریک بھی ہیں اور ان کے اجزاء بھی ہیں۔ (الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴾ [الرعد: ١٦]

''کہہ دیجئے کہ صرف اللہ ہی تمام چیزوں کا خالق ہے' وہ اکیلا اور زبردست غالب ہے۔'' (الرعد:16)

وہ ذات پاک اپنی تمام صفات میں واحد ہے' عملاً و قولاً۔ اس لفظ کی کوئی تثنیہ یا جمع نہیں۔ یہ لفظ اسی طرح استعمال ہوتا ہے۔ وہ اپنی صفات اور وحدانیت میں اور اپنے ساتھ کسی اور کی عبادت کے معاملے میں کمال مطلق ہے۔ اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس جیسا کوئی چہرہ نہیں' وہ اپنی ذات میں صمد ہے۔ وہ کائنات کا مدبر اعلیٰ ہے۔ جو شخص اس کے ساتھ کسی اور کو عبادت میں' شریعت سازی میں' یا حکم بنانے میں شریک کرے' وہ مشرک ہے۔ اس کا ایمان متزلزل اور غیر معتبر ہے۔ اس کی صفات میں نہ کوئی شریک ہے اور نہ کوئی برابری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ تمام مخلوق اس کی حمد و ثنا بیان کرتی ہے اور سوائے جن و انس کے کوئی اس کی حکم عدولی نہیں کرتا۔ اس کی کوئی اولاد نہیں' اس لئے کہ اولاد وارث ہوتی ہے لیکن اس ذات باری تعالیٰ کو تو زوال ہی نہیں' اس لئے وارثوں کی بھی ضرورت نہیں۔

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَندَادًا ﴾ [البقرة: ٢٢]

''پس تم دانستہ طور پر کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہراؤ۔'' (البقرہ:22)

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ انداد سے مراد شرک ہے جو رات کے اندھیرے میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کے چلنے سے بھی زیادہ مخفی ہے۔

احادیث میں سورہ اخلاص کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے اقرار کی معراج ہے۔ اس سورہ کو تین مرتبہ پڑھنے سے پورے قرآن پاک پڑھنے کے برابر اجر و ثواب کی بشارت دی گئی ہے۔ (مسند احمد)

68. الصَّمَدُ (بے نیاز' جو کسی کا محتاج نہ ہو)

ہم تمام حاجتوں میں اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور وہ تمام حاجات سے بے نیاز ہے۔ اس لئے ہم اپنی حاجات کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ هُوَ ٱللَّهُ أَحَدٌ ۝ ٱللَّهُ ٱلصَّمَدُ﴾ [الإخلاص : ۱, ۲]

کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ (الاخلاص:2,1)

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ وہ تمام دنیاوی ضروریات سے بالاتر ہے۔ وہ کسی کا محتاج نہیں۔ تمام مخلوق اس کی محتاج ہے۔ تمام لوگ اس سے اپنی ضروریات کا سوال کرتے ہیں' اپنی احتیاجات کے لئے اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور وہ اکیلا نہ صرف ان کی ضروریات پوری کرتا ہے بلکہ اتنا مہربان ہے کہ وہ اپنے وسیع تر علم کی بنا پر ان کو وہ اشیاء عطا فرماتا ہے جو ان کے لئے فائدہ مند ہوں' نقصان دہ نہ ہوں۔ وہ گنہگاروں کی بھی سنتا ہے اور اپنے عبادت گزار بندوں کی بھی سنتا ہے۔ اگرچہ اس نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا لیکن وہ ان کی عبادات سے بے نیاز ہے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ حدیث کا مفہوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: اے معاذ ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا: اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ صرف اسی کی عبادت (بندگی) کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں' اور بندوں کا اللہ تعالیٰ کے ذمہ یہ حق ہے کہ جو بندہ شرک کا مرتکب نہ ہو وہ اسے عذاب نہ دے۔'' (صحیحین)

اگرچہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے یہ حق اپنے اوپر از خود واجب کیا ہے' ورنہ کوئی اسے ایسا کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے: ((إنّي حَرّمْتُ الظُّلم عَلىٰ نَفسِي)) میں (اللہ تعالیٰ) نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔

گناہوں کی بخشش کی دعا:

((اللّٰهُمَّ إنّي أسألُکَ يَا اللّٰهُ بِأنَّکَ أنتَ الْوَاحِدُ الأحَدُ الصَّمَدُ الَّذي لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا احَدٌ أنْ تَغفِرَلِي ذُنُوبِي إنَّکَ أنتَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ))

''اے اللہ ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں' اے اکیلے اور یکتا اور بے نیاز اللہ جو نہ جنا گیا اور نہ اس نے کسی کو جنا نہ اس کا کوئی ہمسر ہے۔ اے اللہ ! تو میرے گناہ بخش دے' تو بخشنے والا مہربان ہے۔'' (ابوداود)

69. اَلْقَادِرُ (قدرت رکھنے والا)

قادر وہ ذات ہے جس کا حکم بغیر کسی واسطے کے نافذ ہو اور اس کے نفاذ میں وہ عاجز و بے بس نہ ہو۔ (الزجاج)

جو چاہے' کرے اور جو نہ چاہے' نہ کرے۔ اس پر کسی کا زور نہیں' وہ ذات باری تعالیٰ کسی کام

کو کرنے پر مجبور نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ أَن يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّن فَوْقِكُمْ أَوْ مِن تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُم بَأْسَ بَعْضٍ ۗ انظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ﴾

[الأنعام : ٦٥]

آپ کہہ دیجئے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی (کا مزا) چکھا دے۔ آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں' شاید وہ سمجھ جائیں۔ (الانعام:65)

اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں پر جس طرح چاہے عذاب نازل کر سکتا ہے۔ اس کی پکڑ اتنی اچانک اور غیر متوقع ہوتی ہے کہ کسی کو سنبھلنے کا موقع نہیں دیتا۔ اسے اسباب کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ دو گروہوں کو جب چاہے آپس میں لڑا کر تباہ و برباد کر دیتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کو پہچانا ہی نہیں۔ اگر وہ اس کی طاقت کا تھوڑا سا بھی اندازہ اور مشاہدہ کر لے تو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی جگہ جگہ مثالیں بیان فرمائی ہیں اور لوگوں کو چیلنج کیا ہے لیکن انسان ان پر غور کرنے کی بجائے معمولی معمولی باتوں میں اس سے روگردانی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مردہ زمین سے پھل' پھول اور پودے نکالنے پر قادر ہے۔ وہ بغیر اسباب کے اپنے بندوں کو رزق فراہم کرنے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کے بغیر انسان ایک پل بھی زندہ نہ رہے۔

نیک زندگی اور موت کے لئے دعا:

((اللّٰهُمَّ بِعِلْمِكَ الْغَيْبَ وَ قُدْرَتِكَ عَلَى الْخَلْقِ أَحْيِنِي مَا عَلِمْتَ الْحَيَاةَ خَيْرًا لِي' وَ تَوَفَّنِي إِذَا عَلِمْتَ الْوَفَاةَ خَيْرًا لِي))

''اے اللہ! میں تیرے غیب کا علم رکھنے اور خلق پر قدرت رکھنے کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک حیات میرے لئے تو بہتر سمجھے' اور مجھے موت دے دے' جب تو میرے لئے موت کو بہتر سمجھے۔'' (نسائی' احمد)

70. المُقْتَدِر (مکمل قدرت رکھنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ جس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

قدر یعنی تقدیر سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے پہلے سے موجود علم اور حکمت کے مطابق ساری کائنات کا ان کے وجود میں آنے سے پہلے اندازہ اور فیصلہ کرنا ہے۔

تقدیر کے سلسلے میں چار چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

1. یہ کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر چیز سے اجمالاً اور تفصیلاً واقف ہے۔ خواہ اس کا تعلق اس کے اپنے افعال سے ہو یا بندوں کے افعال سے۔

2. یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزیں لوح محفوظ میں لکھ رکھی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((كَتَبَ اللّٰهُ مَقَادِيرَ الْخَلَائِقِ قَبْلَ أَنْ يَخْلُقَ السَّمٰوَاتِ وَ الْاَرْضَ بِخَمْسِينَ الْفَ سَنَةٍ))

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال قبل ہی لکھ دی تھیں۔'' (صحیح مسلم)

3. یہ کہ تمام کائنات صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہی وقوع پذیر ہے' خواہ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے اپنے افعال سے ہو یا مخلوق کے افعال و اعمال سے۔

4. یہ کہ تمام کائنات بشمول ان کی ذات' صفات اور حرکات سب اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہے۔ اور ان چاروں نقاط کے دلائل قرآن وحدیث میں موجود ہیں۔

ہمارا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کے بارے میں پہلے سے مکمل علم ہے اور اس نے وہ سب کچھ اپنے ہاں ''لوح محفوظ'' میں لکھ رکھا ہے۔ وہی اپنے بندوں کا اور ان کے افعال کا خالق و مالک ہے۔ اس لئے جب تک تقدیر کا زبان سے اقرار اور دل سے تسلیم نہ کیا جائے' تقدیر پر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں قدرت اور طاقت نظر آتی ہے' وہ جس کام کا ارادہ فرمالے' وہ ہو جاتا ہے اور جس کام کو نہ کرنا چاہے' اسے کوئی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اسے کوئی کسی کام کو سرانجام دینے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے۔ وہ اپنے تمام کام حکمت کے تحت سرانجام دینے میں مکمل قدرت رکھتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كُلِّهَا فَأَخَذْنَاهُمْ أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ٤٢]

انہوں نے ہماری نشانیاں جھٹلائیں' پس ہم نے انہیں بڑے غالب قوی پکڑنے والے کی طرح پکڑ لیا۔ (القمر:42)

مزید فرمایا:

﴿ فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِندَ مَلِيكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾ [القمر : ٥٥]

راستی اور عزت کی بیٹھک میں قدرت والے بادشاہ کے پاس۔ (القمر:55)

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ جب پکڑنے پر آجاتا ہے تو کوئی لمحہ بھر کے لئے بھی اس کی گرفت سے آگے پیچھے نہیں ہوسکتا' اس کی گرفت بڑی سخت ہے۔ وہ قدرت والا بادشاہ ہے۔ وہ ہر طرح کی قدرت سے بہرہ ور ہے جو چاہے کرسکتا ہے' کوئی اسے عاجز نہیں کرسکتا۔

تمام کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے چونکہ انسان بھی اسی کائنات کا ایک حصہ ہے لہٰذا وہ بھی اللہ تعالیٰ کا غلام اور اس کی ملکیت قرار پایا۔ کسی مملوک کو مالک کے دائرہ ملکیت میں اس کی مرضی اور اجازت کے بغیر کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ لہٰذا انسان بھی اس کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتا۔ انسان جو کچھ اس کی مرضی کے خلاف کرے گا وہ گناہ کا کام ہوگا لیکن انسان اپنے اعمال میں مجبورِ محض نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے آزادی دی گئی ہے۔ وہ اپنی مرضی اور اختیار سے اچھا یا برا جو کرنا چاہے کرسکتا ہے جس کے لئے وہ اس کے حضور جواب دہ ہے۔

دعائے استخارہ:

دعائے استخارہ سنت ہے۔ اس لئے ہر مشکل مرحلے پر یہ دعا کیجئے۔

((اللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْتَخِيرُکَ بِعِلْمِکَ ' وَ أَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ ' وَ أَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِيمِ فَإِنَّکَ تَقْدِرُ وَلاَ أَقْدِرُ ' وَ تَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ ' وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ' اللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ (و يُسمِّي حَاجَتَهُ) خَيْرٌ لِي فِي دِينِي وَ مَعَاشِي وَعَاقِبَةِ أَمْرِي فَاقْدُرْهُ لِي وَ يَسِّره لِي ثُمَّ بَارِكْ لِي فِيهِ ' وَ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذا الامْرَ شَرٌّ لِي فِي دِينِي وَ مَعَاشِي وَ عَاقِبَةِ أَمْرِي فَاصْرِفْهُ عَنِّي وَاصْرِفْنِي عَنْهُ وَ اقْدُرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِي بِهِ))

اے اللہ! میں تجھ سے تیرے علم کے ساتھ خیر کا سوال کرتا ہوں اور تیری قدرت کے ساتھ طاقت کا سوال کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بڑے فضل کا سوال کرتا ہوں کیونکہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا اور تو جانتا ہے اور میں نہیں جانتا اور تو غیبوں کو جاننے والا ہے۔ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام (اپنے کام کا نام لیں) میرے لئے میرے دین' میری معاش اور میرے کام کے انجام میں (یا کہا کہ میرے جلدی اور دیر والے کام میں) بہتر ہے تو اسے میری قسمت میں کردے اور اسے میرے لئے آسان

کر دے پھر میرے لئے اس میں برکت عطا فرما اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ کام میرے لئے میرے دین میری معاش اور میرے کام کے انجام (یا کہیں کہ میرے جلدی یا دیر والے کام) میں بُرا ہے تو اسے مجھ سے ہٹا دے اور مجھے اس سے ہٹا دے اور میری قسمت میں بھلائی کر جہاں بھی ہو' پھر مجھے اس پر راضی کر دے۔'' (صحیح البخاری)

71. اَلْمُقَدِّمُ (آگے کرنے والا)

اللہ تعالیٰ شان و شرف میں' علم و عمل میں' دولت و عزت میں اپنے خاص بندوں کو قریب کرنے والا اور دشمنوں کو دور کرنے والا ہے۔

یہ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے ہمیشہ کے لئے آگے کر دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے' ہمیشہ کے لئے پیچھے کر دیتا ہے۔ ان سب کاموں میں اس کی حکمت کارفرما ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْآخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ ۖ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحدید : ۳]

''وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔'' (الحدید:3)

جب چاہتا ہے اپنے دین کے خدمت گاروں کو سلطنت عطا کرتا ہے' دنیا میں ان کی دھاک بیٹھ جاتی ہے لیکن جب وہ اس کے دین کی نصرت ختم کر دیتے ہیں تو ان کو پیچھے کر دیتا ہے اور دوسری قوم کو آگے کر دیتا ہے' تا کہ وہ نصیحت پکڑیں۔ وہ ذات باری تعالیٰ اپنے بندوں کو عزو شرف میں' علم میں' عمل میں' ہنر میں دوسروں کے مقابلے میں سبقت دلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفات لامحدود ہیں' جن میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ کائنات کی تمام مخلوق مل کر بھی اس کی صفات کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ وہ ذات باری تعالیٰ اپنے بندوں کی آگے بڑھ کر مدد کرتا ہے۔ ان

کی حاجات پوری کرتا ہے اور ان کی تشفی کرتا ہے۔نیکی کے کاموں میں ان کی مدد کرتا ہے اور بدی کے کام ان سے دور کرتا ہے۔مقدم کے ایک معنیٰ 'بہادر' کے ہیں۔یعنی وہ اپنے بندوں کی مدد میں بہت بہادر ہے۔اس کے لئے اسے کسی کی مدد درکار نہیں ہوتی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک لمبی حدیث میں یہ دعا ہے:

((اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ اَنْتَ الْآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ، وَاَنْتَ الظَّاھِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ، وَ اَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَکَ شَیْءٌ))

''اے اللہ! تو سب سے پہلے ہے اور تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور تو سب سے آخر تک رہے گا' تیرے بعد کوئی چیز نہیں رہے گی (یعنی تو اول و آخر ہے) تو سب پر ظاہر (جاننے والا) ہے تجھ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں اور تو سب سے باطن (پوشیدہ) ہے' تجھ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔'' (مسلم)

72. اَلْمُؤَخِّرُ (پیچھے کرنے والا)

اللہ تعالیٰ شان و شرف اور علم و عمل میں اپنے خاص بندوں کے دشمنوں کو پیچھے کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا اور اس کی ہدایت کے لئے انبیاء و رسل مبعوث کئے۔جو لوگ دین پر عمل کرتے ہوئے تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں' انہیں تو اللہ تعالیٰ عز و شرف سے نوازتا ہے لیکن جو سرکشی کی راہ اختیار کرتا ہے' اسے دنیا اور آخرت میں پیچھے اور ذلیل و خوار کرتا ہے۔المؤخر اپنے دین کے دشمنوں کو ذلیل و خوار کرتا ہے اور دین کی خدمت کرنے والوں کو مقدم کرتا ہے۔وہ اپنی حکمت سے جسے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے' پیچھے کرتا ہے' علم میں' عمل میں' حکمت میں' عز و شرف میں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخری تشہد میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے:

((اللّٰهُمَّ اغْفِرْلِي مَا قَدَّمْتُ ، وَمَا أَخَّرْتُ، وَمَا أَسْرَرْتُ ، وَمَا أَعْلَنْتُ، وَمَا أَسْرَفْتُ ، وَمَا أَنْتَ أَعْلَمُ بِهِ مِنِّي أَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَ أَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ))

''اے اللہ! جو ہم سے پہلے گناہ سرزد ہو چکے ہیں، انہیں بخش دے اور جو بعد میں ہوں گے، جو پوشیدہ ہیں اور جو ظاہر ہیں، جو دانستہ یا نادانستہ ہوئے ہیں تو اول و آخر ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' (بخاری و مسلم)

73. الْاَوَّلُ (سب سے پہلے)

اللہ تعالیٰ کی ایک بہت بڑی صفت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے وجود میں آنے سے قبل موجود تھا اور ہر چیز کے معدوم ہو جانے کے بعد بھی موجود رہے گا۔ جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس کے اول و آخر کا کسی کو اندازہ نہیں۔

وہ سب موجودات سے پہلے تھا اور سب موجودات کے فنا ہو جانے کے بعد بھی باقی رہے گا۔ دنیا میں جو کچھ بھی ظہور ہے اسی کی صفات اور اسی کے افعال اور اسی کے نور کا ظہور ہے۔ اس کی ابتداء انسانی عقل اور فکر و خیال سے ماوراء ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ ٱلْأَوَّلُ وَٱلْآخِرُ وَٱلظَّٰهِرُ وَٱلْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحديد : ٣]

''وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے، وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔'' (الحدید:3)

اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے مراد یہ ہے کہ وہ سب سے پہلے تھا، اس سے پہلے کچھ نہ تھا، اور وہی آخر ہے، اس کے بعد کوئی چیز نہیں ہوگی، وہ تمام کائنات کا مبدی اور خالق و مالک ہے۔ یہ

ایک ایسی صفت ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں' اور سب ہی اس کی اس صفت کو تسلیم کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں دعا فرمایا کرتے تھے:

((اللّٰهُمَّ أنتَ الأوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَ أنتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ))

اے اللہ! تو سب سے پہلے ہے' تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو سب سے آخر میں ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں۔ (ترمذی' ابن ماجہ)

دنیا میں جب کوئی برائی جڑ پکڑ لیتی ہے تو گمراہی کے گہرے بادل چھا جاتے ہیں۔ ظلم وستم کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی رشد وہدایت اور رہنمائی کے لئے اپنے بندوں کو بھیجتا ہے۔ وہ پہلے روز سے جانتا ہے کہ برائی کیسے پیدا ہوئی اور اس کا علاج کیا ہے؟ وہ اس کے مطابق اپنے بندوں کی رشد وہدایت کا طریقہ کار اختیار کرتا ہے۔

وہ ذات باری تعالیٰ اول ہے' اس کے اول ہونے میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اس طرح اس کے کاموں میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں۔ وہ اکیلا ہے' اس کی کوئی اولاد نہیں اگر اس کی کوئی اولاد ہوتی تو اس کی ابتداء معلوم ہو جاتی۔ جب وہ وسیع کائنات کو پہلی بار پیدا کرنے والا اکیلا رب اور فرمانروا ہے تو اس کے شریک کہاں سے آ گئے؟

شر سے پناہ مانگنے کی دعا:

((اللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوَاتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيم رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالإنجِيلِ وَ الْفُرْقَانِ خَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوىٰ نَعُوذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أنتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ أنتَ الأوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْءٌ وَ أنتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ شَيْءٌ ' وَأنتَ الظَّاهِرُ فَلَيْس

فَوْقَکَ شَیْءٌ ، وَ أَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُونَکَ شَیْءٌ اقضِ عَنَّا الدَّیْنَ وَ أَغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ))

اے اللہ ! اے سات آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب' اے ہمارے اور ہر چیز کے پالنے والے' اے توراۃ وانجیل اور قرآن مجید کو نازل کرنے والے' اے غلہ اور انگوریاں پیدا کرنے والے ہم ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے ۔ تو اوّل ہے' تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو آخر ہے' تیرے بعد کچھ نہیں اور تو ظاہر ہے' تیرے اوپر کچھ نہیں اور تو باطن ہے تجھ سے بڑھ کر مخفی کوئی نہیں' تو ہم سے قرضہ دور کر دے اور ہمیں فقر سے بچا کر غنی کر دے ۔ (صحیح مسلم)

74. اَلْآخِرُ (سب کے بعد)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سب کو موت دے دینے کے بعد بھی زندہ اور موجود رہے گا ۔

اللہ تعالیٰ اول و آخر ہے ۔ اس نے تمام مخلوقات پیدا کی اور وقت مقررہ پر ان پر موت بھی طاری کرتا رہتا ہے ۔ یوں سب کچھ فنا ہوتا رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ سب کچھ فنا ہو جانے کے بعد بھی زندہ موجود رہے گا ۔ آخر سے مراد یہ ہے کہ اس کے بعد کوئی چیز زندہ نہیں رہے گی ۔

اللہ تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ خالق کائنات ہے ۔ تمام مخلوقات کو پیدا کرنے میں اس کا کوئی شریک نہیں ۔ جب انسان کچھ بھی نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کرنے کے اسباب بنائے ۔ انسان اپنی پیدائش پر غور کرے تو اسے حیران کن احساس ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے کس حکمت کے ساتھ اسے ماں کے پیٹ میں رکھا اور اس کی شکل وصورت بنائی ۔ پھر ایک مقررہ مدت کے بعد پیدائش کے مراحل طے کرنے کے بعد وہ نہایت ناتواں اس دنیا میں آیا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی جسمانی اور روحانی روزی کا بندوبست کیا اور اسے عقل وشعور سے نوازا ۔

کائنات کی بہت سی چیزیں اس کے لئے مسخر کر دیں تا کہ وہ ایک آسان زندگی گزار سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے ذمہ کام یہ لگایا کہ وہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرے گا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائے گا۔ انسان اس وقت کس قدر ناشکری کی بات کرتا ہے جب وہ مصیبت اور پریشانی کی حالت میں ایک اللہ کے سوا کسی دوسرے کے در پر سوال لئے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اللہ رب العزت تو ہر چیز پر فنا طاری کرنے والا ہے' بھلا دنیا کی ناتواں مخلوق اس کی کیا مدد کرے گی۔ قیامت کے روز ہر چیز فنا ہو جائے گی حتیٰ کہ موت کو بھی موت آ جائے گی لیکن وہ سب کچھ فنا ہو جانے کے بعد بھی زندہ رہے گا۔

قرآن کریم میں اہل جنت اور اہل دوزخ کے لئے خلود اور ابدی زندگی کا ذکر ہے۔ اس کا جواب بھی خود قرآن پاک نے ہی دیا ہے کہ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ﴾ (القصص:88) یعنی (اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے)۔ دوسرے الفاظ میں ذاتی بقا کسی مخلوق کے لئے نہیں ہے۔ اگر کوئی چیز باقی ہے یا باقی رہے تو وہ اللہ کے باقی رہنے ہی سے باقی ہے اور اللہ تعالیٰ کے باقی رکھنے ہی سے باقی رہ سکتی ہے۔ ورنہ بذات خود اس کے سوا سب کچھ فانی ہے۔ جنت اور دوزخ میں کسی کو خلود اس لئے نہیں ملے گا کہ وہ بجائے خود غیر فانی ہے' بلکہ اس لئے ملے گا کہ اللہ اس کو حیات ابدی عطا فرمائے گا۔ یہی معاملہ فرشتوں کا بھی ہے کہ وہ بذات خود غیر فانی نہیں ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ نے چاہا تو وہ وجود میں آئے اور جب تک وہ چاہے' اس وقت تک وہ موجود رہ سکتے ہیں۔

سورہ حشر کی آخری آیات سے دعا کیجئے:

﴿ هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ۖ عَٰلِمُ ٱلْغَيْبِ وَٱلشَّهَٰدَةِ ۖ هُوَ ٱلرَّحْمَٰنُ ٱلرَّحِيمُ ﴿٢٢﴾ هُوَ ٱللَّهُ ٱلَّذِى لَآ إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ٱلْمَلِكُ ٱلْقُدُّوسُ ٱلسَّلَٰمُ ٱلْمُؤْمِنُ ٱلْمُهَيْمِنُ ٱلْعَزِيزُ ٱلْجَبَّارُ ٱلْمُتَكَبِّرُ ۚ سُبْحَٰنَ ٱللَّهِ عَمَّا

يُشْرِكُونَ ﴿٢٣﴾ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [الحشر : ٢٢-٢٤]

وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' چھپے کھلے کا جاننے والا مہربان اور رحم کرنے والا۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں' بادشاہ' نہایت پاک' سب عیبوں سے صاف' امن دینے والا' نگہبان' غالب زورآور' اور بڑائی والا' پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا بنانے والا' صورت کھینچنے والا' اسی کے لئے (نہایت) اچھے نام ہیں' ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے' اور وہی غالب حکمت والا ہے۔ (الحشر:22-24)

75. الظَّاهِرُ (غالب' سب پر ظاہر)

اس ذات باری تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ سب پر غالب اور بلند و بالا ہے۔ وہ اپنی صفات کی بنا پر سب پر ظاہر (غالب) ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا کوئی ادراک نہیں کرسکتا۔ وہ صرف اپنی قدرت کی نشانیوں سے پہچانا جاتا ہے لیکن وہ ہر غیب اور پوشیدہ کو جاننے والا ہے۔ تمام مخلوقات اس کے سامنے مغلوب ہیں۔ وہ خود ایسا غالب اور پوشیدہ ہے جس کو کوئی آنکھ اس دنیا میں نہیں دیکھ سکتی' البتہ جنت میں جنتی لوگ اس کا دیدار کریں گے۔ قرآن پاک میں ہے:

﴿هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [الحديد : ٣]

وہی پہلے ہے اور وہی پیچھے' وہی ظاہر ہے اور وہی مخفی اور وہ ہر چیز کو بخوبی جاننے والا ہے۔ (الحدید:3)

اللہ تعالیٰ کے ظاہر ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے' اس پر کوئی غالب نہیں۔

وہی باطن ہے' یعنی اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ باطن کی ساری باتوں کو صرف وہی جانتا ہے جو لوگوں کی نظروں اور عقلوں سے مخفی ہے۔ ظاہر کی تفسیر بلند اور غالب کی ہے۔ ایک ماثور دعا جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور حافظ ابو یعلیٰ موصلی نے اپنی مسند میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أنت الأول فليس قبلک شيء و أنت الآخر فليس بعدک شيء و أنت الظاهر فليس فوقک شيء و أنت الباطن فليس دونک شيء))

''تو ہی پہلا ہے' کوئی تجھ سے پہلے نہیں۔ تو ہی آخر ہے' کوئی تیرے بعد نہیں۔ تو ہی ظاہر ہے کوئی تجھ سے اوپر نہیں۔ تو ہی باطن ہے' کوئی تجھ سے مخفی تر نہیں۔''

ادائیگی قرض کے لئے مسنون دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ دعا پڑھنے کی تاکید فرمائی تھی۔

((اَللّٰهُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰاتِ السَّبْعِ وَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ رَبَّنَا وَ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ مُنْزِلَ التَّوْرَاةِ وَالإنْجِيلِ وَ الْفُرْقَانِ خَالِقَ الْحَبِّ وَ النَّوىٰ نَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ كُلِّ شَيْءٍ أنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ أنْتَ الاوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَکَ شَيْءٌ وَ أنْتَ الآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَکَ شَيْءٌ ' وَأنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَکَ شَيْءٌ ' وَ أنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُوْنَکَ شَيْءٌ اقْضِ عَنَّا الدَّينَ وَ أغْنِنَا مِنَ الْفَقْرِ))

''اے اللہ! اے سات آسمانوں کے رب اور عرش عظیم کے رب' اے ہمارے اور ہر چیز کے پالنے والے' اے توراۃ وانجیل اور قرآن مجید کو نازل کرنے والے' اے غلہ اور

انگوریاں پیدا کرنے والے ہم ہر اس چیز کے شر سے تیری پناہ چاہتے ہیں جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تو اوّل ہے' تجھ سے پہلے کچھ نہ تھا اور تو آخر ہے' تیرے بعد کچھ نہیں اور تو ظاہر ہے' تیرے اوپر کچھ نہیں اور تو باطن ہے تجھ سے بڑھ کر مخفی کوئی نہیں' تو ہم سے قرضہ دور کر دے اور ہمیں فقر سے بچا کر غنی کر دے۔'' (صحیح مسلم)

76. اَلْبَاطِنُ (سب سے پوشیدہ)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی صفات میں سے ہے کہ اسے کوئی آنکھ دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی' اس لئے وہ سب سے پوشیدہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عرش عظیم پر استویٰ ہے لیکن اپنی حکمت اور قدرت کے ساتھ ہر جگہ موجود ہے' حتیٰ کہ شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ وہ اپنے بندوں کی دعا سنتا ہے اور ان کی پکار کا اسی وقت جواب دیتا ہے لیکن وہ ہر کسی سے پوشیدہ ہے۔ کوئی آنکھ اس کے جلوے کو دیکھنے کی تاب نہیں رکھتی۔ انہی معنی میں وہ پوشیدہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنَا ٱلْإِنسَـٰنَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهِۦ نَفْسُهُۥ ۖ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ ٱلْوَرِيدِ﴾
[ق: ١٦]

''ہم نے انسان کو پیدا کیا ہے اور اس کے دل میں جو خیالات اٹھتے ہیں' ان سے ہم واقف ہیں اور ہم اس کی رگ جان سے بھی زیادہ اس سے قریب ہیں۔'' (ق:16)

وہ اس لحاظ سے ظاہر و باطن ہے کہ اس کی کاریگری کے آثار کھلے ہوئے ہیں لیکن وہ ہماری نظروں سے پوشیدہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَکَ شَيْءٌ))

''(اے اللہ) تو باطن ہے تیرے سوا کوئی چیز نہیں۔'' (مسلم)

اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کیجئے:

((اللّٰھُمَّ أنتَ الأوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَکَ شَیْءٌ وَ أنتَ الآخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَکَ شَیْءٌ ، وَأنتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَکَ شَیْءٌ ، وَ أنتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُونَکَ شَیْءٌ))

''اے اللہ! تو اول ہے اور تجھ سے پہلے کوئی چیز نہیں اور تو سب سے آخر ہے تیرے بعد کوئی چیز نہیں تو ظاہر ہے تیرے اوپر کوئی چیز نہیں' تو ظاہر ہے' تجھ سے اوپر کوئی چیز نہیں اور تو باطن ہے کوئی شئے تجھ سے بڑھ کر مخفی نہیں۔'' (بخاری و مسلم)

77. الْوَالِي (حقیقی مالک)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ تمام کائنات اور جو کچھ اس میں ہے اس کا مالک اور اپنی مرضی سے ان کو تصرف میں لانے والا اور اس کی تدبیر کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز کا حقیقی خالق و مالک ہے۔ دنیا میں ہر چیز اس کے حکم سے تصرف میں لائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ایک نظام کے تحت پیدا کیا ہے جس میں ہر چیز اپنی مقررہ قوت اور طاقت و صلاحیت کے مطابق کام کرتی ہے لیکن حقیقی مالک اور والی وہی ذات باری تعالیٰ ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے' اس کو استعمال میں لاتا ہے' اصل قوت کا مالک وہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذمہ مختلف کام لگائے اور وہ ان کو اس کے حکم کے مطابق سرانجام دیتے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ان کا محتاج ہے۔ یہ تو محض اس کا نظام ہے۔

پانی میں انسان ڈوب جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہتا ہے تو مچھلی کے پیٹ میں' سمندر کے پانیوں میں یونس علیہ السلام کو زندہ سلامت رکھتا ہے۔ اسی طرح آگ کا کام جلانا ہے لیکن ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں سے صحیح سلامت نکالنے پر اللہ تعالیٰ کی ذات قادر ہے کیونکہ وہ ہر

چیز کا حقیقی مالک ہے' وہ جس مخلوق کو جس طرح کا حکم دیتا ہے' اس میں اسی طرح کی صفت اور خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کے مطابق کام کرتی ہے۔

رضائے الٰہی کے حصول کے لئے دعا:

((اللّٰهُمَّ ، وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضَىٰ))

''اے اللہ! ہمیں اس چیز کی توفیق دے جو تجھ کو پسند ہو اور جس سے تو راضی ہو جائے۔''

(کنز العمال/3767)

78. الْمُتَعَالِي (انتہائی بلند)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ساتوں آسمانوں اور عرش عظیم سے بھی بلند ہے۔ وہ اپنی شان کے لحاظ سے ان تمام چیزوں سے بلند ہے جو مخلوق سے منسوب ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ هُوَ ٱلَّذِى خَلَقَ لَكُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ ٱسْتَوَىٰٓ إِلَى ٱلسَّمَآءِ فَسَوَّىٰهُنَّ سَبْعَ سَمَٰوَٰتٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيمٌ ﴾ [البقرة : ۲۹]

''وہ اللہ جس نے تمہارے لئے زمین کی تمام چیزوں کو پیدا کیا پھر آسمان کی طرف قصد کیا (استویٰ ہوا) اور ان کو ٹھیک ٹھاک سات آسمان بنایا اور وہ ہر چیز کو جانتا ہے۔''

(البقرہ:29)

بعض سلف اُمت نے اس کا ترجمہ ''پھر آسمان کی طرف چڑھ گیا'' کیا ہے۔ (صحیح بخاری) لیکن سورہ الحدید کی آیت نمبر 4 میں ہے کہ ﴿وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ﴾ اور وہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو یعنی وہ اپنی قدرت اور علم کے لحاظ سے ہر جگہ ہوتا ہے لیکن خود عرش پر مستوی ہے' لیکن وہ کس طرح مستوی ہے اس کی کیفیت ہمیں معلوم نہیں۔ وہ حقیقتاً' ظاہراً اور باطناً ساتھ ہوتا ہے۔ اس کی صفات لامحدود ہیں' ہم اس کی صفات بیان کرتے ہیں لیکن وہ

ہمارے اس بیان کرنے یا نہ کرنے سے بلند تر ہے۔ یہ تو اس کی رحمت ہے کہ وہ ہمیں اپنی صفات بیان کرنے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور اس پر اجر وثواب سے نوازتا ہے۔

مغفرت کی دعا:

((إِنَّهُ لَا يَذِلُّ مَنْ وَالَيْتَ ، وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ ، تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ ، نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوبُ إِلَيْكَ)).

"(اے اللہ) بے شک تو جسے عزت دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا اور جسے تو ذلت دے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا، اے ہمارے رب! تو برکت والا انتہائی بلند ہے، ہم تجھ سے مغفرت کا سوال کرتے ہیں اور تیری ہی طرف رجوع کرتے ہیں۔" (ترمذی، ابوداود)

79. اَلْبَرُّ (محسن، نیکی و بھلائی کرنے والا)

اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوق سے بھلائی کرنے والا ہے۔ وہ ساری مخلوق کو رزق دینے میں بخل سے کام نہیں لیتا۔ وہ ذات باری تعالیٰ تمام مخلوق کے لئے محسن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا كُنَّا مِن قَبْلُ نَدْعُوهُ إِنَّهُ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِيمُ﴾ [الطور: ٢٨]

"ہم پچھلی زندگی میں اسی سے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ بیشک وہ محسن اور مہربان ہے۔" (الطور:28)

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے ساتھ ہمیشہ سے محسن اور مہربان ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اس کی مہربانی کے بغیر کوئی کامیابی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ البر ایسی صفت ہے جس میں تمام ظاہری اور باطنی نعمتیں شامل ہیں۔ کوئی مخلوق اس کے احسانات سے ورا نہیں۔ وہ اپنے اور اپنے دین کے دشمنوں کو اسی طرح بھلائیاں نصیب فرماتا ہے جس طرح اپنے نیک بندوں کو اپنی نعمتوں سے نوازتا ہے لیکن نیک بندوں کو سکون زیادہ میسر آتا ہے جب کہ ان کے دشمن تمام تر

نعمتوں کے باوجود کسی نہ کسی پریشانی اور اذیت میں مبتلا رہتے ہیں۔ انسان کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے بے نیاز نہیں ہوسکتا' وہ ہمیشہ اس سے رحمتوں اور برکتوں کا سوال کرتا رہتا ہے۔ اس کے احسان سے ہی انسان جنت میں جا سکے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ کا فضل اور مہربانی شامل حال نہ ہوگی' کوئی آدمی جنت میں نہیں جا سکے گا۔

نیکوکاروں کا ساتھ حاصل کرنے کی دعا:

((أَيُّهَا الْبَرُّ الرَّحِيمُ ' أَحْيِنَا مُسْلِمِينَ ' وَ تَوَفَّنَا مَعَ الأَبْرَارِ))

اے محسن ومہربان! ہمیں مسلمان بنا کر زندہ رکھ' اور نیکوکاروں کے ساتھ وفات دے۔

80. التَّوَّابُ (توبہ قبول کرنے والا)

ہمیشہ توبہ قبول کرنے والا۔ بار بار توبہ قبول کرنے والا۔ جس کے پاس ساری مخلوق توبہ کے لئے آتی ہے اور وہ ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ أَلَمْ يَعْلَمُوٓاْ أَنَّ ٱللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ ٱلتَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِۦ وَيَأْخُذُ ٱلصَّدَقَٰتِ وَأَنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ [التوبة: ١٠٤]

کیا ان کو خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے اور رحمت کرنے میں کامل ہے۔ (التوبہ:104)

جو بندہ اپنے گناہوں پر نادم اور شرمندہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ غفور ورحیم ہے۔ وہ پہلے اپنے بندوں کو توبہ کی توفیق عطا فرماتا ہے اور پھر ان کی توبہ قبول کرتا ہے۔ انسان توبۃ النصوح کرے تو وہ نہ صرف توبہ قبول کرتا ہے بلکہ اس کے گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر دینے پر قادر ہے۔ وہ توبہ کرنے پر اجر وثواب سے نوازتا ہے۔ قیامت کے روز توبہ سے قبل گناہوں کے بارے میں سوال بھی نہیں کرے گا۔ وہ بار بار توبہ قبول

کرنے والا ہے۔

انسان خطا کا پتلا ہے لیکن افضل انسان وہی ہے جو خطا کے بعد تواب کی طرف رجوع کرے کیونکہ وہ بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے۔ انسان کو توبۃ النصوح کرنی چاہیۓ' یعنی توبہ کر لینے کے بعد دوبارہ اس گناہ کا خیال تک نہ آئے۔ بے شک وہ تواب ہے لیکن جب اس کی پکڑ آ جائے گی تو پھر توبہ کا دروازہ بھی بند ہو جائے گا۔ توبہ کی توفیق اور مہلت بھی اس کے فضل سے ہی ملتی ہے۔ اس لئے سچے دل سے توبہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے فضل' مہربانی اور رحمت کی دعا بھی کرنی چاہیۓ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اس طرح کا ہونا چاہیۓ جس طرح اولیاء اللہ اور متقی لوگ کرتے ہیں۔ یہ نہ ہو کہ گناہ بھی کرتے رہیں اور زبان سے توبہ توبہ کا ورد بھی جاری رہے۔

مغفرت کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِن ذُرِّيَّتِنَآ أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ وَأَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَآ إِنَّكَ أَنتَ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴾ [البقرة : ١٢٨]

''اے ہمارے رب! ہمیں اپنا فرمانبردار بنا لے اور ہماری اولاد میں سے بھی ایک جماعت کو اپنا اطاعت گزار رکھ اور ہمیں اپنی عبادتیں سکھا اور ہماری توبہ قبول فرما' تو توبہ قبول فرمانے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہے۔'' (البقرہ:128)

81. الْمُنْتَقِمُ (انتقام لینے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ہر سرکش اور نافرمان کی کمر توڑ دینے والا ہے۔

''وہ ہر ایک کو قوت برداشت کے مطابق عذاب دیتا ہے۔'' (البیہقی)

اللہ تعالیٰ کا نظام نہایت انصاف پر مبنی ہے۔ وہ قادر مطلق ہے' اس نے دنیا میں چھوٹا بڑا' امیر غریب' عالم جاہل' حاکم محکوم غرض ہر قسم کی مخلوق پیدا کی لیکن اگر کوئی کسی پر زیادتی کرتا ہے تو

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ زیادتی کرنے والا اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک وہ اپنے کیے کا بدلہ نہیں چکالیتا' یا سزا برداشت نہیں کر لیتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے بھی حقوق ہیں جن کو پورا کرنا ضروری ہے اور اگر کوئی شخص ان حقوق کو ادا کرنے میں سستی سے کام لیتا ہے تو اسے یاد رکھنا چاہیے کہ وہ سزا دینے پر بھی اسی طرح قادر ہے جس طرح توبہ قبول کرنے پر قادر ہے۔ اللہ اپنی سلطنت میں غالب ہے' اسے کوئی مغلوب نہیں کر سکتا کوئی اسے انتقام سے روک نہیں سکتا' اس کا عذاب جس پر آ جائے کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ اس کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ سب کچھ اسی کا پیدا کیا ہوا ہے۔ حکم بھی اسی کا سب پر نافذ ہے عزت اور غلبہ اسی کے لئے ہے۔ وہ اپنے نافرمانوں سے زبردست انتقام لینے والا ہے۔ اس کے انتقام سے ہر وقت پناہ مانگنی چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی انہی صفات کی بدولت انسان سرکشی سے کنارہ کش رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے:

((إِنِّی حَرَّمْتُ الظُّلْمَ عَلٰی نَفْسِی))

''میں (اللہ تعالیٰ) نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کر رکھا ہے۔ یعنی میں کسی پر ظلم نہیں کرتا۔'' (مسلم)

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ بندوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ حق اپنے اوپر از خود واجب کیا ہے ورنہ کوئی ہستی یا شخصیت ایسی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو واجب کر سکے۔ اللہ تعالیٰ از روئے حکمت جس چیز کو چاہے اپنے اوپر واجب یا حرام کر لیتا ہے۔

غم اور مصیبت سے نجات کی دعا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ احد کے موقع پر حضرت ام سعد رضی اللہ عنہا سے جن کے خاندان کے بہت سے افراد شہید ہو گئے تھے' کہا کہ آپ کے تمام شہداء کو جنت میں اکٹھا کر دیا گیا ہے اور ان کی اپنے خاندان والوں کے بارے میں شفاعت قبول کر لی گئی ہے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ پس ماندگان کے لئے صبر کی دعا فرمائیں تو آپ نے یہ دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ أَذْهِبْ حُزْنَ قُلُوبِهِمْ وَ اجْبُرْ مُصِيبَتَهُمْ))

''الٰہی! ان کے دلوں کے غم دور کردے اور ان کی مصیبت ٹال دے۔''

82. اَلْعَفُوُّ (درگزر کرنے والا)

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ گناہوں اور برائیوں کو مٹانے والا ہے۔

العفو اپنے معنی کے لحاظ سے الغفور سے زیادہ مبالغے کا صیغہ ہے کیونکہ غفور میں ڈھانپنے کے معنی ہیں جب کہ العفو میں بالکل مٹانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ۞ ذَٰلِكَ وَمَنْ عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوقِبَ بِهِۦ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ لَيَنصُرَنَّهُ ٱللَّهُ إِنَّ ٱللَّهَ لَعَفُوٌّ غَفُورٌ ﴾ [الحج: ٦٠]

''بات یہی ہے اور جس نے بدلہ لیا اسی کے برابر جو اس کے ساتھ کیا گیا تھا پھر اگر اس سے زیادتی کی جائے تو یقیناً اللہ تعالیٰ خود اس کی مدد فرمائے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا بخشنے والا ہے۔'' (الحج:60)

اللہ تعالیٰ تو ((عَفَىٰ عَنْهُ ذَنْبَهُ وَ تَرَكَ الْعَقُوبَةَ عَلَيْهِ)) ہے۔ یعنی وہ گناہوں کے باوجود عذاب نہ کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بھی یہی ترغیب دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ درگزر کرنے والا ہے تم بھی آپس کے معاملات میں درگزر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز مسلمانوں کے گناہوں پر پردہ ڈال دے گا اور ان کو سب کے سامنے ذلیل وخوار نہیں کرے گا۔ عفو کے یہی معنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ پردہ پوشی کا حکم دیتا ہے۔ یہ ایک ایسی صفت ہے جس سے انسان دوستی، محبت اور اخوت کے رشتے قائم کرکے اپنے دشمنوں کو بھی زیر کرسکتا ہے۔ جب تک کسی گناہ کے کام میں فساد کا خطرہ نہ ہو، گنہگار کو علیحدگی میں سمجھانا چاہیے، تاکہ اس کی عزت نفس مجروح نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے نیک بندوں کے عیوب پر دنیا میں پردہ ڈالتا ہے۔ ان سے

صرف نظر کرتا ہے اور بار بار توبہ کا موقع فراہم کرتا ہے۔

مغفرت کی دعا:

((اللّٰھُمَّ إِنَّکَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي))

''اے اللہ! بے شک تو بہت معاف فرمانے والا ہے' معافی کو پسند فرماتا ہے' پس تو مجھے معاف فرما۔''(احمد 171/6)

((اللّٰھُمَّ عَافِنِي فِي بَدَنِي ' اللّٰھُمَّ عَافِنِي فِي سَمْعِي' اللّٰھُمَّ عَافِنِي فِي بَصَرِي' لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ' اللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُبِکَ مِنَ الْکُفْرِ ' وَالْفَقْرِ' وَ أَعُوذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ' لَا إِلٰہَ إِلَّا أَنْتَ))

''اے اللہ! مجھے میرے جسم میں عافیت دے۔ اے اللہ مجھے میرے کانوں میں عافیت دے۔ اے اللہ! مجھے میری آنکھوں میں عافیت دے' تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اے اللہ! میں کفر اور فقر سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عذاب قبر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ تیرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔''(ابوداود' احمد)

83. الرَّؤُفُ (شفقت کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے کہ وہ اپنے بندوں سے شفقت کرنے والا ہے۔ الرؤف' الرحیم سے زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ یعنی انتہائی مہربانی اور انتہائی رحم کرنے والا۔

اس کی یہ بڑی مہربانی ہے کہ طاقت سے زیادہ کسی پر بھی عبادت کا بوجھ نہیں ڈالتا بلکہ بیمار اور مسافروں سے نرمی کرتا ہے۔ (البیہقی)

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء الرحمٰن' الرحیم' البر' الکریم' الجواد' الرؤف' الوہاب وغیرہ میں ربوبیت والی صفات ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهُۥ وَاللّٰهُ رَءُوفٌۢ بِالْعِبَادِ ﴾ [آل عمران : ۳۰]

''اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے۔'' (آل عمران:30)

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَأَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُۥ وَأَنَّ اللّٰهَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [النور : ۱۹, ۲۰]

''اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے اور تم کچھ بھی نہیں جانتے۔ (یہ بات نہ ہوتی) اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ بڑی شفقت رکھنے والا مہربان ہے۔'' (النور:19۔20)

انسان پختہ ارادے کے ساتھ توبہ کرتا ہے لیکن پھر گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ کام اتنی تیزی کے ساتھ کرتا ہے کہ اسے احساس بھی نہیں ہوتا۔ بعض اوقات تو گناہ اس قدر بے خیالی میں اور بغیر سوچے سمجھے کرتا رہتا ہے کہ وہ پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھتا لیکن یہ اس الرؤف کی کریمی ہے کہ وہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈال کر ان کو احساس دلاتا ہے کہ وہ کس طرح برائی میں پھنس چکے ہیں' ساتھ ہی ان کے لئے شفقت ومحبت کے رشتے قائم کر دیتا ہے جس سے انسان کی تاریک دنیا روشن ومنور ہو جاتی ہے۔

دل کو عداوتوں سے پاک رکھنے کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ ءَامَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴾ [الحشر : ۱۰]

''اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے مسلمان بھائیوں کو جو ایمان پر گزرے اور اے اللہ ہمارے دل کو مومنوں کی طرف سے صاف رکھ۔ بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔''(الحشر:10)

84. مَالِكُ الْمُلْك (سلطنت و بادشاہت کا مالک)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت مالک الملک ہے۔ وہ جس کو چاہے دنیاوی سلطنت دے دے اور جس سے چاہے' چھین لے۔ وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔

وہ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ جس کو چاہتا ہے بادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اور جب چاہتا ہے' چھین لیتا ہے۔ وہ مالکِ مطلق ہے' کائنات کی ہر چیز اس کے تصرف میں ہے۔ وہ مالک الملک ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ قیامت کے روز سب کی بادشاہی ختم ہو جائے گی لیکن وہ اس روز اکیلا عظیم بادشاہ موجود ہوگا۔ وہ مختار کل ہے' مخلوق کو اس کی پکڑ کا خوف رہتا ہے۔ وہ سب سے سوال کرنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کسی کے سامنے جواب دہ نہیں' اس کو کسی کی پکڑ کا خوف نہیں۔ اس کے سامنے کسی میں سفارش کرنے کی جرات نہیں' جب تک وہ خود کسی کو سفارش کی اجازت نہ دے۔ اس سے کوئی سفارش قبول کرانے کی جراءت اور ہمت نہیں رکھتا۔ وہ اپنے نیک بندوں کو سفارش کی اجازت عطا فرما کر انہیں شرف سے نوازتا ہے۔ اس کی بادشاہت تمام کائنات میں ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ انسان معمولی عہدے دار سے مرعوب ہو کر اس کے اشارے سے معصیت کے کام کرنے لگتا ہے اور اس اکیلے کی لامتناہی بادشاہی کو بھول جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴾ [الرعد : ٤١]

اور اللہ (اکیلا ہی) فیصلہ کرتا ہے' اس کے فیصلہ پر کوئی نظر ثانی کرنے والا نہیں اور وہ جلد حساب لینے والا ہے۔ (الرعد: 41)

﴿ قُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوا ۖ لَهُ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِ وَأَسْمِعْ ۚ مَا

لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِيٍّ وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِۦٓ أَحَدًا﴾ [الكهف: ٢٦]

''آپ کہہ دیں اللہ ہی کو ان کے ٹھہرے رہنے کی مدت کا بخوبی علم ہے' آسمانوں اور زمینوں کا غیب صرف اسی کو حاصل ہے' وہ کیا ہی اچھا دیکھنے سننے والا ہے۔ سوائے اللہ کے ان کا کوئی مددگار نہیں' اور وہ اپنے فیصلہ میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔'' (الکہف:26)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ أَخْنَعَ اسْمٍ عِنْدَ اللّٰهِ رَجُلٌ تَسَمَّى بِمَلِكِ الْأَمْلَاكِ لَا مَالِكَ إِلَّا اللّٰهُ))

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص سب سے گھٹیا' ناپسندیدہ اور حقیر ہے جو اپنے آپ کو شہنشاہ کہلوائے کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی (حقیقی) بادشاہ نہیں۔''

اللہ تعالیٰ کو نہ تو کسی مشیر کی ضرورت ہے اور نہ اپنے فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مالک الملک ہے' خالق کائنات ہے اور بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ وہ بادشاہی عطا کرنے والا ہے' عزت وذلت کے تمام فیصلے اس کے ہاتھ میں ہیں۔

عزت حاصل کے لئے اور ذلت سے بچنے کیلئے دعا:

﴿ قُلِ ٱللَّهُمَّ مَٰلِكَ ٱلْمُلْكِ تُؤْتِي ٱلْمُلْكَ مَن تَشَآءُ وَتَنزِعُ ٱلْمُلْكَ مِمَّن تَشَآءُ وَتُعِزُّ مَن تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَن تَشَآءُ بِيَدِكَ ٱلْخَيْرُ إِنَّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

[آل عمران: ٢٦]

''آپ کہہ دیجئے اے میرے معبود! اے تمام جہانوں کے مالک! تو جسے چاہے بادشاہی عطا فرمائے اور جس سے چاہے' سلطنت چھین لے۔ اور تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے' تیرے ہی ہاتھ میں سب بھلائیاں ہیں۔ بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔'' (آل عمران:26)

85. ذُوالْجَلاَلِ وَالإِکْرَامِ (عزت وشرف عطا کرنے والا)

عظمت والا' کبریائی والا' رحمت والا اور ہر عام وخاص پر احسان کرنے والا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿تَبَٰرَكَ ٱسْمُ رَبِّكَ ذِى ٱلْجَلَٰلِ وَٱلْإِكْرَامِ﴾ [الرحمن : ۷۸]

تیرے پروردگار کا نام بابرکت ہے جو عزت وجلال والا ہے۔(الرحمٰن:78)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ((أَلِظُّوا بیَا ذَواالْجلالِ وَ الإکْرَامِ))

''یا ذوالجلال والاکرام'' کے ساتھ چمٹے رہو۔یعنی اس صفت کا کثرت سے ذکر کرو۔

اللہ تعالیٰ بھلائی اور کمال شرف کا مالک ہے۔ ہر عزت اور سخاوت اسی سے ملتی ہے۔کوئی مخلوق کسی کی عزت افزائی کرتی ہے یا کسی کے ساتھ بھلائی کرتی ہے تو وہ بھی اس کے حکم سے کرتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ انسان نے اللہ تعالیٰ کی عظمت وکبریائی اور اس کی سخاوت کی قدر نہیں کی اور نہ اس کا علم حاصل کرنے کی کوشش کی' اگر وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر کے اس کی لاتعداد صفات سے آگاہ ہوتا تو کسی صورت اس کے ساتھ شرک نہ کرتا۔

ذوالجلال والاکرام تو وہ ہے جس سے تمام مخلوق اپنی حاجات کا سوال کرتی ہے۔ وہ ہر کسی کو عطا کرتا ہے لیکن کسی پر احسان نہیں جتلاتا بلکہ نہ مانگنے والے سے ناراض ہوتا ہے۔ دنیا میں کسی سے کوئی چیز مانگی جائے جو حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی ہی عطا کردہ ہوتی ہے' تو وہ احسان جتلاتا ہے اور کمزور کو احسان جتلا جتلا کر اس کے لئے دنیا تنگ کر دیتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس قدر سخی ہے کہ تمام دنیا کی مخلوق کو ہر وقت عطا کرتا ہے پھر بھی نہ تو احسان جتلاتا ہے اور نہ اس کے خزانوں میں کمی آتی ہے۔اس لئے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے ہی ہر حاجت کا سوال کرنا چاہئے۔ وہ مدبر ہے اور بزرگی والا ہے۔اس کے فیصلے بزرگانہ اور کرم ولطف والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنی صفات

میں یکتا ہے۔کوئی ان میں شریک نہیں اور نہ ہی کوئی اس کی برابری کا دعویٰ کرسکتا ہے۔

نماز کے یوں دعا کریں:

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ختم کرتے تو تین بار استغفر اللہ کہتے' پھر یہ دعا پڑھتے:

((اللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلامُ وَ مِنْكَ السَّلامُ ' تَبَارَكْتَ يَا ذَوالْجَلَالِ وَالإِكْرَامِ))

''اے اللہ !تو سلامتی والا ہے اور تجھ سے سلامتی ہے' اے برکت والی ذات اور اے ذوالجلال والاکرام۔''(رواہ مسلم)

86. المُقْسِطُ (انصاف کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ مظلوم کو ظالم سے حقوق دلانے والا ہے۔اپنے تمام فیصلوں میں مخلوق کے ساتھ انصاف کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں انسان کو کچھ اختیارات دیئے اور چھوٹا بڑا' طاقتور اور ناتواں' مالدار اور غریب' آجر اور اجیر سب طرح کے انسان پیدا کئے۔ان سب کا قیامت کے روز حساب ہوگا' اگر کسی نے کسی پر ظلم وزیادتی کی ہوگی تو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔دنیا میں چالاک لوگ اپنی چرب زبانی سے جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ ثابت کر کے مقدمات جیت لیتے ہیں لیکن قیامت کے روز کسی کی چرب زبانی کام نہیں آئے گی۔اس روز اللہ تعالیٰ جو علیم وخبیر اور انصاف کرنے والا ہے' تمام معاملات کے فیصلے کرے گا۔

اس کے انصاف کا کمال یہ ہے کہ وہ روز قیامت ظالم اور مظلوم دونوں کو راضی کر دے گا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قیامت کے روز مظلوم کو ظلم کے بدلے

میں ظالم کی نیکیاں دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے۔مظلوم کو جنت کے محل دکھائے جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا کہ ان کی قیمت یہ ہے کہ تو ظالم کو معاف کر دے۔ چنانچہ مظلوم شخص ظالم کو معاف کر دے گا اور جنت میں ظالم کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔(الدر المنثور ص 261 ج3 بحوالہ ابو یعلی)

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس طرح کا انصاف صرف المقسط کی ذات ہی کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی یہ صفت قیامت کے روز پر دلالت کرتی ہے کہ وہ دن آنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی دنیا میں تقسیم اس کی شان بے نیازی کا مظہر ہے' جس کو چاہتا ہے دولت' عزت اور علم عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے' ان نعمتوں سے محروم رکھتا ہے لیکن قیامت کے روز میزان قائم کی جائے گی اور تمام مخلوقات کے ساتھ عدل کا معاملہ کیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عدل قائم کرنے کے لئے انبیاء و رسل مبعوث فرمائے۔ کتب نازل فرمائیں اور انسان کو علم و شعور سے نوازا تا کہ انصاف کے تقاضے پورے کئے جائیں' مظلوم کو پورا پورا بدلہ ملے اور دنیا میں عدل و انصاف قائم ہو۔ دین کے معاملے میں بھی عدل و انصاف کی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح دنیاوی معاملات میں عدل کی ضرورت ہوتی ہے۔ صاحب علم لوگوں کو حق پر مبنی مسائل بیان کرنے چاہئیں۔

اللہ تعالیٰ سے انصاف کی نہیں مغفرت اور رحم کی دعا کرنی چاہیے:

((اَللّٰھُمَّ إِنِّی ظَلَمْتُ نَفْسِی ظُلْمًا کَثِیْرًا' وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ' فَاغْفِرْ لِی مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ' وَارْحَمْنِی' إِنَّکَ أَنْتَ الْغَفُورُ الرَّحِیمُ))

''اے اللہ! بے شک میں نے اپنے اوپر ظلم کیا' بہت زیادہ ظلم' اور تیرے سوا کوئی گناہ معاف نہیں کرتا' مجھے اپنی خاص رحمت سے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما' بیشک تو غفور الرحیم ہے۔''(متفق علیہ)

87. اَلْجَامِعُ (جمع کرنے والا)

قیامت کے روز مخلوقات کو حساب کے لئے جمع کرنے والا۔(الزجاج)

وہ ذات باری تعالیٰ قیامت کے روز تمام مخلوقات کو حساب کتاب اور جزاء و سزا کے لئے جمع کرنے والی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ ٱلنَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴾
[آل عمران:۹]

اے ہمارے رب! تو یقیناً لوگوں کو ایک دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔(آل عمران:9)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ قیامت کے روز سب کو زندہ کر کے میدان حشر میں جمع کرنے والا ہے' جس کا وقت مقرر ہے۔وہ اپنے اس فعل پر مکمل قدرت رکھتا ہے۔وہ ہزاروں سال مردہ رہنے والے کو اس کے تمام تر اجزاء کے ساتھ اٹھائے گا۔اسلامی عقائد میں عقیدہ آخرت ایک بنیادی عقیدہ ہے۔قیامت کا وقت مقرر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کسی کو علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ اس علم میں اس کا کوئی شریک نہیں۔روز اوّل سے قیامت تک پیدا ہونے والی تمام مخلوقات کو حساب کے لئے جمع کیا جائے گا اور ان کے اعمال کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ رہنے کی دعا:

﴿ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنتَ ٱلْوَهَّابُ ○ رَبَّنَآ إِنَّكَ جَامِعُ ٱلنَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُخْلِفُ ٱلْمِيعَادَ ﴾
[آل عمران:۸,۹]

اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ہدایت پا لینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر' اور ہمیں اپنے پاس سے خاص رحمت عطا فرما' بے شک تو بخشش والا ہے۔ اے ہمارے رب بے شک تو لوگوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس کے آنے میں کوئی شک نہیں' یقیناً اللہ تعالیٰ وعدہ خلافی نہیں کرتا۔ (آل عمران: 8۔9)

88. الْغَنِيُّ (بے نیاز' کفایت کرنے والا' تونگر)

وہ ذات باری تعالیٰ ساری مخلوقات سے اپنی قدرت کی بنا پر بے پرواہ اور بے نیاز ہے۔ سب اسی کے محتاج ہیں۔ (الزجاج)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴾
[فاطر: ١٥]

اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے خوبیوں والا ہے۔ (فاطر: 15)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے۔ اگر تمام مخلوق اس کی حمد و ثناء بیان کرنا بند کر دے تو بھی اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ مخلوق کی حمد و ثناء کا محتاج نہیں۔ وہ اپنے کسی کام کے لئے کسی کا محتاج نہیں۔ تمام مخلوقات اس کے سامنے اپنی حاجات کے لئے دست سوال دراز کرتی ہیں' وہ سب پر اپنی عنایات کرتا رہتا ہے۔ یہ تو انسان کم ظرف ہے کہ اس سے سوال نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اتنا غنی ہے کہ اگر وہ تمام مخلوق کو اس کی خواہش کے مطابق تمام حاجات عطا کر دے تو بھی اس کے خزانوں میں اتنی بھی کمی نہیں آتی جس قدر چڑیا سمندر سے پانی پی لے تو سمندر کے پانی میں کمی آتی ہے۔ دنیا کی تمام مخلوق اس کی محتاج ہے اور اللہ رب العزت کی نظر عنایت کے بغیر ایک لمحہ بھی زندہ نہیں رہ سکتیں۔ وہ جس کو چاہتا ہے' دنیا میں غنی کر

دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے اس کو محتاج بنا دیتا ہے لیکن قیامت کے روز تمام لوگ اپنے اعمال کے مطابق جزاء پائیں گے۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ اس قدر غنی ہوگا کہ اس کی عنایت کے بغیر کوئی جنت میں نہیں جا سکے گا۔

دنیا سے بے نیازی کے حصول کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ أَنْتَ الْغَنِيُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرآءُ إِلَیْکَ ، أَغْنِنا بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ))

اے اللہ! تو تو ہر ایک سے بے نیاز ہے اور ہم تیرے محتاج ہیں، تو ہمیں اپنے فضل کے ذریعہ اپنے سوا، ہر ایک سے بے نیاز کر دے۔

89. اَلْمُغْنِي (بے نیاز کر دینے والا، بے پروا کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ دوسروں کی محتاجی سے بے پروا کر دیتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اور جس قدر چاہتا ہے، مال و دولت اور دوسری نعمتوں سے نواز کر لوگوں کی محتاجی سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اہل ایمان کی عزت و توقیر میں اضافہ کر کے دنیاوی معاملات میں انہیں بے نیاز کر دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَأَنَّهُۥ هُوَ أَغْنَىٰ وَأَقْنَىٰ ﴾ [النجم : ٤٨]

اور وہ تونگر بناتا ہے اور سرمایہ دیتا ہے۔ (النجم: 48)

المغنی کسی کو اتنی تونگری عطا فرماتا ہے کہ وہ کسی دوسرے کا محتاج نہیں رہتا اور اس کی تمام دنیاوی حاجتیں پوری ہو جاتی ہیں۔ کسی کو اتنا سرمایہ دے دیتا ہے کہ اس کے پاس ضرورت سے زائد بچ رہتا ہے اور وہ اس کو جمع کر کر کے رکھتا ہے۔ المغنی نے سورہ نجم میں ایک ستارے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو وہ ہے جو اس کا بھی رب ہے۔ (بعض مفسرین نے ستارے سے ثریا اور بعض نے زہرہ ستارہ مراد لیا ہے۔ بعض عرب قبائل اس کی پوجا کرتے

تھے تو اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر اس کا نام لے کر فرمایا کہ جس کو تم اپنا معبود بنا کر پوجتے ہو، میں تو اس کا بھی رب ہوں۔ اس لئے تم ان تمام چیزوں کو چھوڑ کر صرف مجھ پر بھروسہ کرو۔ میں سب کا روزی رساں اور دنیاوی حاجات پوری کرنے والا ہوں۔ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ أَنتُمُ ٱلْفُقَرَآءُ إِلَى ٱللَّهِ ۖ وَٱللَّهُ هُوَ ٱلْغَنِىُّ ٱلْحَمِيدُ ﴾ [فاطر : ١٥]

''اے لوگو! تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ بے نیاز ہے، خوبیوں والا ہے۔'' (فاطر: 15)

المغنی سب کی حاجات پوری کرتا ہے، پھر بھی اس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں آتی۔ اس نے انسان کو عقل و شعور سے نوازا اور دنیا کمانے کا حلال و حرام راستہ سمجھا دیا۔ اب یہ انسان پر موقوف ہے کہ وہ کس راستے کا انتخاب کرتا ہے۔ اس نے دین اور دنیا ہر دو معاملات میں بے حساب عنایات کر دی ہیں۔ اس کے باوجود اگر انسان کج بحثی اور کنجوسی کا مظاہرہ کرتا ہے تو اس کا وہ خود ذمہ دار ہے۔ انسان کو اپنی ضروریات محدود رکھ کر شعور کے ساتھ اپنا مال خرچ کرنا چاہئے تاکہ وہ دوسروں کا محتاج نہ بنے۔ المغنی اپنے نیک بندوں کو دل کی تونگری عطا فرماتا ہے۔ مال و دولت نہ ہونے کے باوجود ان کے دل غنی رہتے ہیں۔

المغنی نے دین کا راستہ نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ سمجھا دیا ہے۔ اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ اس سے کس قدر استفادہ کرتا ہے۔ انسان جس قدر دین کا علم حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسی قدر راستے ہموار کرتا جاتا ہے اور عقل و شعور کی ایسی راہیں کھلتی ہیں کہ انسان دوسروں سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اگر انسان علمی کج بحثی میں نہ پڑے تو دین کے معاملات نہایت آسان ہیں۔ قرآن کریم بار بار تدبر سے کام لینے کا مطالبہ کرتا ہے۔

ہدایت اور عافیت کی دعا:

((اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْاَلُکَ الْھُدٰی، وَالتُّقٰی، وَالْعَفَافَ، وَالْغِنٰی))

''اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت کا اور تقویٰ اختیار کرنے کا سوال کرتا ہوں اور یہ کہ تو مجھے پاکدامن رکھ اور تونگری عطا فرما۔'' (رواہ مسلم)

((اَللّٰھُمَّ اکْفِنِي بِحَلَالِکَ عَنْ حَرَامِکَ وَ اَغْنِنِي بِفَضْلِکَ عَمَّنْ سِوَاکَ))

''اے اللہ! مجھے اپنے حلال (کردہ امور) کے ساتھ اپنے حرام (کردہ امور) سے کافی ہو جا' اور مجھے اپنے فضل کے ساتھ اپنے علاوہ سب سے بے پروا کر دے۔'' (ترمذی)

90. اَلْمَانِعُ (حائل ہونے والا' روکنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ جس سے جس چیز کو چاہے اور جب چاہے' روک دے۔

جس سے چاہے روک دے' کسی بھی چیز کو روکنا اس کی حکمت سے خالی نہیں۔ دین و دنیا میں ہلاکت اور نقصان کے اسباب کو وہی روکنے والا ہے۔ (الغزالی)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے کہ وہ جس پر عنایت کرنے والا ہو' کوئی اس کو روک نہیں سکتا اور جس سے کوئی نعمت روک لے' اس کو کوئی دے نہیں سکتا۔ دنیا و آخرت کی تمام تر طاقتیں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ کسی میں یہ طاقت و ہمت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو کسی کام سے روک لے۔

نعمتیں ہر دو طرح کی ہیں۔ دینی بھی اور دنیاوی بھی۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دونوں طرح کی عنایات کا سوال کرتا رہے اور جس چیز سے اسے رکنے کا حکم دیا گیا ہے' اس سے اجتناب کرے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے انسان کو کامل دعا سکھائی:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا فِي ٱلدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي ٱلْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ ٱلنَّارِ ﴾

[البقرة: ٢٠١]

''اے ہمارے رب! ہمیں دنیا کی بھلائیوں سے بھی نواز اور آخرت کی بھلائیوں سے بھی نواز' اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا لے۔'' (البقرہ:201)

اللہ تعالیٰ کے حضور دست سوال دراز کیجئے:

((اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ ' وَلَا مُعْطِیَ لِمَامَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَاالْجَدِّ مِنْکَ الْجَدُّ))

''اے اللہ! تو جسے عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اسے کوئی عطا کرنے والا نہیں اور کسی عزت والے کو اس کی عزت تیرے مقابلے میں نفع نہیں دے سکتی۔'' (رواہ صحیح بخاری ومسلم)

91. اَلضَّارُّ (نقصان پہنچانے والا)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت الضار اور دوسری النافع ہے۔ ان دونوں کو ملا کر پڑھنے سے اس کی حکمت کا اندازہ ہوتا ہے کہ کس طرح وہ اپنے نیک بندوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے ان کے درجات بلند کرتا ہے۔

تمام نافع اور مضر معاملات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ تمام بھلائیوں کا مسبب اور برائیوں اور پریشانیوں کو رفع کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نقصان سے نفع نکالنے پر قادر ہے۔ اس لئے وہ وقتی نقصان پہنچا کر اس سے خیر نکالتا ہے۔ مشرک غیر اللہ سے ڈرتا ہے کہ کہیں وہ اسے نقصان نہ پہنچائے' حالانکہ نفع ونقصان کا مالک تو الضار اور النافع ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰٓؤُلَآءِ شُفَعَٰٓؤُنَا عِندَ ٱللَّهِ ﴾ [یونس: ١٨]

''یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو ان کو نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں' نہ نفع۔ اور کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔'' (یونس:18)

﴿ ءَأَتَّخِذُ مِن دُونِهِۦٓ ءَالِهَةً إِن يُرِدْنِ ٱلرَّحْمَٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّي شَفَٰعَتُهُمْ

شَيْـًٔا وَلَا يُنقِذُونِ﴾ [يٰس : ٢٣]

کیا میں اسے چھوڑ کر ایسوں کو معبود بناؤں کہ اگر اللہ رحمٰن مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو ان کی سفارش مجھے کچھ بھی نفع نہ پہنچا سکے اور نہ وہ مجھے بچا سکیں۔ (یٰسن :23)

اللہ تعالیٰ انسان کو نفع ونقصان سے دوچار کرتا ہے تو یہ اس کی کامل قدرت اور حکمت کا مظہر ہوتا ہے۔ وہ کسی کو وقتی نقصان سے دوچار کر کے بھلائی کی طرف موڑ دیتا ہے۔ انسان جب راحت وآرام میں اور فارغ البال ہوتا ہے تو الضار کی پکڑ کو بھول جاتا ہے اور بے راہ روی اختیار کرنے لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے آزمائش میں مبتلا کر کے اس کی اصلاح کرتا ہے۔ وہ اپنی فیاضی کسی سے روکتا نہیں' یہ تو انسان پر منحصر ہے کہ وہ اس سے عنایات کا کس قدر سوال کرتا ہے اور ان سے کس قدر استفادہ کرتا ہے۔ ضرر کو دور کرنے والا فقط اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ خیر اور ضرر اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ کے مطابق ظاہر ہوتے ہیں۔ شر کو کوئی انسان ہٹا نہیں سکتا' اس کا ہٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی توفیق سے ہے جو اس کے نظام کے تابع ہے۔ خیر وشر کے اسباب اگر معلوم ہوں تو خیر کے لئے انہیں اختیار کرنا اور شر سے بچنے کے لئے انہیں ترک کرنا واجب ہے۔ اگر مجہول ہوں تو دعا و التجاء فقط اللہ تعالیٰ سے ہوگی تاکہ وہ انسان کو ان کے اختیار یا ترک کی ہدایت دے اور نتیجہ وہ برآمد ہو جو انسان کے حق میں مفید ہو۔

عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ہاتھ میں پیتل کا چھلہ پہنے ہوئے دیکھا تو دریافت فرمایا: یہ کیا ہے۔ اس نے کہا' یہ ایک مرض (واھنہ) کی وجہ سے پہنا ہوا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے اتار دو۔ (یہ تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا) تمہاری بیماری میں مزید اضافہ ہی کرے گا۔ (یعنی تمہارے عقیدے کے مطابق اگر اس میں کوئی تاثیر ہے تو بھی یہ نہ صرف تمہارے جسم کو کمزور کرے گا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ تمہاری روح کو بھی کمزور کرے گا) اگر تمہیں یہ چھلا پہنے ہوئے موت آ گئی تو کبھی نجات نہ پا سکو گے۔

بعض اوقات اللہ تعالیٰ آزمائش کی خاطر بھی اپنی عنایات روک لیتا ہے' جس پر صبر و استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس سے نفع کے لئے دعا کرتے رہنا چاہئے۔ اس کی پکڑ بہت سخت ہے جب وہ کسی کو نقصان پہنچانے پر آ جائے تو کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بے شک ہر قسم کا نفع ونقصان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

مصیبت سے بچنے کے لئے دعا:

((بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ))

''شروع اس اللہ تعالیٰ کے نام سے جس کے نام سے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی' زمینوں میں اور نہ آسمانوں میں اور وہ (اپنے بندے کی دعا) سننے والا ہے' جاننے والا ہے۔'' (ابوداود' ترمذی)

((اللّٰهُمَّ اسْتُرْ عَوْرَاتِي وَ آمِنْ رَوْعَاتِي ' اللّٰهُمَّ احْفَظْنِي مِنْ بَيْنِ يَدَيَّ وَ مِنْ خَلْفِي ' وَ عَنْ يَمِينِي وَ عَنْ شِمَالِي وَ مِنْ فَوْقِي وَ أَعُوذُ بِعَظَمَتِكَ أَنْ أُغْتَالَ مِنْ تَحْتِي))

''اے اللہ! میرے پوشیدہ امور کو چھپانا اور میری گھبراہٹوں میں مجھے امن دے۔ اے اللہ! مجھے سامنے سے' پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے اور مجھے اوپر سے محفوظ رکھنا اور میں تیری عظمت کے ساتھ پناہ چاہتا ہوں کہ کوئی مجھے نیچے سے چھپ کر قتل کرے۔'' (ابوداود)

92. النَّافِعُ (نفع پہنچانے والا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں ہے کہ وہ اکیلا دینی اور دنیاوی نفع پہنچانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ انسانوں کے لئے دین کے کاموں میں خیر کا پہلو نکالتا ہے اور دنیاوی معاملات ان کے لئے آسان بنا دیتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ ٱللَّهِ مَا لَا يَنفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۖ فَإِن فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِّنَ ٱلظَّٰلِمِينَ ﴾

[يونس : ١٠٦]

اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے۔ (یونس: 106)

سورہ یونس کی یہ آیت عقیدہ توحید اور اللہ تعالیٰ کی صفات کی سب سے واضح اور بڑی نشانی ہے۔ عقیدہ توحید کی عظیم ترین علامت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براہ راست خطاب کے طور پر حکم دے کر فرمائی گئی ہے کہ: (1) اللہ کے سوا کسی سے دعا مت کرو۔ (2) اللہ کے سوا کوئی اور نفع یا نقصان کا مالک نہیں ہے۔ (3) یہ مشرکوں کے جعلی شریک اور خود ساختہ سفارشی سب بیکار ہیں، گو مشرک ان کو حصول نفع اور دفع ضرر کی ہی کا خاطر پکارتے ہیں۔ (4) اگر خدانخواستہ تو نے غیر اللہ سے دعا کی اور نفع وضرر کے معاملے میں کسی اور کو پکارا تو تو بھی انہی ظالموں، مشرکوں میں سے ہوگا۔ (5) توحید کے معاملہ میں جب سید کائنات تک کو یہ سخت حکم دیا جارہا ہے، اور اس معاملے میں ان کا بھی لحاظ نہیں تو اور کون ہے جسے چھوڑا جائے گا؟

اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے بنی نوع انسان کی دنیا بھی سنورتی ہے اور آخرت بھی۔ اللہ تعالیٰ دنیاوی طور پر نقصان دہ چیزوں سے نفع کے اسباب پیدا کرتا ہے۔ انسان جس چیز میں اپنے لئے نفع محسوس کر رہا ہوتا ہے اس میں اس کے لئے نقصان کے راز پنہاں ہوتے ہیں۔ انسان ان کا شعور نہیں رکھتا لیکن اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے جب چاہتا ہے نقصان سے نفع اور نفع سے نقصان ظاہر کر دیتا ہے کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ تمام امور اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ ایک مسلمان کا مطمح نظر آخرت کا فائدہ ہونا چاہئے۔ اس کی سوچ آخرت کے فائدہ اور کامیابی پر مرکوز ہونی چاہئے جو حقیقی فائدہ اور کامیابی ہے۔

النافع جس سے محبت کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے جس سے اس کی دنیا اور آخرت

سنورتے ہیں۔ انسان کو چاہئے کہ وہ النافع سے دین کے فہم اور سنت کے مطابق عمل کرنے کی توفیق کی دعا کرتا رہے۔ سب سے بڑا نفع تو جنت کا حصول ہے۔ جس نے اس کے لئے کوشش کر لی' وہ کامیاب ہو گیا۔ وہ ذات باری تعالیٰ تو نافع ہے۔ وہ تو انسان کو نفع پہنچانے پر مائل ہے۔ اس نے انسان کی فلاح کے لئے بے شمار اسباب پیدا کر کے ان کی طرف رہنمائی بھی کر دی ہے۔ ان اسباب کو راست بازی کے ساتھ حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا انسان کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے نفع کی دعا یوں کیجئے:

((اَللّٰهُمَّ عَلِّمْنِي مَا يَنْفَعُنِي وَ انْفَعْنِي بِمَا عَلَّمْتَنِي وَزِدْنِي عِلْمًا))

اے اللہ! مجھے وہ علم دے' جو مجھے نفع پہنچائے' اور میں جو علم حاصل کروں' اس میں میرے لئے نفع رکھ' اور مجھے علم میں زیادہ کر۔

((اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِي دِينِي وَ دُنْيَايَ وَ أَهْلِي وَ مَالِي))

اے اللہ! میں تم سے دین و دنیا اور اپنے اہل و عیال اور مال و دولت میں عفو و درگزر اور عافیت کا سوال کرتا ہوں۔

93. النُّورُ (منور کرنے والا)

اللہ تعالیٰ کی توحید کے دلائل بالکل واضح' روشن اور عیاں ہیں۔ (الزجاج)

وہ ہر چیز کو ظاہر کرنے والا ہے۔ (الغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ اللَّهُ نُورُ السَّمَٰوَٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ مَثَلُ نُورِهِۦ كَمِشْكَوٰةٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ ۖ الْمِصْبَاحُ فِى زُجَاجَةٍ ۖ الزُّجَاجَةُ كَأَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّىٌّ يُوقَدُ مِن شَجَرَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَلَا

غَرۡبِیَّةٍ یَكَادُ زَیۡتُهَا یُضِیٓءُ وَلَوۡ لَمۡ تَمۡسَسۡهُ نَارٌ ۚ نُّورٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَیَضۡرِبُ اللّٰهُ الۡاَمۡثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴾ [النور : ۳۵]

اللہ روشن کرنے والا ہے آسمانوں کا اور زمین کا' اس کے نور کی مثال مثل ایک طاق کے ہے جس میں چراغ ہو اور چراغ شیشہ کی قندیل میں ہو اور شیشہ مثل چمکتے ہوئے روشن ستارے کے ہو' وہ چراغ ایک بابرکت درخت زیتون کے تیل سے جلایا جاتا ہو' وہ درخت جو نہ شرقی ہے نہ غربی' اس کا تیل قریب ہے کہ آپ ہی روشنی دینے لگے گو اسے مطلقاً آگ لگی ہی نہ ہو' نور پر نور ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے' اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ لوگوں کو سمجھانے کے لئے یہ مثالیں اللہ تعالیٰ بیان فرما رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کے حال سے بخوبی واقف ہے۔ (النور:35)

نور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی صفت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے مبارک چہرے سے پردہ اٹھا دے تو تمام مخلوق جل جائے اور کوئی اس کو دیکھنے کی طاقت نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہی آسمان وزمین کو روشن کرنے والا ہے۔ اس کی کتاب نور ہے یعنی اس کتاب سے بنی نوع انسان کو رشد وہدایت کی روشنی ملتی ہے۔ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (بہ حیثیت صفات کے) نور ہیں یعنی ان کے فرامین میں بنی نوع انسان کے لئے دنیا وآخرت کی رہنمائی ہے۔ قرآن وحدیث کے ذریعے زندگی کی تاریک راہوں کو رہنمائی اور روشنی حاصل ہوتی ہے۔ جس طرح چراغ یا بلب جب روشن ہوتا ہے تو انسان کے لئے اس سے روشنی حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں ہوتا اسی طرح قرآن وحدیث سے رہنمائی حاصل کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ' اس کی ذات نور ہے' اس کا حجاب نور ہے اور ہر ظاہری اور معنوی نور کا خالق' اس کا عطا کرنے والا اور اس کی طرف ہدایت کرنے والا صرف ایک اللہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

نور کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اس کے نور سے دل وجان منور ہوتے ہیں۔ کتاب وسنت نور

ہیں۔اس کے دلائل و براہین واضح اور ایک سے بڑھ کر ایک ہیں یعنی نور علی نور ہیں۔ یہ اس کے نور کا کرشمہ ہے کہ عقل و شعور اور حواس خمسہ کام کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ جس شخص کے اندر ایمان کی رغبت اور اس کی طلب دیکھتا ہے' اُس کی اس نور کی طرف رہنمائی فرما دیتا ہے' جس سے اسے دین و دنیا کی سعادتیں نصیب ہوتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء یوں بیان کیجئے:

((اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُوْرُ السَّمَاوَاتِ وَلأَرْضِ وَ مَنْ فِیهِنَّ وَلَکَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیِّمُ السَّمٰوَاتِ وَلأَرْضِ وَ مَنْ فِیهِنَّ))

''اے اللہ ! تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں' تو آسمانوں اور زمینوں کو منور کرنے والا ہے اور جو کچھ ان میں ہے اور تیرے ہی لئے تمام تعریفیں ہیں' تو آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے' تمام کو قائم رکھنے والا ہے۔'' (صحیح بخاری و مسلم)

94. اَلْھَادِی (راستہ دکھانے والا)

نجات اور اپنی معرفت کی راہ بتانے والا۔تمام مخلوقات کو اپنی حاجات اور ضروریات پوری کرنے کی راہ دکھانے والا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ ٱلْمُجْرِمِينَ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ هَادِيًا وَنَصِيرًا ﴾ [الفرقان : ٣١]

''اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بعض گنہگاروں کو بنا دیا ہے اور تیرا رب ہی ہدایت کرنے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔'' (الفرقان:31)

دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَإِنَّ ٱللَّهَ لَهَادِ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴾ [الحج : ٥٤]

بے شک اللہ تعالیٰ ہی ایمان والوں کو راہ راست کی طرف رہبری کرنے والا ہے۔
(الحج:54)

ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے' ہدایت نصیب ہوتی ہے اور جسے نہیں چاہتا' اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ وہ کسی کو ہدایت دے سکیں۔ ان کا کام صرف اللہ کا پیغام پہنچانا ہے۔ اس لئے کہ کسی کو ہدایت دینا یا نہ دینا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب جو آپ کے نہایت ہمدرد اور دنیاوی کاموں میں مدد کرنے والے تھے۔ دین کی ترویج کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعاون کرتے رہے تھے' جب ان کی وفات کا وقت آیا تو آپ نے بڑی کوشش کی کہ ابوطالب کلمہ شہادت پڑھ لیں تاکہ قیامت کے روز ان کی سفارش کر سکیں لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ہدایت نصیب نہ فرمائی جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا صدمہ تھا' اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿إِنَّكَ لَا تَهۡدِي مَنۡ أَحۡبَبۡتَ وَلَٰكِنَّ ٱللَّهَ يَهۡدِي مَن يَشَآءُۚ وَهُوَ أَعۡلَمُ بِٱلۡمُهۡتَدِينَ﴾ [القصص: ٥٦]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہے ہدایت کرتا ہے۔ ہدایت والوں سے وہی خوب آگاہ ہے۔ (القصص:56)

اس سے ثابت ہوا کہ ہدایت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ انسان کا کام کوشش کرنا اور نیک ہدایت کے لئے دعا کرتے رہنا ہے' ہدایت اسے نصیب ہوتی ہے' جسے وہ دے۔ وہ ذات باری تعالیٰ الھادی ہے۔ تمام مخلوقات اس سے ہر قسم کی ہدایت کا سوال کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کو ہر دو راہ دکھا دئیے ہیں۔ نیکی کے کاموں کے بارے میں رہنمائی فرمائی اور بدی کے کاموں سے خبردار کر دیا۔ قرآن وسنت کا راستہ بتانے والے ہر دور میں پیدا

ہوتے رہے اور ہوتے رہیں گے جو دین کا صحیح راستہ بتاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے انسان کو علم و شعور سے نوازا اور کھرے کھوٹے کی پہچان آسان بنائی۔دین حنیف کی تبلیغ کرنے والے بے شمار صالحین اور ائمہ دین کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں۔قرآن کریم کی تفاسیر اور احادیث کی بے شمار کتب دستیاب ہیں۔اہل ایمان کو چاہئے کہ وہ اس نجات والے راستے کو اپنائیں اور قرآن وسنت سے استفادہ کریں۔ہر انسان اس بات پر غور کرے کہ کون سا راستہ کامیابی کا راستہ ہے۔اہل ایمان کو چاہئے کہ قرآن وحدیث کا علم حاصل کریں اور راہ نجات کے لئے ان کے احکامات پر گامزن رہیں۔

شیطان کا راستہ کفر وشرک اور گمراہی کا راستہ ہے۔اس راستے کو اپنا کر انسان دنیا میں مشکلات کا شکار اور ذہنی سکون سے محروم رہتا ہے جب کہ آخرت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خواری والا عذاب ہے۔اس سے بچنے کی ہر وقت فکر ہونی چاہئے۔اللہ تعالیٰ تو ہادی ہے۔وہ ہدایت کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ﴾

”تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتا۔“(الاعراف:43)

95. اَلْبَدِيْعُ (ندرت کے ساتھ بنانے والا)

وہ ذات جو پہلی بار بغیر کسی نمونے کے بنائے۔

اللہ تعالیٰ بے مثال پیدا کرنے والا ہے۔وہ اکیلا اپنے خاص علم اور قدرت سے ہر چیز کو پہلی مرتبہ پیدا کرنے والا ہے۔(البیہقی)

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت بدیع ہے یعنی وہ ذات باری تعالیٰ ہر چیز کی ابتدا کرنے والی ہے۔ اسی سے لفظ بدعت نکلا جس کے معنی ہیں' شریعت میں ہر وہ کام جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ حکم دیا ہو' نہ آپ نے کیا ہو اور نہ آپ کے سامنے ہوا ہو' نہ صحابہ و تابعین کے ہاں اس کا وجود ہو۔ دوسرے لفظوں میں دین اسلام میں ہر وہ نیا کام جو نیکی سمجھتے ہوئے سرانجام دیا جائے' بدعت کہلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ بَدِيعُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ وَإِذَا قَضَىٰٓ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ ﴾ [البقرة : ١١٧]

وہ زمین و آسمان کو ابتداءً پیدا کرنے والا ہے' وہ جس کام کو کرنا چاہتا ہے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا' پس وہ (اسی وقت) ہو جاتا ہے۔ (البقرہ: 117)

سورہ روم میں فرمایا:

﴿ وَهُوَ ٱلَّذِى يَبْدَؤُا۟ ٱلْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُۥ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ ٱلْمَثَلُ ٱلْأَعْلَىٰ فِى ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۚ وَهُوَ ٱلْعَزِيزُ ٱلْحَكِيمُ ﴾ [الروم : ٢٧]

اور وہی (اللہ ہی) ہے جس نے شروع شروع میں (پہلی بار) مخلوق کو پیدا کیا' وہی (اللہ) پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ تو اس پر بہت ہی آسان ہے (کہ وہ کسی چیز کو دوبارہ پیدا کرے) اور اسی کی بہترین اور اعلیٰ صفات ہیں آسمانوں میں اور زمین میں بھی اور وہی غلبے والا حکمت والا ہے۔ (الروم: 27)

اللہ تعالیٰ کی صفت تو یہ ہے کہ اس نے بغیر کسی نمونے کے اس دنیا اور اس میں موجود تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ جن کی اس سے قبل کوئی مثال نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور اس کو دنیاوی زندگی گزارنے کے تمام اسباب و وسائل سے آگاہ کیا۔ ان وسائل کی بھی اس سے قبل کوئی مثال نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ انسان کتنی کم عقلی اور

نادانی کی بات کرتا ہے، جب وہ بدیع کو چھوڑ کر ایسوں کے پاس اپنی حاجات کے لئے جاتا ہے جو خود اس نے پیدا کئے ہوتے ہیں لیکن ان میں کسی کو کوئی چیز عطا کرنے کی صفت نہیں ہوتی۔ بدیع تو اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس صفت میں اس کا کوئی ذرہ برابر ہمسر نہیں۔ وہ تمام تر کمالات اور عظیم قدرتوں کے ساتھ تمام مثالوں سے اعلیٰ اور برتر ہے۔

ایک جامع دعا:

((اللّٰھُمَّ إِنِّی أَسْأَلُکَ بِأَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَا اِلٰہ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَکَ لَا شَرِیکَ لَکَ، الْمَنَّانُ یَا بَدِیعَ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ، یَاذَاالْجَلَالِ وَ الإِکْرَام، یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ إِنِّي أَسأَلُکَ الْجَنَّةَ وَ أَعُوذُبِکَ مِنَ النَّارِ))

''اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ بے شک تمام تعریفیں تیرے ہی لئے ہیں، نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق نہیں مگر تو اکیلا ہے، تیرا کوئی شریک نہیں، تو المنان ہے، اے آسمان وزمین کے پیدا کرنے والے، عزت واکرام والے، اے ہمیشہ سے زندہ اور قائم رہنے والے، میں تجھ سے جنت کا سوال کرتا ہوں اور جہنم سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔'' (احمد)

96. اَلْبَاقِي (باقی رہنے والا)

وہ ذات بابرکات وباصفات ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ باقی مخلوق کو فنا ہونا ہے۔ (البیہقی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَيَبْقَىٰ وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾ [الرحمن: ٢٧]

''اور صرف تیرے رب کا جلال واکرام والا چہرہ ہی باقی رہنے والا ہے۔'' (الرحمٰن: 27)

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو پیدا کیا اور ان کی زندگی مقرر کی۔ ہر مخلوق اپنی زندگی پوری کرنے کے بعد وفات پا جاتی ہے۔ انسان ہر روز اپنی زندگی میں عارضی طور پر وارد ہونے والی موت

(نیند کو موت کی چھوٹی بہن کہا جاتا ہے) سے آشنا ہوتا ہے اگر وہ اس پر ہی غور کر لے تو آخرت کی زندگی سنوارنے کے لئے کافی ہے لیکن اللہ تعالیٰ جو شروع سے ہے' وہ باقی رہنے والا ہے۔ وہ کائنات میں ہر کسی کو موت کا ذائقہ چکھائے گا' حتیٰ کہ قیامت کے بعد اللہ تعالیٰ موت کو بھی موت سے ہمکنار کر دے گا۔ اس کے بعد نہ کسی کو پیدا ہونا ہے اور نہ کسی کو موت آئے گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ حی و قیوم باقی رہنے والا ہے۔

موت کا ذکر بھی نعمت عظمیٰ ہے۔ موت کے ذکر سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس طرح قیامت برپا کرے گا اور ہزاروں سال سے مردہ انسانوں کو زندہ کر کے حساب کتاب کے لئے میدان حشر میں اکٹھا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت تمام مخلوقات پر اس کی فضیلت ظاہر کرتی ہے۔

آخرت کے لئے نیک اعمال کی توفیق طلب کرنے کی دعا:

((اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مُوثِرِينَ مَا يَبْقَىٰ عَلٰى مَا يَفْنٰى))

''اے اللہ' ہمیں جو چیز باقی رہنے والی ہے' اس کو فانی چیز پر ترجیح دینے والا بنا۔'' (ابوداود)

97. اَلْوَارِثُ (حقیقی وارث ہونے والا)

دنیا میں تمام وارث فنا ہونے والے ہیں۔ بادشاہ' جاگیردار' سرمایہ دار' وڈیرے' زمیندار' دولت مند سب فانی ہیں۔ ان کی وراثت عارضی ہے۔ بالآخر تمام چیزوں کا حقیقی وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے' جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ (الزجاج والغزالی)

جب انسان اس دنیا میں آتا ہے تو وہ کسی نہ کسی کا وارث ہوتا ہے۔ اسی چیز کو خلافت فی الارض کہا گیا ہے۔ وہ جب جوان ہوتا ہے تو اپنی اولاد پیدا کر کے اپنی متاع اس کی حوالے کر کے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے۔ یعنی وہ اس دنیاوی متاع کا عارضی طور پر وارث بنتا ہے

لیکن ایک حقیقی وارث ہے جس کو بقاء حاصل ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں یہ بھی ہے کہ وہ حقیقی وارث ہے۔ تمام دنیا کو ختم کرنے کے بعد بھی وہ قائم و دائم رہے گا۔ دنیا میں جس قدر بھی طاقتور انسان، قومیں اور دوسری مخلوقات پیدا ہوئیں، ختم ہوتی رہیں اور ہوتی رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ توفیق بخشی اور وہ بے شمار جنگوں، ہولناک آفتوں کے باوجود اپنی نسل کو دوام بخشنے میں کامیاب رہا لیکن ایک دن یہ دوام بھی ختم ہو جائے گا۔ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات باقی رہ جائے گی کیونکہ وہ حقیقی وارث ہے۔

نیک اولاد طلب کرنے کی دعا:

﴿ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ ﴾ [الأنبياء : ٨٩]

''اے میرے پروردگار! مجھے تنہا (بے اولاد) نہ رکھ اور تو سب سے بہتر وارث ہے۔'' (الانبیاء:89)

﴿ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَصْلِحْ لِي فِي ذُرِّيَّتِي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴾ [الأحقاف : ١٥]

''اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر بجا لاؤں جو تو نے مجھے اور میرے ماں باپ کو عطا کی اور یہ کہ میں ایسے نیک عمل کروں جن سے تو خوش ہو جائے اور تو میری اولاد کی بھی اصلاح فرما دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔'' (الاحقاف:15)

ایک حدیث میں ہے کہ اُم سلیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے خادم انس (رضی اللہ عنہ) کے لئے کوئی دعا فرمائیں تو آپ نے ان کے لئے یہ دعا فرمائی:

((اللّٰهُمَّ أَكْثِرْ مَالَهُ وَ وَلَدَهُ وَ بَارِکْ لَهُ فِيمَا أَعْطَيْتَهُ))

''اے اللہ! اس (انس) کے مال اور اولاد کو زیادہ کر اور اس چیز میں برکت عطا کر جو تو نے اس کو عطا کی ہے۔''

اسی دعا کا اثر تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اولاد کی تعداد سو کے قریب ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مال میں بھی وسعت عطا فرمائی۔

98. الرَّشِيدُ (سیدھی راہ دکھانے والا)

اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنی مخلوق کو سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ اس ذات باری تعالیٰ کے تمام کام اور حکم رشد و ہدایت پر مبنی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴾ [هود: ٥٦]

''میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے' جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں چلنے والے ہیں' سب کی پیشانی وہی تھامے ہوئے ہے۔ بیشک میرا رب بالکل سیدھی راہ پر ہے۔'' (ہود: 56)

ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہٹ دھرمی پر سخت رویہ اختیار کرتے ہوئے انہیں کھلا چیلنج دیا کہ تم میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ میرا اللہ پر پورا پورا بھروسہ ہے' اور دنیا میں کوئی ایسا نہیں ہے جو اس کو چیلنج کر سکے کیونکہ وہ ہر جاندار کا مالک و خالق ہے' کوئی مخلوق اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ پیشانی تھامنے سے مراد یہ ہے کہ وہ اس کے مکمل قبضہ قدرت میں ہے۔

سیدھی راہ سے مراد اللہ تعالیٰ کی قدرت و استقامت اور مضبوطی کا اظہار ہے۔ ان الفاظ کے پیش نظر ہود علیہ السلام کی تحدی پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی حقیقت و طاقت

پر کس قدر بھروسہ تھا۔ وہ اللہ کی قدرت اور سر بلندی کو اچھی طرح جان گئے تھے۔ اس لئے وہ قوت والی اور بلند قامت قوم کے سامنے بلا خوف و خطر ڈٹ گئے اور اعلان حق کر دیا۔ جب کہ طاقت کے نشے میں دھت قوم اپنی سرکشی پر ڈٹی رہی۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی قوت اور سر بلندی کو اسی طرح جان جائیں تو پھر دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ڈرا نہیں سکتی۔

صراط مستقیم سے ایک مراد زندگی گزارنے کے احسن طریقے بھی ہیں۔ بھلائی اور دین اسلام کے راستے جو فلاح و کامرانی کے راستے ہیں۔ اس کے مقابل تمام راہیں ٹیڑھی ہیں' جو کفر و شرک کی راہیں ہیں اور وہ جہنم میں لے جانے والی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے بنی نوع انسان کو اس دنیا میں بھیجا تو اس کی رہنمائی کے لئے انبیاء و رسل بھی مبعوث فرمائے۔ دنیاوی استعمال کی تمام چیزوں کا علم عطا فرمایا اور پھر شیطان کے ان تمام حربوں سے بھی آگاہ کیا جن سے وہ انسان کو گمراہ کرتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ طویل حدیث میں ہے کہ آپ نے ایک مرتبہ ایک سیدھا خط کھینچا اور پھر اس کے دائیں بائیں اور بھی خط بنائے۔ پھر سیدھے خط کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: میرے رب کا یہ (راستہ) ہے جو سیدھا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ہر حکم میں حکمت ہوتی ہے۔ انسان اس پر عمل کرتے ہوئے کبھی بھی رنجیدہ خاطر نہیں ہوتا بلکہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ فرائض کی ادائیگی سے سکون آتا ہے۔ انسان اپنے آپ کو ہلکا محسوس کرتا ہے۔ کسی بھی فرض کو ادا کرنے میں کوئی جانی و مالی نقصان کا احتمال نہیں ہوتا بلکہ ہر فرض ادا کرنے کے بعد یک گونہ راحت محسوس ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی ہر راہ سیدھی ہے۔

رشد و ہدایت کے لئے دعا:

﴿ رَبَّنَآ ءَاتِنَا مِن لَّدُنكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ﴾ [الکہف : ۱۰]

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا فرما اور ہمارے کام میں ہمارے لئے راہ یابی کو آسان کردے۔'' (الکھف :10)

99. الصَّبُورُ (گنہگاروں پر نرمی کرنے والا' صبر کرنے والا)

وہ ذات باری تعالیٰ انسانوں کے گناہوں پر صبر سے کام لیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ گناہ گاروں کو مہلت دینے والا ہے اور عذاب کرنے میں جلدی نہیں کرتا۔ (البیہقی والغزالی)

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَرَبُّكَ ٱلْغَفُورُ ذُو ٱلرَّحْمَةِ لَوْ يُؤَاخِذُهُم بِمَا كَسَبُوا۟ لَعَجَّلَ لَهُمُ ٱلْعَذَابَ بَل لَّهُم مَّوْعِدٌ لَّن يَجِدُوا۟ مِن دُونِهِۦ مَوْئِلًا ﴾ [الکھف : ۵۸]

''اور تیرا پروردگار بڑا درگزر کرنے والا اور رحیم ہے۔ اگر وہ ان کے کرتوتوں پر انہیں پکڑنا چاہتا تو جلد ہی عذاب بھیج دیتا۔ مگر ان کے لئے وعدے کا ایک وقت مقرر ہے اور اس سے بچ کر بھاگ نکلنے کی یہ کوئی راہ نہ پائیں گے۔'' (الکھف :58)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو رشد و ہدایت سے آراستہ کرنے کے لئے دستورِ حیات نازل فرمایا۔ انبیاء نے دستور حیات پر عمل کرانے کے لئے ممکن حد تک محنت کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کا حق ادا کر دیا۔ اس کے باوجود انسان غلطی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے بار بار متنبہ کرتا ہے' اس کو فوراً نہیں پکڑ لیتا۔ اگر ایسا ہوتا تو پاداش عمل میں ہر شخص عذابِ الٰہی کے شکنجے میں کسا نظر آتا۔ صبور تو گنہگاروں پر نرمی کرنے والا ہے' اس لئے انسان کو توبہ کرنے کی مہلت عطا فرماتا ہے۔ صبور ہر بار غلطی سرزد ہونے پر مہلت عطا فرماتا ہے اور توبہ کرنے پر معاف فرما دیتا ہے حتیٰ کہ موت آنے تک مہلت عطا فرماتا رہتا ہے۔ لیکن مہلت ختم ہو

جانے پر کوئی جائے پناہ اور جائے فرار نہیں ہوگی۔ اگر موت سے قبل توبہ کر لی تو جس قدر گناہ ہوں گے، معاف فرما دیئے جائیں گے لیکن اتنی مہلت کے باوجود توبہ کر کے گناہ معاف نہ کرا لئے ہوں گے اور کسی پر ظلم وزیادتی کی ہوگی تو اس کا خمیازہ بھگتنا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ دنیا میں کافروں پر ان کی کرتوتوں پر عذاب نازل کر سکتا ہے، مگر اپنی رحمت کے باعث انہیں مہلت عطا فرماتا ہے۔ کفار مکہ کہتے تھے کہ اگر ہم غلطی پر ہیں تو اللہ تعالیٰ ہم پر عذاب نازل کیوں نہیں کرتا۔ وہ عذاب الٰہی کے لئے دعا کرتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت صبور کی بدولت ان سے صرف نظر کیا اور ان کو مہلت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ مہلت عطا فرماتا ہے لیکن مہمل نہیں چھوڑتا، جب قریش کے لئے وعدے کا وقت آ گیا تو پھر ان کے لئے کوئی جائے پناہ نہ رہی اور وہ بدر کے میدان میں گاجر مولی کی طرح کٹ گئے۔

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بھی اپنے بندوں سے درگزر کا معاملہ فرمائے گا اور اگر شرک جیسا کبیرہ گناہ ان کے نامہ اعمال میں نہ ہوا تو جسے چاہے گا، گناہوں سے صرف نظر کرتے ہوئے معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شرک جیسے عظیم گناہ سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

صبر کی دعا:

﴿ رَبَّنَآ أَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرٗا وَثَبِّتۡ أَقۡدَامَنَا وَٱنصُرۡنَا عَلَى ٱلۡقَوۡمِ ٱلۡكَٰفِرِينَ ﴾ [البقرة: ٢٥٠]

''اے ہمارے پروردگار! ہمیں صبر کی توفیق عطا فرما، ہمیں ثابت قدم رکھ اور قوم کفار پر ہماری مدد فرما۔'' (البقرہ:250)

☆☆☆☆☆

www.minhajusunat.com

1. اللہ تعالیٰ کی ذات سے متعلق اسماء حسنیٰ

اللہ	الاحد	الواحد
الحق	الصمد	القدوس
الغنی	الاول	الآخر
الحی	القیوم	الٰہ

2. اللہ تعالیٰ کے تخلیق سے متعلق اسماء حسنیٰ

الخالق	البارئ	المصور
البدیع	الخلاق	الفاطر

3. اللہ تعالیٰ کے محبت اور رحم سے متعلق اسماء حسنیٰ

الرب	الرحمٰن	الرحیم
الرؤف	التواب	الحلیم
العفو	الشکور	السلام
المؤمن	البر	الرزاق
الوھاب	الواسع	الشاکر
الکریم	النصیر	الغفار
الغفور	الحفی	المستعان

المنان الکافی الغفار

الودود

4. قرآن کریم میں اسماء حسنیٰ

الله	الاحد	الاعلی	الاکرم	الالٰہ	الاول
والآخر	والظاھر	والباطن	الباریٔ	البر	البصیر
التواب	الجبار	الحافظ	الحسیب	الحفیظ	الحفی
الحق	المبین	الحکیم	الحلیم	الحمید	القیوم
الخبیر	الخالق	الخلاق	الرؤف	الرحمٰن	الرحیم
الرزاق	الرقیب	السلام	السمیع	الشاکر	الشکور
الشھید	الصمد	العالم	العزیز	العظیم	العفو
العلیم	العلی	الغفار	الغفور	الغنی	الفتاح
القادر	القاھر	القدوس	القدیر	القریب	القوی
القھار	القدوس	القدیر	القریب	القوی	القھار
الکبیر	الکریم	اللطیف	المؤمن	المتعالی	المتکبر
المتین	المجیب	المجید	المحیط	المصور	المقتدر
المقیت	الملک	الملیک	المولی	المھیمن	النصیر
الواحد	الوارث	الواسع	الودود	الوکیل	الولی
الوہاب					

5. احادیث میں مذکور اسماء حسنٰی

الجمیل	الجواد	الحکم
الحی	الرب	الرفیق
السبوح	السید	الشافی
الطیب	القابض	الباسط

6. اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال سے متعلق اسماء حسنٰی

العظیم	العزیز	القوی
القھار	الجبار	المتکبر
الکریم	الحمید	المتین
الظھیر	النور	الولی
الجلیل	الوالی	المبین
الاعلیٰ	القاہر	الرفیع
الغالب	العلی	الماجد

☆☆☆☆☆

ہماری مطبوعات

۱۔اسلامی طرز زندگی	180/=
۲۔فتاویٰ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ	100/=
۳۔کیا علمائے دیوبند اہل سنت والجماعت ہیں!؟	30/=
۴۔دیوبندیت کا اصلی چہرہ	70/=
۵۔تبلیغی جماعت کے عقائد	70/=
۶۔جھوٹ ایک کبیرہ گناہ	20/=
۷۔گناہ اور انکے اثرات	24/=
۸۔نماز میں خشوع خضوع کیوں اور کیسے؟	30/=
۹۔یوم جمعہ	40/=
۱۰۔سود کے احکام ومسائل	50/=
۱۱۔نماز کا طریقہ	10/=
۱۲۔نماز نبوی ﷺ	60/=
۱۳۔کیا فقہ حنفی اسلام کی کامل اور صحیح تعبیر ہے؟	50/=
۱۴۔گھروں کی اصلاح کے لئے چالیس نصیحتیں	30/=
۱۵۔قصہ ایام قربانی کا	35/=
۱۶۔عورتوں کے مخصوص مسائل	20/=
۱۷۔فضائل اعمال کے ناشر کی توبہ	10/=
۱۸۔حصن المسلم (مسنون دعاؤں کا مستند مجموعہ)	20/=
۱۹۔کیا فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟	40/=

ہماری ہندی مطبوعات

۱۔فتاویٰ شیخ ابن باز رحمۃ اللہ علیہ	120/=
۲۔شمع محمدی	40/=
۳۔نماز کا طریقہ	10/=
۴۔بلوغ المرام	زیر طبع
۵۔نماز نبوی ﷺ	زیر طبع

DARUL KUTUB-AL-ISLAMIA
URDU MARKET,419 MATIA MAHAL,
JAMA MASJID DELHI-110006
Ph. & Fax: 23269123
E-mail:darulkutub@hotmail.com